پارہ

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ

سُورَةُ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ مِائَۃٌ وَّ اِحْدٰی عَشَرَۃَ اٰیَۃً وَّ اِثْنَا عَشَرَ رُکُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾

جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم اُن کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔

سُبْحٰنَ پاک	الَّذِیْ وہ جو	اَسْرٰی لے گیا	بِعَبْدِهٖ اپنے بندہ کو	لَیْلًا راتوں رات	مِنَ سے	الْمَسْجِدِ مسجد	الْحَرَامِ حرام	اِلَی تک
الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا مسجد اقصا	الَّذِیْ جس کو	بٰرَکْنَا برکت دی ہم نے	حَوْلَهٗ اس کے اردگرد	لِنُرِیَهٗ تا کہ دکھادیں ہم اسکو	مِنْ سے			
اٰیٰتِنَا اپنی نشانیاں	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہ	السَّمِیْعُ سننے والا	الْبَصِیْرُ دیکھنے والا				

تفسیر وتشریح

اس سورۃ کے پہلے ہی رکوع میں بنی اسرائیل کا ذکر آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر یہی نام سورۃ کو دیا گیا اور چونکہ اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء اور معراج کا بیان ہے۔اس لئے اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ الاسراء بھی ہے۔جمہور علماء مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ بھی مکی ہے۔یہ پہلی ہی آیت اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ یہ سورۃ معراج کے موقع پر نازل ہوئی۔معراج کا واقعہ حدیث وسیرت کی اکثر کتب کے مطابق مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل پیش آیا تھا۔اس لئے یہ سورۃ بھی انہی سورتوں میں سے ہے جو مکی دور کے آخری زمانہ میں ہجرت سے قبل نازل ہوئیں۔

مکی دور کی دوسری سورتوں کی طرح اس میں بھی توحید و رسالت کی حقانیت اور کفر وشرک کا بطلان قیامت وآخرت اور جزا وسزا۔وغیرہ کا بیان بڑے دلنشین اور نصیحت آمیز طریقہ پر فرمایا گیا ہے۔

اس معراج کے واقعات جو احادیث میں بیان فرمائے گئے ہیں وہ مختصراً اس طرح ہیں کہ ایک رات آپ حطیم کعبہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے۔آپ کو براق پر سوار کیا گیا جس کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ جس جگہ اس کی نظر پڑتی تھی وہیں قدم پڑتا تھا۔اسی سرعت رفتار کے ساتھ اول آپ کو ملک شام میں مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے سابقین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے لئے بطور معجزہ جمع فرما دیا تھا۔جبرئیل علیہ السلام نے یہاں پہنچ کر اذان دی اور نماز کے لئے تمام انبیاء ورسل کی صفیں تیار ہو کر کھڑی ہوئیں لیکن سب اس کا انتظار کر رہے تھے کہ نماز کون پڑھائے۔جبرئیل امین نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر آگے کر دیا۔آپ نے تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کو نماز پڑھائی۔یہاں تک عالم دنیا کی سیر تھی جو براق پر ہوئی۔اس کے بعد بترتیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے

ملاقات ہوئی۔ دوسرے پر حضرت عیسیٰ وحضرت یحییٰ علیہما السلام سے تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے۔ اور چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے۔ پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے۔ چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں حوض کوثر پر گزر ہوا پھر جنت میں داخل ہوئے وہاں دست قدرت کے وہ عجائب وغرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی وہاں تک رسائی ہوئی۔ پھر دوزخ آپ کے سامنے پیش کی گئی جو ہر قسم کے عذاب اور سخت وشدید آگ سے بھری ہوئی تھی۔ جس کے سامنے لوہے پتھر جیسی سخت چیزوں کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے چلے اور جبرئیل امین یہیں ٹھہر گئے کیونکہ ان کو اس درجہ سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا۔ اور اس وقت آپ کو خداوند جل وعلا کی زیارت ہوئی۔ صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب سے نہیں بلکہ آنکھوں سے ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور تمام محققین صحابہؓ اور ائمہ کی یہی تحقیق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر پڑے اور خداوند قدوس سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت نمازیں فرض کی گئیں۔ جس کی تفصیلات احادیث میں اس طرح آئی ہے کہ رات دن میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا میں نے کہا کہ ۵۰ نمازوں کا رات دن میں حکم ہوا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آپ کی امت سے پچاس نمازیں ہرگز رات دن میں نہ پڑھی جاویں گی۔

واللہ میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔ اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں۔ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں واپس گیا سو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا تو مجھ کو ہر روز میں ۱۰ نمازوں کا حکم ہوا۔ میں پھر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی امت ہر روز میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکے گی۔ اور میں آپ کے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو دیکھ چکا ہوں۔ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور تخفیف اپنے لئے اور مانگئے آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں اب شرما گیا اور اب راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ آپؐ فرماتے ہیں جب موسیٰ کو یہ جواب دیکر آگے روانہ ہوا تو ایک پکارنے والے نے حق تعالیٰ کی جانب سے پکارا کہ میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں۔ میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی۔ اس کے بعد آپؐ واپس ہوئے اور پھر براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے چلے۔ راستہ میں مختلف مقامات پر قریش کے تین تجارتی قافلوں پر گزرے جن میں سے بعض کو آپؐ نے سلام کیا اور انہوں نے آپ کی آواز پہچانی اور مکہ واپس ہونے کے بعد اس کی شہادت دی۔ صبح سے پہلے ہی یہ سفر مبارک تمام ہو گیا۔

جب صبح ہوئی اور یہ خبر قریش میں پھیلی تو ان کا ایک عجیب عالم تھا۔ کوئی تالیاں بجاتا تھا۔کوئی تعجب سے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اور کوئی تمسخر سے ہنس رہا تھا۔ پھر سب نے بغرض امتحان آپ سے سوالات شروع کئے اور اس طرح کے سوالات کئے کہ مسجد اقصیٰ کے کتنے دروازے ہیں کتنے طاق ہیں۔وغیرہ وغیرہ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں کون شمار کرتا ہے اس لئے آپ کو سخت اضطراب ہوا مگر بطور معجزہ مسجد اقصیٰ آپ کے سامنے کر دی گئی۔آپ شمار کرتے اور بتاتے جاتے تھے۔ اب تو قریش بھی چپ ہوئے کہ حالات و صفات تو بالکل درست بیان کئے ہیں۔اس پر حضرت ابوبکر صدیق سے خطاب کر کے کہنے لگے کہ کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ آپ ایک رات میں مسجد اقصیٰ تک پہنچ بھی گئے اور لوٹ بھی آئے۔ حضرت صدیق نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ بعید چیزوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں ایمان لاتا ہوں کہ صبح وشام ذرا سی دیر میں آپ کو آسمانی خبریں پہنچ جاتی ہیں۔تو پھر اس میں کیا تردد ہوسکتا ہے۔قریش نے پھر بغرض امتحان اپنے تجارتی قافلوں کے متعلق دریافت کیا۔ اس کے بھی آپ نے جوابات دیئے اور پھر ان قافلوں نے بھی آپ کے بیانات کی تصدیق کی۔ تو اب ان معاندین کے لئے بھی اس کے سوا انکار کا کوئی راستہ باقی نہ رہا کہ آپ کے اس سفر کو سحر اور معاذ اللہ آپ کو جادوگر کہہ کر واپس ہوگئے۔ یہ واقعات بہت ہی مختصراً تحریر کئے گئے ہیں۔تفصیلات احادیث میں موجود ہیں۔سورۂ نجم ۲۷ویں پارہ میں انشاء اللہ اس کی مزید تفصیلات بیان کی جائیں گی۔معراج کے اجمالی ذکر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا ذکر شروع فرمایا گیا ہے۔جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ بیت المقدس کو جو اہل اسلام کا قبلہ اول تھا یہود ملعون کی قوم کے تسلط سے نجات عطا فرما دے اور اس متبرک مقام کا قبضہ پھر اہل اسلام کو عطا فرما دے۔

یا اللہ یہ ہماری شامت اعمال ہی کا نتیجہ ہے کہ جو ہم کو ایسا روز بد دیکھنا پڑا کہ ہم اپنے قبلہ اول کی بھی حفاظت نہ کر سکے۔یہ امت مسلمہ میں افتراق اور اختلاف ہی کا سبب ہے کہ آج کئی سال کا عرصہ گزر جانے پر بھی تمام امت مسلمہ متحد ہو کر یہود سے جہاد کرنے پر تیار نہ ہوسکی اور دشمنان دین کے مادی وسائل سے مرعوب رہ کر زبانی قیل وقال میں الجھ کر رہ گئی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

یا اللہ اب امت مسلمہ کو حقیقی جذبہ جہاد اسلامی عطا فرما دے اور اپنے بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے کی توفیق مرحمت فرما دے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کا عزم نصیب فرما دے۔

یا اللہ ہمیں اپنی ذات عالی پر اعتماد اور توکل عطا فرما دے اور اپنی قدرت کاملہ پر یقین کامل نصیب فرما دے تا کہ ہم پھر مجاہدین اسلام بن کر کھڑے ہوں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اُس کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا کوئی کارساز مت قرار دو۔

وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳

اے اُن لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا وہ نوحؑ بڑے شکر گذار بندہ تھے

وَ اور	اٰتَيْنَا ہم نے دی	مُوْسَى موسیٰ	الْكِتٰبَ کتاب	وَجَعَلْنٰهُ اور ہم نے بنایا اسے	هُدًى ہدایت	لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کے لئے	
اَلَّا تَتَّخِذُوْا کہ نہ ٹھہراؤ تم	مِنْ دُوْنِيْ میرے سوا	وَكِيْلًا کار	ذُرِّيَّةَ اولاد	مَنْ جو	حَمَلْنَا ہم نے سوار کیا	مَعَ نُوْحٍ نوح کے ساتھ	
اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	عَبْدًا بندہ	شَكُوْرًا شکر گزار				

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیت میں ''اسرا'' یعنی معراج کا مجملاً ذکر فرمایا گیا تھا۔ معراج کے ذکر کے بعد یکا یک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا جو ذکر شروع کر دیا گیا اس کی مفسرین کرام نے چند وجوہ بیان کی ہیں جو مختصراً حسب ذیل ہیں۔

(۱) معراج کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسیٰ کی ملاقات کو خاص دخل تھا۔ آپ ہی کی استدعا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بار تعداد نماز میں تخفیف کی درخواست بارگاہ الٰہی میں کی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر ارض شام یعنی بیت المقدس میں جاؤ۔ ادھر شب اسرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیت المقدس کی سیاحت فرمائی۔

(۲) چونکہ ''اسرا'' کے ذیل میں مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک جانا مذکور ہوا تھا۔ آگے مسجد اقصیٰ اور اس کے قدیم متولیوں یعنی بنی اسرائیل پر جو مختلف دور گزرے منکرین کی عبرت اور خود بنی اسرائیل کی نصیحت کے لئے ان کا بیان کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ مسجد اقصیٰ جس کو اہل اسلام بیت المقدس کہتے ہیں اور جس کو اہل کتاب ہیکل سلیمانی کہتے ہیں۔ ہزار ہا انبیاء سابقین کا قبلہ رہا ہے۔ جس کو فلسطین کے مشہور شہر یروشلم میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ۵۰۰ برس بعد تعمیر کیا تھا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کا قبلہ اولین جب تک کہ مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ قبلہ مقرر نہ ہوا تھا۔ یہی بیت المقدس قبلہ رہا۔ جو آج ہماری شامت اعمال اور بداعمالی و بداحوالی کی بدولت یہودیوں کے قبضہ میں آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر وہ دن دیکھنا نصیب فرمائیں کہ ہم اپنے قبلہ اول کو اہل اسلام کے قبضہ میں دیکھیں۔

(۳) تیسری وجہ یہ لکھی ہے کہ معراج میں بیت المقدس کا ذکر تھا۔ اس کے بعد جو کچھ نابکار یہود کی حرکات وافعال سے اس متبرک مقام یعنی بیت المقدس پر مصائب آئے ان کا ذکر بھی مناسب ہوا۔ تا کہ قریش کے کان کھل جائیں کہ کعبہ کی بدولت جو تم امن سے رہ کر روزی کھاتے ہو اور شرارت کرتے ہو اور اللہ کے رسول جو ابھی اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نشانیاں دیکھ کر آئے ہیں ان کی تکذیب کرتے ہو تو بنی اسرائیل کے حال سن لو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ اللہ کی طرف سے کتاب پانے والے جب اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں سر اٹھاتے ہیں تو پھر ان کو کیسی دردناک سزا دی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا گیا۔

(۴) چوتھی وجہ یہ لکھی ہے کہ معراج کے واقعہ کو سن کر منکرین جو انکار اور تمسخر کرتے تھے اور جس کی صداقت میں گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی اور بڑائی اور ہر نقص و عجز سے پاک ہونا بیان فرمایا تھا اور منکرین کو جتلایا گیا تھا کہ وہ خدا جو اپنی کمال قدرت سے اپنے خاص بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شب میں مسجد حرام سے بیت المقدس لے گیا تو وہ خدا ہرگز ایسے تصرفات سے عاجز نہیں جیسا کہ ان منکرین کا خیال ہے۔ اور منکرین کو واضح کیا گیا تھا کہ خدا سمیع اور بصیر ہے۔ اس لئے وہ ہر چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے اس لئے منکرین کے اقوال و افعال اس سے مخفی نہیں ہیں اور وہ انہیں سزا دے گا جیسا کہ اس قسم کے معاندین کو سزا دی بھی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بنی اسرائیل کو جو سزائیں دی گئیں ان کو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

(۵) پانچویں وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ گذشتہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت اسراء و شرف معراج کا ذکر تھا۔ اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام کے ایک شرف، عزت اور کرامت کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر بلا کر ان سے کلام فرمایا۔ گویا کہ موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر جانا اور کلام خداوندی سے مشرف ہونا یہ موسیٰ علیہ السلام کی معراج تھی۔ معراج محمدی کے ساتھ معراج موسوی کا ذکر نہایت لطیف ہے۔

الغرض یہ ہیں مختلف وجوہ کہ جو مفسرین نے بیان کی ہیں۔ انہی مناسبات سے معراج کے تذکرہ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر اگلی چند آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اگرچہ دوسرے مومنین بھی تھے مگر طوفان اترنے کے بعد جب کشتی سے اترے تو کچھ ہی مدت میں سب مر گئے ان کی نسل بھی باقی نہ رہی۔ البتہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے حام سام اور یافث باقی رہے۔ اور انہی کی نسل عالم میں پھیلی۔ اس لئے آیت مذکورہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی مراد ہے واللہ اعلم بالصواب حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے ایک بیٹا جس کا نام یام تھا وہ طوفان میں غرق ہوا۔ باقی تین سے مختلف نسلیں دنیا میں پھیلیں۔ اقوام ایشیا سام کی اولاد بتلائے جاتے ہیں۔
اقوام افریقہ حام کی اولاد اور اقوام یورپ و امریکہ یافث کی اولاد بتلائے جاتے ہیں۔ الغرض حضرت نوح کی تکذیب اور نافرمانی کرنے والے غرقاب کر دیئے گئے تھے۔ اور جو آپ کے متبعین تھے وہی باقی رہے۔ پھر نجات یافتہ لوگوں میں بھی حضرت نوحؑ کا درجہ سب میں ممتاز تھا اور آپ کی ایک خصوصی صفت یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کی دوسری نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے علاوہ طوفان سے نجات پانے کا بہت زیادہ شکریہ ادا کرتے تھے۔ اس لئے یہاں آپ کی صفت عَبۡدًا شَكُورًا فرمائی گئی۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ہمراہیان نوحؑ کی اولاد قرار دیتے ہوئے یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم ان کی اولاد ہو جو نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر عذاب الٰہی سے بچے تھے۔ جو احسان تمہارے بڑوں پر کیا گیا اسے فراموش مت کرو اور جب انبیاء تمہارے بڑے شکر کرتے رہے تو تم کیسے اس کے تارک ہو سکتے ہو۔ گویا یہاں ترغیب اتباع ہدایت اور اطاعت احکام الٰہیہ کی دی گئی۔ آگے بنی اسرائیل کی مخالفت احکام اور اس کی وجہ سے ان کو جو سزا ملی اس کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور ہم کو قرآن جیسی کتاب اور ایمان و اسلام جیسی نعمتیں عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے عقیدۂ توحید کو اتنا مضبوط بنا دے کہ ہم کسی حال میں آپ کی کارسازی کے خلاف وسوسہ تک دل میں نہ لاویں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

وَقَضَيْنَآ إِلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ فِى ٱلْكِتَٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى ٱلْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات (بطور پیشین گوئی) بتلادی تھی کہ تم سرزمین میں دوبار خرابی کرو گے اور بڑا زور چلانے لگو گے۔

كَبِيرًا ۝٤ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولَىٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُو۟لِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا۟ خِلَٰلَ

پھر جب اُن دوبار میں سے پہلی بار کی میعاد آوے گی ہم تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کریں گے جو بڑے جنگ جو ہوں گے پھر وہ تمہارے گھروں میں گھس گئے

ٱلدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ۝٥ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ ٱلْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَٰكُم بِأَمْوَٰلٍ

اور یہ ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا۔ پھر ہم اُن پر تمہارا غلبہ پھر کردیں اور مال اور بیٹوں سے ہم تمہاری مدد کریں گے'

وَبَنِينَ وَجَعَلْنَٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝٦ إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ

اور ہم تمہاری جماعت کو بڑھا دیں گے۔ اگر اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لئے اچھے کام کرو گے' اور اگر تم بُرے کام

فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ ٱلْءَاخِرَةِ لِيَسُۥٓـُٔوا۟ وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا۟ ٱلْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ

کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے پھر جب پچھلی بار کی میعاد آوے گی ہم پھر دوسروں کو مسلط کریں گے تا کہ (مار مار کر) تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جس طرح وہ لوگ مسجد میں گھسے تھے

مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا۟ مَا عَلَوْا۟ تَتْبِيرًا ۝٧ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا

یہ (پچھلے) لوگ بھی اس میں گھس پڑیں اور جس جس پر ان کا زور چلے سب کو برباد کر ڈالیں۔ عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرماوے اور اگر پھر وہی (شرارت) کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے

جَهَنَّمَ لِلْكَٰفِرِينَ حَصِيرًا ۝٨

اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا (ہی) رکھا ہے

وَقَضَيْنَا اور صاف کہدیا ہم نے	اِلٰی طرف	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل	فِی الْکِتٰبِ کتاب	لَتُفْسِدُنَّ البتہ تم فساد کرو گے ضرور	فِی میں	
الْاَرْضِ زمین	مَرَّتَیْنِ دومرتبہ	وَلَتَعْلُنَّ اور تم ضرور زور پکڑو گے	عُلُوًّا کَبِیْرًا بڑا زور	فَاِذَا پس جب	جَآءَ آیا	وَعْدُ وعدہ	اُوْلٰىهُمَا دو میں سے پہلا
بَعَثْنَا ہم نے بھیجے	عَلَیْکُمْ تم پر	عِبَادًا لَّنَا اپنے بندے	اُولِیْ بَاْسٍ لڑائی والے	شَدِیْدٍ سخت	فَجَاسُوْا تو وہ گھس پڑے	خِلٰلَ الدِّیَارِ شہروں کے اندر
وَکَانَ اور تھا	وَعْدًا ایک وعدہ	مَفْعُوْلًا پورا ہونے والا	ثُمَّ پھر	رَدَدْنَا ہم نے پھردی	لَکُمُ تمہارے لئے	الْکَرَّةَ باری	عَلَیْهِمْ ان پر
وَاَمْدَدْنٰکُمْ اور ہم نے تمہیں مدد دی	بِاَمْوَالٍ مالوں سے	وَبَنِیْنَ اور بیٹے	وَجَعَلْنٰکُمْ اور ہم نے تمہیں کردیا	اَکْثَرَ زیادہ	نَفِیْرًا جتھا۔لشکر	
اِنْ اگر	اَحْسَنْتُمْ تم نے بھلائی کی	اَحْسَنْتُمْ تم نے بھلائی کی	لِاَنْفُسِکُمْ اپنی جانوں کے لئے	وَاِنْ اور اگر	اَسَاْتُمْ تم نے برائی کی	
فَلَهَا تو انکے سامنے	فَاِذَا پھر جب	جَآءَ آیا	وَعْدُ الْاٰخِرَةِ دوسرا وعدہ	لِیَسُوْٓءٗا کہ وہ بگاڑ دیں	وُجُوْهَکُمْ تمہارے چہرے	وَلِیَدْخُلُوا اور وہ گھس جائیں
الْمَسْجِدَ مسجد	کَمَا دَخَلُوْهُ جیسے وہ گھسے اس میں	اَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار	وَلِیُتَبِّرُوْا اور برباد کرڈالیں	مَا عَلَوْا جہاں غلبہ پائیں وہ	تَتْبِیْرًا پوری طرح برباد	

عَسٰی امید ہے	رَبُّکُمْ تمہارا رب	اَنْ کہ	یَّرْحَمَکُمْ وہ تم پر رحم کرے	وَاِنْ اور اگر	عُدْتُّمْ تم پھر وہی کروگے	عُدْنَا ہم وہی کرینگے
وَ اور	جَعَلْنَا ہم نے بنایا	جَهَنَّمَ جہنم	لِلْکٰفِرِیْنَ کافروں کے لئے	حَصِیْرًا قید خانے		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا گیا تھا جس سے مقصود مخاطبین قرآن کو اتباع ہدایت اور اطاعت احکام الٰہیہ کی ترغیب تھی۔ اب آگے ان آیات میں بنی اسرائیل کی مخالفت احکام اور اسکے نتائج بیان فرما کر مخاطبین قرآن کو تنبیہ وعبرت حاصل کرنے کا مضمون بیان فرمایا جارہا ہے۔

ان آیات میں اجمالاً دو واقعات کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک بار معاصی میں انہماک کیا تو ان پر اس کے دشمن مسلط ہوئے اور ان کو تباہ کیا۔ پھر شرارت کم ہوئی تو پھر سنبھل گئے مگر بعد چندے پھر ویسی ہی شرارت کی اور پھر اسی طرح تباہ ہوئے۔ تاریخ سے اس قوم پر متعدد حوادث کا پڑنا ثابت ہے اور ان کی تباہیوں اور بربادیوں کی ایک مسلسل سرگذشت ہے۔ جس کا اجمال اور خلاصہ یہ ہے۔

واقعہ اول

سلیمان علیہ السلام کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد حاکم بیت المقدس نے بے دینی اختیار کی اس پر شاہ مصر چڑھ آیا اور بیت المقدس سے بہت سا اسباب چاندی وسونے کا لوٹ کر لے گیا مگر شہر اور مسجد یعنی ہیکل سلیمانی کو منہدم نہیں کیا۔

واقعہ دوم

سلیمان علیہ السلام کے تخمیناً چار سو سال کے بعد بنی اسرائیل میں بت پرستی اور نا اتفاقی پیدا ہونیکی نحوست سے ایک اور بادشاہ مصر کا چڑھ آیا اور کسی قدر شہر کی عمارتوں اور ہیکل سلیمانی کو بھی نقصان پہنچایا۔

واقعہ سوم

چند سال بعد بخت نصر شاہ بابل نے چڑھائی کی اور شہر یروشلم کو فتح کر کے اپنے ساتھ بہت سے بنی اسرائیلیوں کو قیدی بنا کر لے گیا اور مال و دولت لوٹا اور ایک شخص کو پہلے بادشاہ کے خاندان میں سے اپنا نائب مقرر کر کے چلا گیا۔

واقعہ چہارم

اس نئے بادشاہ نے جو کہ بت پرست اور بدکار تھا اور حضرت ارمیا علیہ السلام کی نصیحت نہ سنتا تھا بخت نصر سے بغاوت کی وہ پھر یروشلم پر چڑھ آیا اور اس قدر کشت وخون اور قتل وغارت کیا جس کی حد نہیں اور شہر اور ہیکل سلیمانی میں آگ لگادی اور بالکل میدان کردیا اور یہ حادثہ عظیم تخمیناً ۴۱۵ سال بعد تعمیر ہیکل سلیمانی کے گزرا ہے اور اس کے بعد یہود جلاوطن ہو کر ۷۰ سال تک بابل میں نہایت ذلت و خواری سے رہے۔ پھر شاہ بابل کا شاہ ایران کے ہاتھوں استیصال ہوا تو شاہ ایران نے پھر یہود پر رحم کر کے ان کے ملک شام میں پہنچادیا اور سامان بھی واپس کردیا۔ پھر یہود نے شاہان ایران کی مدد سے پھر ہیکل سلیمانی کو نمونہ سابق پر تیار کیا اور شہر پناہ وغیرہ کو بھی از سر نو بنایا اور اب تک یہود اپنے افعال قبیحہ پر نادم اور تائب تھے۔

واقعہ پنجم

مگر اس کے بعد یہود کو پھر وہی پرانی شرارتیں سوجھیں تو ایسے اسباب جمع ہوئے کہ ایک بادشاہ بیت المقدس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۱۷۰ برس پیشتر چڑھ آیا۔ ۴۰ ہزار یہود کو قید اور ۴۰ ہزار کو قتل کیا۔ بیت المقدس کی بڑی بے عزتی کی۔ پھر اس بادشاہ کے جانشینوں میں سے ایک بادشاہ نے شہر اور بیت المقدس کو ویران کردیا پھر بعد چندے سلاطین روم کی اس جگہ حکومت ہوگئی۔ انہوں نے بیت المقدس کی عبادت گاہ کو درست کیا اور اس کے آٹھ سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

واقعہ ششم

پھر یہود نے سلاطین روم سے بغاوت اختیار کی آخر رومیوں نے پھر شہر اور بیت المقدس کی وہی حالت بنائی اور اس وقت کا

رومی بادشاہ نہ یہودی تھا نہ نصرانی اور یہ حادثہ عیسیٰ علیہ السلام کے صعود یعنی آسمان پر اٹھالئے جانے سے چالیس برس بعد ہوا اور اس کے بعد بیت المقدس عرصہ تک ویران رہا حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کے خلافت کے زمانہ میں بیت المقدس عیسائیوں نے اہل اسلام کے قبضہ میں دے دیا اور حضرت عمرؓ کے حکم سے مسجد اقصیٰ تعمیر کرائی گئی اور اسی مسجد اقصیٰ کا ذکر اس سورۃ کی ابتدائی آیت میں فرمایا گیا ہے۔ جس کو بیت المقدس بھی کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہود مدینہ نے آپ کی مخالفت کی تو پھر قتل قید ذلیل اور جلاوطن ہوئے۔ نیز مستند احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ان یہود کو اور ایسی سزا ملنے والی ہے کہ روئے زمین سے ان کا بیج بھی مٹ جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ دجال جو قوم یہود میں سے ہوگا ظاہر ہوگا اور عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے۔ حضرت ابو امامہ باہلی ایک طویل حدیث میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ عین اس وقت جب مسلمانوں کا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ان پر اتر آئیں گے۔ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دمشق کی جامع مسجد میں اتریں گے۔ تو امام پیچھے پلٹے گا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں مگر عیسیٰ علیہ السلام اس کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ۔ کیونکہ یہ تمہارے لئے ہی کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی امام نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ دروازہ کھولو۔ چنانچہ وہ کھولا جائے گا باہر دجال ۷۰ ہزار مسلح یہودیوں کے ساتھ موجود ہوگا۔ جونہی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی اس پر نظر پڑے گی وہ اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اور وہ بھاگ نکلے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ میرے پاس تیرے لئے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ کر نہ جا سکے گا۔ پھر وہ اسے لد کے مشرقی دروازہ پر جالیں گے اور اللہ یہودیوں کو ہزیمت نصیب کرے گا۔ اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جائے سب دنیا کا کلمہ ایک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی۔

واضح رہے کہ مقام لد جہاں دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوگا یہ موجودہ اسرائیلی حکومت میں تل ابیب سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جہاں اس وقت یہودیوں نے بہت بڑا ہوائی اڈہ بنا رکھا ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ کی صحیح حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے اور مال کی وہ کثرت ہوگی کہ اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور حالت یہ ہو جائے گی کہ ایک سجدہ کر لینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ اور بھی دوسری احادیث ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیت اور یہودیت کو بالکل ختم کر دیں گے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں پیشگوئیوں کے مطابق وہ وقت آنے والا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور یہودیوں کو جو دجال کے لشکر میں ہوں گے کوئی چیز پناہ نہ دے گی۔ یہاں تک کہ بوقت شب کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں بھی کوئی یہودی پناہ گزیں ہوگا تو وہ بھی آواز دے گا کہ اے مومن آ یہ کافر میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اسے قتل کر۔

ان آیات کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"بنی اسرائیل کے یہ واقعات قرآن کریم میں بیان کرنے اور مسلمانوں کو سنانے سے بظاہر مقصد یہی ہے کہ مسلمان بھی ضابطہ الٰہیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ دنیا اور دین میں ان کی عزت اور شوکت اور مال و دولت اطاعت خداوندی کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انحراف کریں گے تو ان کے دشمنوں اور کافروں کو ان پر غالب اور مسلط کر دیا جائے گا جن

کے ہاتھوں ان کے معابد و مساجد کی بے حرمتی بھی ہوگی۔ آج کل جو حادثہ فاجعہ بیت المقدس پر یہودیوں کے قبضہ کا اور پھر اس کو آگ لگانے کا سارے عالم اسلام کو پریشان کئے ہوئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی قرآنی ارشاد کی تصدیق ہو رہی ہے۔ مسلمانوں نے خدا اور رسول کو بھلایا۔ آخرت سے غافل ہو کر دنیا کی شان و شوکت میں لگ گئے اور قرآن و سنت کے احکام سے بیگانہ ہو گئے تو وہی ضابطہ قدرت الٰہیہ سامنے آیا کہ کروڑوں عربوں پر چند لاکھ یہودی غالب آ گئے۔ انہوں نے ان کی جان و مال کو بھی نقصان پہنچایا اور شریعت اسلام کی رو سے دنیا کی تین عظیم الشان مسجدوں میں سے ایک جو تمام انبیاء کا قبلہ رہا ہے وہ ان سے چھین لیا گیا اور ایک ایسی قوم غالب آ گئی جو دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار سمجھی جاتی رہی ہے۔ یعنی یہود۔ اس پر مزید یہ مشاہدہ ہے کہ وہ قوم نہ تعداد میں مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت رکھتی ہے اور نہ مسلمانوں کی مجموعی موجودہ سامان حرب کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ واقعہ یہود کو کوئی عزت کا مقام نہیں دیتا البتہ مسلمانوں کے ان کی سرکشی کی سزا ضرور ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ ہوا ہماری بداعمالیوں کی سزا کے طور پر ہوا اور اس کا علاج بجز اس کے کچھ نہیں کہ ہم پھر اپنی بداعمالیوں پر نادم ہو کر سچی توبہ کریں۔ احکام الٰہیہ کی اطاعت میں لگ جائیں۔ سچے مسلمان بنیں۔ غیروں کی نقالی اور غیروں پر اعتماد کے گناہ عظیم سے باز آ جائیں تو حسب وعدہ ربانی انشاء اللہ تعالیٰ بیت المقدس اور فلسطین پھر ہمارے قبضہ میں آ ئے گا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ آج کل کے عرب حکمران اور وہاں کے عام مسلمان اب تک بھی اس حقیقت پر متنبہ نہیں ہوئے اور اب بھی غیروں کی امداد پر سہارا لگائے ہوئے بیت المقدس کی واپسی کے پلان اور نقشے بنا رہے ہیں جس کا بظاہر کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

وہ اسلحہ اور سامان جس سے بیت المقدس اور فلسطین پھر مسلمانوں کو واپس مل سکتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف انابت و رجوع، آخرت پر یقین، احکام شرعیہ کا اتباع، اپنی معاشرت اور سیاست میں غیروں پر اعتماد اور ان کی نقالی سے اجتناب اور پھر اللہ پر بھروسہ کر کے خالص اسلامی اور شرعی جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے عرب حکمرانوں اور دوسرے مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

ایک عجیب معاملہ

اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں اپنی عبادت کے لئے دو جگہوں کو عبادت کرنے والوں کا قبلہ بنایا ہے۔ ایک بیت المقدس۔ دوسرا بیت اللہ، مگر قانون قدرت دونوں کے متعلق الگ الگ ہیں۔ بیت اللہ کی حفاظت اور کفار کا اس پر غالب نہ آنا یہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اس کا نتیجہ وہ واقعہ فیل ہے جو قرآن کریم کی سورۂ فیل میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ یمن کے نصرانی بادشاہ نے بیت اللہ پر چڑھائی کی تو اللہ تعالیٰ نے مع اس کی ہاتھیوں کی فوج کے بیت اللہ کے قریب تک جانے سے پہلے ہی پرندہ جانوروں کے ذریعہ ہلاک اور برباد کر دیا۔ لیکن بیت المقدس کے متعلق یہ قانون نہیں بلکہ آیات مذکورہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب مسلمان گمراہی اور معاصی میں مبتلا ہوں گے تو ان کی سزا کے طور پر ان سے یہ قبلہ بھی چھین لیا جائے گا اور کفار اس پر غالب آ جائیں گے"۔ (معارف القرآن جلد پنجم صفحہ ۴۳۸-۴۳۹)

اب ان آیات میں جہاں منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ ہے وہیں اہل اسلام کو بھی در پردہ ہدایت کرنی مقصود ہے کہ نبی کی پیروی کرنی، شریعت الٰہیہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا احکام خداوندی کی تعمیل کرنا اور حدود شریعت پر قائم رہنا ہی کامرانی عزت اور سطوت کا سبب ہے جو مسلمان شریعت کو پس پشت ڈال کر، احکام خداوندی کی مخالفت کر کے عروج و ترقی حاصل کرنا چاہیں گے تو اس طرح انجام میں ان کو ترقی ہرگز میسر نہ ہوگی۔

اس عام ضابطۂ خداوندی کو بتلا کر آگے بیان فرمایا جاتا ہے کہ اگر راہ مستقیم کی تم کو تلاش ہے اور دین و دنیا کی فلاح پیش نظر ہے تو قرآن کی طرف آؤ یہ تم کو دنیا میں سیدھا راستہ اور مابعد زندگی میں نجات کا صحیح طریقہ بتائے گا جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

بلا شبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے۔ اور ان ایمان والوں کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ ۝٩ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا

کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا۔ اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ایک دردناک سزا

اَلِيْمًا ۝١٠ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝١١ وَجَعَلْنَا

تیار کر رکھی ہے۔ اور (بعضا) انسان برائی کی ایسی درخواست کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست ۔ اور انسان جلد باز ہے۔

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا سو رات کی نشانیاں کو ہم نے دھندلا بنایا اور دن کی نشانیاں کو ہم نے روشن بنایا تاکہ (دن کو)

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝١٢

اپنے رب کی روزی تلاش کرو، اور تاکہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرلو، اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے

اِنَّ بیشک	هٰذَا الْقُرْاٰنَ یہ قرآن	يَهْدِيْ رہنمائی کرتا ہے	لِلَّتِيْ اس کے لئے جو	هِيَ وہ	اَقْوَمُ سب سے سیدھی	وَيُبَشِّرُ اور بشارت دیتا ہے
الْمُؤْمِنِيْنَ مومن (جمع)	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہیں	الصّٰلِحٰتِ اچھے	اَنَّ لَهُمْ کہ ان کے لئے	اَجْرًا كَبِيْرًا بڑا اجر	
وَّاَنَّ اور یہ کہ	الَّذِيْنَ جو لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان لانے والے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	اَعْتَدْنَا ہم نے تیار کیا	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابًا عذاب
اَلِيْمًا دردناک	وَيَدْعُ اور دعا کرتا ہے	الْاِنْسَانُ انسان	بِالشَّرِّ برائی کے لئے	دُعَآءَهٗ اس کی دعا	بِالْخَيْرِ بھلائی کی	وَكَانَ اور ہے
الْاِنْسَانُ انسان	عَجُوْلًا جلد باز	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	الَّيْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	اٰيَتَيْنِ دو نشانیاں	فَمَحَوْنَآ پھر ہم نے مٹادیا
اٰيَةَ الَّيْلِ رات کی نشانیاں	وَجَعَلْنَآ اور ہم نے بنایا	اٰيَةَ النَّهَارِ دن کی نشانیاں	مُبْصِرَةً دکھانے والی	لِّتَبْتَغُوْا تاکہ تم تلاش کرو	فَضْلًا فضل	
مِّنْ رَّبِّكُمْ اپنے رب سے (کا)	وَلِتَعْلَمُوْا اور تاکہ تم معلوم کرو	عَدَدَ گنتی	السِّنِيْنَ برس (جمع)	وَالْحِسَابَ اور حساب	وَ اور	
كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز	فَصَّلْنٰهُ ہم نے بیان کیا ہے	تَفْصِيْلًا تفصیل کیساتھ				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں ایک عام ضابطہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتلایا جاتا ہے کہ اگر راہ مستقیم اور درجۂ عدل کی تلاش ہے اور دنیا و دین کی فلاح پیش نظر ہے تو قرآن کی طرف آؤ۔ یہ ساری دنیا کو سب سے زیادہ اچھی۔ سیدھی اور مضبوط راہ بتلاتا ہے۔ لہذا اگر کامیابی اور نجات چاہتے ہو تو خاتم الانبیاء کی پیروی میں اسی سیدھی سڑک پر چلو۔ کہ قرآن تو لوگوں کو سب سے بڑی بھلائی کی طرف بلاتا ہے اجر کبیر کی بشارتیں سناتا اور بدی کے مہلک نتائج سے آگاہ کرتا ہے۔ جس سے کفار مکہ کو اس بات پر متنبہ کرنا مقصود تھا کہ بیوقوفو۔ خیر مانگنے کے بجائے عذاب مانگتے ہو۔ تمہیں پتہ نہیں کہ خدا کا عذاب جب کسی قوم پر آتا ہے تو اس کی کیا گت بنتی ہے پھر فرمایا گیا کہ انسان طبعاً کچھ جلد باز ہی واقع ہوا ہے کہ دیر میں نتیجہ نیک برآمد ہونے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اسی لئے آخرت کی

نعمتوں کی پروانہ کر کے دنیا کی موجودہ لذات پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اپنی جلد بازی سے کسی چیز کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ لیتا ہے لیکن انجام کے دوررس نتائج پر غور نہیں کرتا۔

اس میں ایک لطیف تنبیہ مسلمانوں کے لئے بھی تھی جو کفار کے ظلم وستم سے تنگ آ کر کبھی کبھی ان کے حق میں نزول عذاب کی دعاء کرنے لگتے تھے۔ حالانکہ ابھی انہیں کفار میں بہت سے وہ لوگ موجود تھے جو آگے چل کر ایمان لانے والے اور دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے والے تھے۔ اس پر نصیحت فرمائی گئی کہ انسان جلد باز واقع ہوا ہے۔ ہر وہ چیز مانگ بیٹھتا ہے جس کی بروقت ضرورت محسوس ہوئی حالانکہ بعد میں خود اسے تجربہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر اس وقت اس کی دعا قبول کر لی جاتی تو وہ اس کے حق میں خیر نہ ہوتی۔ آگے یہ سمجھانے کے لئے کہ گھبرانے اور جلدی مچانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدائے تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا خیر ہو یا شر ایک وقت اور انداز مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ رات و دن اپنی دونشانیوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ جیسے رات کسی کی جلد بازی سے کم نہیں ہو جاتی یا دن بڑھ نہیں جاتا اپنے وقت پر آپ صبح و شام ہوتی ہے۔ رات کے پیچھے دن اور دن کے پیچھے رات برابر لگی چلی آتی ہے۔ ایسے ہی دنیا کے تمام خیر و شر کا سلسلہ ایک معین ضابطہ اور نظام کے ماتحت ہے جس کا توڑ ڈالنا کسی کے امکان میں نہیں۔

پھر بتلایا گیا کہ رات کا اندھیرا اور دن کا اجالا دونوں خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کے نمونہ ہیں جس کے ساتھ سینکڑوں فوائد و مصالح وابستہ ہیں۔ رات کا نمونہ تاریک اور دن کے وقت سورج کی روشنی جس میں ہر چیز صاف دکھائی دیتی ہے۔ لوگ تازہ دم ہو کر روزی کی تلاش میں نکلتے اور مختلف قسم کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر لیل ونہار کی آمد و رفت میں اور شمس و قمر کے طلوع و غروب میں مہینوں اور سالوں کی گنتی اور بہت طرح کے چھوٹے بڑے حساب متعلق ہیں۔

یہاں ان آیات میں بھی اور قرآن پاک میں متعدد دوسری آیات میں جہاں اہل ایمان کو اجر کبیر اور اجر عظیم کی بشارت دی گئی ہے وہاں ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط بھی لگی ہوئی ہے۔ نیز انسان کی عجلت پسندی کی صراحت فرمائی گئی کہ انسان فوراً نتیجہ کا خواستگار ہوتا ہے وہ نہیں سمجھتا کہ تاخیر میں کیا حکمت ہے۔ کبھی شدت مرض، کثرت افکار اور فراوانی مصائب سے تنگ آ کر اپنے لئے بددعا کرنے لگتا ہے کہ الٰہی موت جلدی بھیج دے اور کہتا ہے کہ اگر میں مرجاتا تو اس سے بہتر ہوتا۔ اس کو مصائب اور تکالیف کی حکمت سے واقفیت نہیں ہوتی اس لئے اپنی کوتاہ اندیشی اور فطری جلد بازی سے موت کا طالب ہوتا ہے اور جو منہ پر آ جاتا ہے کہہ دیتا ہے اور اب تو بے دینی کی وجہ سے عجلت پسندی کا یہ حال ہے کہ آئے دن آپ اخباروں میں خودکشی کے واقعات پڑھتے رہتے ہیں۔ کسی مصیبت یا پریشانی سے گھبرا کر اپنی زندگی کا خاتمہ اپنے ہاتھوں کر لینا یہ شریعت اسلامیہ میں حرام موت مرنا ہے۔ الغرض قرآن کریم نے سب کو سیدھی راہ بتلا دی اور دکھلا دی ہے اب جو اس پر چلے یا نہ چلے۔ اپنے طریق عمل کا نفع ونقصان ہر شخص کو پہنچے گا اور اپنے ہر چھوٹے بڑے نیک و بدعمل کا نتیجہ قیامت میں وہ دیکھ لے گا۔ جیسا کہ اگلی آیات میں فرمایا گیا جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے ساتھ عمل صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور قرآن پاک کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ پر ہم کو چلنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں صراط مستقیم پر قائم رکھئے اور آخرت سے غفلت اور بے فکری کے مرض سے ہم کو بچایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾

اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر کے رکھا ہے' اور (پھر) قیامت کے دن ہم اس کا نامہ اعمال اس کے واسطے نکال کر سامنے کر دیں گے'

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ ؕ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ

جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا۔ اپنا نامہ اعمال (خود) پڑھ لے آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔ جو شخص (دنیا میں) راہ پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کیلئے راہ پر چلتا ہے'

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا

اور جو شخص بے راہی کرتا ہے سو وہ بھی اپنے ہی نقصان کیلئے بے راہ ہوتا ہے' اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا' اور ہم

مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔

وَ اور	كُلَّ اِنْسَانٍ ہر انسان	اَلْزَمْنٰهُ اسکو لگا دی	طٰٓئِرَهٗ اس کی قسمت	فِيْ عُنُقِهٖ اسکی گردن میں	وَنُخْرِجُ اور ہم نکالیں گے	لَهٗ اس کیلئے	
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت	كِتٰبًا ایک	يَّلْقٰهُ اور اُسے پائیگا	مَنْشُوْرًا کھلا ہوا	اِقْرَاْ پڑھ لے	كِتٰبَكَ اپنی کتاب	كَفٰى کافی ہے	بِنَفْسِكَ تو خود
الْيَوْمَ آج	عَلَيْكَ اپنے اوپر	حَسِيْبًا حساب لینے والا	مَنِ جس	اهْتَدٰى ہدایت پائی	فَاِنَّمَا تو صرف	يَهْتَدِيْ اُس نے ہدایت پائی	لِنَفْسِهٖ اپنے لئے
وَمَنْ اور جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	فَاِنَّمَا تو صرف	يَضِلُّ گمراہ ہوا	عَلَيْهَا اپنے اوپر	وَلَا تَزِرُ اور بوجھ نہیں اُٹھاتا	وَازِرَةٌ کوئی اٹھانے والا	
وِزْرَ اُخْرٰى دوسرے کا بوجھ	وَ اور	مَا كُنَّا ہم نہیں	مُعَذِّبِيْنَ عذاب دینے والے	حَتّٰى جب تک	نَبْعَثَ ہم نہ بھیجیں	رَسُوْلًا کوئی رسول	

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں قرآن کریم کا سارے عالم کو سب سے زیادہ سیدھی اچھی اور مضبوط راہ کا دکھلانا بیان ہوا تھا۔

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر انسان کا عمل نیک ہو یا بد اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے۔ گلے کا ہار ہونا محاورۂ عرب میں کمال ربط کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ یعنی ہر شخص کا عمل دنیا میں خواہ نیک ہو یا بد اس کے ساتھ لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ اس سے چھوٹ نہیں سکتے۔ وہی اس کو قیامت میں نظر آئیں گے اور ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا کہ خود پڑھ کر فیصلہ کر لے کہ جو کام عمر بھر میں کئے تھے کوئی لکھے جانے سے باقی تو نہیں رہا۔ یا کوئی کام زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر انسان اس وقت یقین کر لے گا کہ ذرہ ذرہ عمل بلا کمی بیشی اعمال نامہ میں موجود ہے اس طرح ہر شخص اپنا برا بھلا خود سوچ لے کیونکہ اس کے اعمال کا نفع یا نقصان اسی کو پہنچے گا۔ ایک کے گناہوں کی گٹھڑی دوسرے کے سر پر نہیں رکھی جاوے گی۔ یعنی ہر انسان اپنی شخصی حیثیت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ حضرت قتادہؓ سے منقول ہے کہ اس روز بے پڑھا آدمی بھی اپنا نامہ اعمال پڑھ لے گا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ بلاشبہ برے عمل آفت لاتے ہیں مگر حق تعالیٰ بغیر سمجھائے نہیں پکڑتے۔ اسی واسطے دنیا میں انبیاء و رسل بھیجے کہ لوگوں کو بے خبر اور غافل نہ رہنے دیں۔ نیک و بد سے پوری طرح آگاہ کر دیں جن چیزوں کے ادراک میں محض عقل کافی نہ ہوا نہیں

وحی اور الہام کی روشنی میں پیش کر دیں۔ اسی لئے ابتدائے آفرینش سے حق تعالیٰ نے وحی اور رسالت کا سلسلہ جاری رکھا تا آنکہ انبیاء علیہم السلام کے انوار و فیوض و تعلیمات و ہدایات نے دنیا میں ایسی فضا پیدا کر دی کہ کوئی معذب قوم دنیا یا آخرت میں جہل اور بے خبری کا عذر پیش کر کے عذاب الٰہی سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نظام عدالت میں انبیاء و رسل ایک بنیادی اہمیت رکھتے ہیں ہر پیغمبر اور اس کا لایا ہوا پیغام بندوں اور اس کی امت کے لئے خدا کی حجت ہے اگر یہ حجت قائم نہ ہو تو بندے اس صورت میں عذر پیش کر سکتے کہ ہمیں احکام خداوندی کا علم ہی نہیں پہنچا تھا۔ ہمیں آگاہ کئے بغیر یہ گرفت اور مواخذہ کیسا؟ مگر جب یہ حجت قائم ہو جائے تو اس کے بعد عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ان لوگوں کو سزا دی جائے جنہوں نے خدا کے بھیجے ہوئے پیغام سے منہ موڑا ہو یا اسے پا کر پھر اس سے انحراف کیا ہو۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، رسالت عامہ تا قیامت تمام عالم کے لئے ہے۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین اور علمائے امت کے ذریعہ سے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب دنیا کے ہر گوشہ میں آپ کی دعوت پہنچ چکی ہے اس لئے سب پر ایمان لانا فرض ہے۔ اب کسی منکر خدا اور کسی مشرک کے لئے عذر باقی نہیں رہا۔

اب جبکہ کسی بستی یا قوم کو پیغام خداوندی پہنچ چکتا ہے اور پھر وہ اس پیغام سے سرکشی برتتی ہے اور نافرمانی پر مصر رہتی ہے تو پھر وہ قوم سزا کی مستحق ہوتی ہے اور گذشتہ بہت سی امتوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو چکا ہے جیسا کہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

ہم کو جو احکام قرآنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و تعلیمات پہنچ چکی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم اپنی بداعمالیوں کا جواب اس وقت کیا دے سکیں گے اس لئے ہمیں ان کے تدارک کا فکر و غم ابھی اس دنیا میں نصیب فرما دے۔ اپنی بداعمالیوں پر سچی ندامت اور حقیقی توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔

یا اللہ آج ندامت کے آنسوؤں سے ہم کو اپنے اعمال ناموں سے اپنی بداعمالیوں کو دھو لینے کی توفیق عطا فرما دے تا کہ جب ہم تیرے حضور قیامت میں حاضر ہوں تو تیرے کرم و رحم سے ہماری مغفرت ہو جائے اور ہم عذاب اور گرفت سے بچ جائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر (جب) وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں اُن پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔

فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ ٱلْقُرُونِ مِنۢ بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ

پھر ہم اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں۔ اور ہم نے بہت سی اُمتوں کو نوحؑ کے بعد (کفر و معصیت کے سبب) ہلاک کیا ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں

عِبَادِهِۦ خَبِيرًۢا بَصِيرًا ﴿١٧﴾

کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے

وَإِذَآ اور جب	أَرَدْنَآ ہم نے چاہا	أَن نُّهْلِكَ کہ ہم ہلاک کریں	قَرْيَةً کوئی بستی	أَمَرْنَا ہم نے حکم بھیجا	مُتْرَفِيهَا اس کے خوشحال لوگ		
فَفَسَقُوا۟ تو انہوں نے نافرمانی کی	فِيهَا اس میں	فَحَقَّ پھر پوری ہوگئی	عَلَيْهَا ان پر	ٱلْقَوْلُ بات	فَدَمَّرْنَٰهَا پھر ہم نے انہیں ہلاک کیا		
تَدْمِيرًا پوری طرح ہلاک	وَكَمْ اور کتنی	أَهْلَكْنَا ہم نے ہلاک کردیں	مِنَ سے	ٱلْقُرُونِ بستیاں	مِنۢ بَعْدِ بعد سے	نُوحٍ نوح	وَكَفَىٰ اور کافی
بِرَبِّكَ تیرا رب	بِذُنُوبِ گناہوں کو	عِبَادِهِۦ اپنے بندے	خَبِيرًۢا خبر رکھنے والا	بَصِيرًا دیکھنے والا			

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجے کسی کو عذاب نہیں دیتے یعنی قانون اور معمول خداوندی ہے کہ جب تک اتمام حجت نہ کرلیں اور رسول بھیج کر اپنے احکام مخلوق کو نہ پہنچادیں اس وقت تک کسی کو سزا نہیں دیتے۔ ہاں اتمام حجت کے بعد اگر کوئی نہ مانے تو ہلاکت و عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ دنیا میں فوراً اپنا عذاب نازل ہی کردیں اکثر تو ڈھیل ہی دیئے جاتے ہیں تاکہ توبہ کی گنجائش باقی رہے لیکن اس پر بھی اگر کوئی باز نہیں آتا اور کفر و عصیان اس کی ہلاکت کا مقتضی ہوتا ہے تو پھر وہ صورت اختیار کی جاتی ہے جو یہاں ان آیات میں بتلائی گئی۔ یعنی جب کسی بستی کو بداعمالیوں کی بدولت تباہ کرنا منظور ہوتا ہے یونہی دفعۃً پکڑ کر ہلاک نہیں کردیا جاتا بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ اول پیغمبر یا اس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے خوشحال امیر اور بارسوخ لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے جن کے ماننے یا نہ ماننے کا اثر عوام پر پڑتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کردیتے ہیں اور کھلے بند نافرمانیاں کر کے تمام بستی کی فضا کو مسموم و مکدر بنادیتے ہیں اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کر کے عذاب الٰہی کی مستحق ہو جاتی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قوموں کے ہلاک کئے جانے کا سلسلہ بعثت نوح علیہ السلام کے بعد سے شروع ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام و نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں سب آدمی اسلام پر رہے پھر شرک و بت پرستی وغیرہ شروع ہوئی۔ نوح علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے اور سینکڑوں برس سمجھایا۔ جب نہ مانے آخر سب منکرین ہلاک کئے گئے۔ اس کے بعد پھر بہت سی قومیں عاد و ثمود وغیرہ تباہ ہوتی رہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کسی کو بےقصور نہیں پکڑتے۔ نہ غیر مناسب سزا دیتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک کے گناہوں کو دیکھ کر اور اس کے افعال و اطوار کو پوری طرح

جان کر موزوں اور مناسب برتاؤ کرتے ہیں۔

ان آیات میں اس حقیقت پر متنبہ کیا گیا ہے کہ جب کسی قوم کی شامت آنے کو ہوتی ہے تو اس قوم کے دولت مند امیر و رئیس فسق و فجور پر اتر آتے ہیں۔ شہوات و لذات میں مست ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں۔ ظلم و ستم اور بدکاریاں اور شرارتیں کرنے لگتے ہیں اور آخر یہی فتنہ پوری قوم کو لے کر ڈوبتا ہے۔

یہاں آیت میں خصوصیت سے خوش عیش' دولت مند اور مالداروں کا ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فطری طور پر عوام اپنے بڑوں' رئیسوں اور مالداروں اور حاکموں کے اخلاق و اعمال سے متاثر ہوتے ہیں جب یہ بدعمل ہو جاتے ہیں تو پوری قوم پر اس کا اثر پڑتا ہے اور نتیجہ میں پوری قوم بدعمل ہو جاتی ہے اس لئے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دیا ہے اور ریاست حکومت و امارات بخشی ہے ان کو اس کی فکر بہت زیادہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے اعمال و اخلاق پر نظر رکھیں اور اپنی اصلاح کرتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بڑوں کی عیش پرستی' دنیا طلبی' آخرت سے بے فکری اور دین سے غفلت کے باعث پوری قوم غلط راستہ پر پڑ جائے اور اس طرح قوم کی بداعمالی اور بداحوالی کا وبال بھی ان پر پڑے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اقوام عالم کی تباہی کا تذکرہ فرما کر کافروں کو تو یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ اگر تم بھی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سرکشی جاری رکھو گے تو مستحق عذاب ہو جاؤ گے اور دور حاضر کے مسلمانوں کے لئے بھی تازیانہ عبرت ہے۔ جن کے اکثر امراء رؤسا بادۂ غفلت اور عیش پرستی میں سرشار ہیں اور جو شب و روز بس دنیا سمیٹنے کی دھن میں گرفتار ہیں۔ خود بھی اللہ و رسول کی نافرمانیاں کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی اس کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

آگے بتلایا گیا ہے کہ نتائج عمل کے لحاظ سے دنیا میں انسانوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو اپنے ہر عمل سے دنیا کا طالب ہے۔ دوسرا گروہ اپنے ہر عمل سے آخرت کا طالب ہے پھر ہر گروہ کا انجام ظاہر فرمایا گیا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے بڑوں اور چھوٹوں' امراء رؤسا حاکم اور محکوم سب کو اپنی ہدایت سے نوازیں اور ہم کو اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکا اور سچا امتی بننا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہماری نافرمانیوں اور معصیتوں سے درگزر فرما اور دین و دنیا دونوں جہان میں اپنے عذاب اور گرفت سے مامون و محفوظ فرما۔

اے اللہ گذشتہ مجرم امتوں کے واقعات سے ہم کو عبرت حاصل کرنے والا بنا دے اور بے دینی اور بدعملی کی فضائیں جو اس ملک میں چل گئی ہیں ان کا خاتمہ فرما دے اور ہم کو سچی توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ ج

جو شخص دنیا کی نیت رکھے گا، ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دیدیں گے پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے

يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ﴿١٨﴾ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ

وہ اس میں بد حال راندۂ (درگاہ) ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے جیسی سعی کرنا چاہیے ویسی ہی سعی بھی کرے گا

مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ط

بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی۔ آپ کے رب کی عطا میں سے تو ہم ان کی بھی امداد کرتے ہیں اور اُن کی بھی،

وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ﴿٢٠﴾ انْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ط وَلَلْآخِرَةُ

اور آپ کے رب کی عطا بند نہیں۔ آپ دیکھ لیجئے ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے، اور البتہ آخرت درجوں کے اعتبار سے

أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ﴿٢١﴾

بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے۔

مَنْ جو کوئی	كَانَ يُرِيدُ چاہتا ہے	الْعَاجِلَةَ جلدی	عَجَّلْنَا ہم جلد دیدیں گے	لَهُ فِيهَا اسکو اس دنیا میں	مَا نَشَاءُ جتنا ہم چاہیں	لِمَنْ جس کو			
نُرِيدُ ہم چاہیں	ثُمَّ پھر	جَعَلْنَا ہم نے بنا دیا	لَهُ اس کیلئے	جَهَنَّمَ جہنم	يَصْلَاهَا وہ داخل ہوگا اس میں	مَذْمُومًا مذمت کیا ہوا			
مَدْحُورًا دور کیا ہوا	وَمَنْ اور جو	أَرَادَ چاہے	الْآخِرَةَ آخرت	وَسَعَىٰ اور کوشش کی اس نے	لَهَا اس کیلئے	سَعْيَهَا اسکی سی کوشش	وَهُوَ اور وہ		
مُؤْمِنٌ مومن	فَأُولَٰئِكَ پس یہی لوگ	كَانَ ہے	سَعْيُهُمْ انکی کوشش	مَشْكُورًا قدر کی ہوئی	كُلًّا ہر ایک	نُمِدُّ ہم دیتے ہیں	هَٰؤُلَاءِ ان کو بھی		
وَ اور	هَٰؤُلَاءِ انکو بھی	مِنْ سے	عَطَاءِ بخشش	رَبِّكَ تیرا رب	وَ اور	مَا كَانَ نہیں ہے	عَطَاءُ بخشش	رَبِّكَ تیرا رب	مَحْظُورًا روکی جانیوالی
انْظُرْ دیکھو	كَيْفَ کس طرح	فَضَّلْنَا ہم نے فضیلت دی	بَعْضَهُمْ انکے بعض	عَلَىٰ پر	بَعْضٍ بعض	وَلَلْآخِرَةُ اور البتہ آخرت			
أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ سب سے بڑے درجے	وَ اور	أَكْبَرُ تَفْضِيلًا سب سے برتر فضیلت میں							

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ نتائج عمل کے لحاظ سے انسان کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جس کی ساری طلب دنیا کی چند روزہ زندگی ہی کے لئے ہے۔ اس کے پیش نظر صرف دنیا ہی اور دنیا ہی کے فوائد کا وہ طلبگار ہے اور اپنا مطمح نظر اسی عارضی اور فانی دنیا کو بنا رکھا ہے اور اپنے عمل سے مقصود بس یہ دنیا ہی ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جس کا اصل مطمح نظر دار آخرت ہے۔ اور جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اس زندگی کے بعد بھی ایک زندگی ہے اس لئے اس دوسری زندگی کی سعادت کا بھی طالب ہے۔ پھر ان دونوں گروہوں کے متعلق قانون خداوندی بیان فرمایا گیا۔

اول گروہ کے متعلق بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں جتنا چاہیں گے اور جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال عطا کر دیں گے۔ غور کیجئے کہ یہاں مطلق وعدہ نہیں ہے کہ ہر طالب دنیا کو اس کی خاطر

خواہ دنیا ہی مل جائے گی بلکہ دو اہم قید بیان فرمائیں ایک یہ کہ صرف اسی کو ملے گی جس کے لئے حق تعالیٰ چاہیں اور دوسرے صرف اتنی ہی مقدار میں ملے گی جس حد تک مشیت الٰہی ہو گی۔ مگر اس گروہ کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو گا اور نتیجہ یہ ہو گا کہ آخرت میں بدحال اور راندۂ درگاہ ہو کر جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

دوسرے گروہ کے متعلق یعنی جو اپنے اعمال سے آخرت کی نیت رکھے گا اس کے متعلق بتلایا گیا کہ اللہ کے ہاں ایسوں کو پورا اجر مل کر رہے گا اور نجات ابدی اور سعادت دائمی حاصل ہو گی مگر یہاں بھی تین شرائط کے ساتھ یہ وعدہ ہے۔

پہلی شرط وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ فرمائی یعنی جو اپنے عمل سے مقصود آخرت کو رکھے گویا قبولیت کی پہلی شرط تصحیح نیت ہوئی۔

دوسری شرط فرمائی وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا یعنی آخرت کے لئے جیسی سعی کرنی چاہئے ویسی سعی بھی کرے یعنی محض تمنا اور آرزو کافی نہیں بلکہ انسان جب نیکی حاصل کرنا چاہے تو لازم ہے کہ عملاً بھی اس کی طرف قدم بڑھائے اور وہ عمل بھی اپنے ظن و گمان اور ہوائے نفس کے ماتحت نہیں بلکہ قانون اور قواعد شرعیہ کے مطابق ہو گویا دوسری شرط تصحیح عمل ہوئی یعنی اعمال کا شریعت اور سنت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہونا۔ اپنے دل سے گھڑی ہوئی دینی رسوم اور بدعات گو وہ بظاہر دیکھنے میں کیسی ہی بھلی نظر آئیں ہرگز آخرت میں نافع نہ ہو سکیں گے۔ اگر معیار شریعت سے ہٹے ہوئے رہے۔

تیسری شرط فرمائی۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ یعنی وہ شخص مومن بھی ہو۔ یہ تیسری اور سب سے زبردست شرط تصحیح عقیدہ کی فرمائی۔ یعنی صحیح نیت اور صحیح عمل کے ساتھ صحیح ایمان بھی ضروری ہے۔ غلط ایمان مثل عدم ایمان کے ہے۔ اللہ کی ذات وصفات' رسالت' ملائکہ' انبیاء' آسمانی کتب' جنت دوزخ' حشر و نشر' حساب و کتاب وغیرہ وغیرہ پر صحیح ایمان مدار نجات ہے تو ایمان ثابت نیت صادق اور عمل صحیح یہ تینوں امور طلبگار آخرت کے لئے لازم ہیں اور ان شرائط کے ساتھ اعمال عنداللہ مقبول اور لائق اجر ہوں گے۔

آگے کارخانۂ دنیا میں فیضانِ ربوبیت کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں تو رزق اور سامان زندگی دنیا پرستوں کو بھی مل رہا ہے اور آخرت کے طلبگاروں کو بھی۔ یہاں دنیا میں تو نیک و بد سعید و شقی' مقبول و مردود' کافر و مشرک' متقی و پرہیزگار' خزانہ غیب سے سب ہی مدد پاتے رہتے ہیں چنانچہ یہ تو روز کا مشاہدہ ہے کہ ہوا اور پانی اور سورج کی گرمی اور چاند کی ٹھنڈک اور روشنی اور حیوانی اور نباتی موجودات سے جس طرح مومن نفع اٹھا سکتے ہیں اسی طرح شدید منکرین بھی نفع اٹھا رہے ہیں تو عطاء دنیوی میں تو مقبولین بھی حصہ پا رہے ہیں اور غیر مقبولین بھی بلکہ عطاء دنیوی میں تو اکثر کفار اکثر مومنین سے زیادہ تنعم رکھتے ہیں پس یہ چیزیں قابل وقعت نہیں البتہ آخرت جو مخصوص ہے مقبولین کے ساتھ اور جو درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اس کا اہتمام کرنا چاہئے جس کے شرائط اوپر بیان فرمائے گئے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس گروہ میں شامل فرمالے۔ جن کو ہر عمل سے آخرت اور رضائے مولا مطلوب و مقصود ہوتی ہے۔

یا اللہ اس دنیائے فانی کو مطمح نظر بنا لینے سے ہمیں بچا لیجئے۔ اور ایمان کے ساتھ ہمیں تصحیح نیت و تصحیح عمل کی دولت عطا فرما دیجئے۔

اور دنیوی مال و دولت آخرت کے اجر و انعام کے مقابلہ میں ہماری نظروں میں ہیچ بنا دیجئے۔

یا اللہ ہمیں دنیا کا سودائی ہونے سے بچا لیجئے اور دین و آخرت کا شیدائی بن کر زندہ رہنے کی سعادت نصیب فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

اللہ کے ساتھ کوئی معبود مت تجویز کر ورنہ تو بدحال بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا۔ اور تیرے رب نے حکم کردیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو

اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا

اور تم ماں باپ کیساتھ حُسن سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں

تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ

تو اُن کو کبھی ہوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔ اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ

الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ

جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا ہے تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

اگر تم سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کردیتا ہے۔

لَا تَجْعَلْ تو نہ ٹھہرا	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِلٰهًا اٰخَرَ کوئی دوسرا معبود	فَتَقْعُدَ پس تو بیٹھ رہے گا	مَذْمُوْمًا مذمت کیا ہوا	مَّخْذُوْلًا بے بس ہو کر		
وَقَضٰى اور حکم فرمادیا	رَبُّكَ تیرا رب	اَلَّا تَعْبُدُوْٓا کہ نہ عبادت کرو	اِلَّآ اِيَّاهُ اس کے سوا	وَبِالْوَالِدَيْنِ اور ماں باپ سے	اِحْسَانًا حُسنِ سلوک		
اِمَّا يَبْلُغَنَّ اگر وہ پہنچ جائیں	عِنْدَكَ تیرے سامنے	الْكِبَرَ بڑھاپا	اَحَدُهُمَآ ان میں سے ایک	اَوْ یا	كِلٰهُمَا وہ دونوں	فَلَا تَقُلْ تو نہ کہہ	
لَّهُمَآ انہیں	اُفٍّ اُف	وَّلَا تَنْهَرْهُمَا اور نہ جھڑکو انہیں	وَقُلْ اور کہو	لَّهُمَا ان دونوں سے	قَوْلًا بات	كَرِيْمًا ادب کیساتھ	وَاخْفِضْ اور جھکادے
لَهُمَا ان دونوں کیلئے	جَنَاحَ بازو	الذُّلِّ عاجزی	مِنَ سے	الرَّحْمَةِ مہربانی	وَقُلْ اور کہو	رَّبِّ اے میرے رب	ارْحَمْهُمَا ان دونوں پر رحم فرما
كَمَا جیسے	رَبَّيٰنِيْ انہوں نے میری پرورش کی	صَغِيْرًا بچپن	رَبُّكُمْ تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا جو	فِيْ نُفُوْسِكُمْ تمہارے دلوں میں	
اِنْ اگر	تَكُوْنُوْا تم ہوگے	صٰلِحِيْنَ نیک	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	كَانَ ہے	لِلْاَوَّابِيْنَ رجوع کرنیوالوں کیلئے	غَفُوْرًا بخشنے والا	

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں آخرت کو مطمح نظر بنانے کی ترغیب دی گئی تھی اور دنیا پرستی کی مذمت فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ طالب آخرت کے لئے اور اعمال کی مقبولیت کے لئے تین شرائط لازمی ہیں۔ ایک تصحیح نیت' دوسرے تصحیح عمل' تیسرے تصحیح عقیدہ۔

اب یہاں سے عقائد و اعمال کا وہ دستور العمل بیان فرمایا جاتا ہے کہ جن کو طالب آخرت اختیار کرکے اور ان پر کاربند ہو کر سعادت ابدی حاصل کرسکتا ہے۔ دستور زندگی کی مختلف دفعات ہیں۔ بعض کا تعلق عقائد سے ہے بعض کا افعال و اقوال سے۔ بعض کا اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے۔ بعض کا بندگان خدا کے ساتھ اچھا برا سلوک کرنے سے۔ پھر مخلوق میں بھی کچھ اقارب ہیں کچھ غیر اقارب۔ بعض

قریب ترین تعلق رکھنے والے ہیں۔ بعض کا سلسلہ کسی قدر بعید ہے۔ غرض تفاوت درجہ کے اعتبار سے حقوق میں بھی تفاوت ہے۔ اس لئے ان آیات میں وہ احکامات بیان فرمائے گئے ہیں جن میں آخرت کی سعی کا طریقہ بتلایا گیا ہے جن پر چلنے سے انسان کو دار آخرت کی ابدی سعادت حاصل ہوتی ہے اور چونکہ اس کی بڑی شرط ایمان وتوحید ہے اس لئے ان احکام کو توحید سے شروع کیا ہے اور توحید ہی پر ختم کیا ہے۔

چنانچہ پہلا حکم یہ دیا جاتا ہے کہ اللہ برحق کے ساتھ کوئی اور معبود نہ ٹھہراؤ یعنی اللہ کی الوہیت اور ربوبیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اپنا حاجت روا، خالق، مربی، مختار کل سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کو نہ سمجھا جائے کیونکہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف دوڑنے سے سوائے ناکامی اور ذلت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ شرک کی ایک نمایاں قباحت اس دنیا میں تو یہ نظر آتی ہے کہ انسان توحید سے کٹ کر بالکل بے سہارے اور بے یار ومددگار رہ جاتا ہے اور آخرت میں بھی بے بسی اور بے کسی سے مشرک کو دوچار ہونا پڑے گا۔ غرض اللہ تعالیٰ کا یہ قطعی حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کی جائے۔ توحید یعنی خدا تعالیٰ کے حقوق بندگی کے بعد والدین یعنی ماں باپ کے حقوق ذکر کئے گئے ہیں اور۔

دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ ماں باپ کے ساتھ ہر قسم کا حسن سلوک اور بھلائی کی جائے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے جیسا کہ حدیث میں مضمون آیا ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم ومحبت کرے۔ مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑھے۔ ان کے لئے دعاء واستغفار کرے۔ ان کے کئے ہوئے عہد تا مقدور پورے کرے ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم وحسن سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئے۔ پھر بڑھاپے میں چونکہ خدمت کی احتیاج ماں باپ کو زیادہ ہوتی ہے جس سے بعض اوقات اہل وعیال بھی اکتانے لگتے ہیں اور زیادہ پیرانہ سالی میں تو ہوش وحواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے۔ بڑی سعادت مند اولاد کا کام ہے کہ اس وقت بوڑھے والدین کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری سے جی نہ ہارے اس لئے تنبیہ کی گئی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا ان کے مقابلہ میں زبان سے ''ہوں'' بھی مت کہو۔ بلکہ بات کرنے کے وقت پورے ادب اور تعظیم کو ملحوظ رکھو۔ خدمت والدین کے سلسلہ میں آگے مزید احکامات دیئے جارہے ہیں کہ انسان یہ سوچے کہ جب میں بالکل کمزور و ناتواں تھا تو انہوں نے میری پرورش میں خون پسینہ ایک کر دیا۔ اپنے خیال کے موافق میرے لئے ہر ایک راحت وخوبی کی فکر کی۔ ہزارہا آفات وحوادث سے بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ بارہا میری خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔ آج ان کی ضعیفی کا وقت آیا ہے اب جو کچھ میری قدرت میں ہے ان کی خدمت وتعظیم کرتا ہوں لیکن پورا حق ادا نہیں کر سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست ودعا کرے کہ اے پروردگار ان پر رحمت فرما گویا انہیں دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی سے بہرہ ور کر۔ پھر تعلیم دی گئی کہ والدین کی تعظیم اور ان کے سامنے تواضع وفروتنی صمیم قلب سے ہونی چاہئے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کیسے دل سے ماں باپ کی خدمت کرتا ہے اگر فی الواقع تم دل سے نیک اور سعادت مند ہو گے اور خدا کی طرف رجوع ہو کر اخلاص اور حق شناسی کے ساتھ ان کی خدمت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ اگر کسی وقت باوجود نیک نیتی کے تنگ دلی یا تنگ مزاجی سے کوئی والدین کی خدمت میں فروگذاشت ہوگئی پھر توبہ اور رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں۔

یہاں حق تعالیٰ نے والدین کے ادب واحترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی توحید اور عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا ہے۔ اور اسی طرح سورۂ لقمان ۲۱ ویں پارہ میں

فرمایا اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی تو یہاں بھی اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر لازم فرمایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم اور اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکر گزار ہونا لازمی ہے۔ ان آیات کے تحت فقہائے امت نے لکھا ہے کہ والدین اگر مشرک ہوں جب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک و حسن معاشرت واجب ہے بجز اس کے کہ باب شرک میں ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ اس کی تفصیل کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کن کن چیزوں میں ہے اور کن میں نہیں۔ کتب فقہ میں ملتی ہے مختصراً اتنا سمجھ لیا جائے کہ والدین کی اطاعت اگرچہ واجب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم والدین کے حکم سے مقدم ہے۔ کسی ناجائز یا حرام کے ارتکاب یا ترک فرائض وواجبات کے متعلق والدین کا کوئی حکم لائق اطاعت نہیں۔ علاوہ قرآنی حکم کے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کرنے کے متعلق بڑی تاکید فرمائی گئی ہے۔

یہاں موقع کی مناسبت سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ملفوظ کا ذکر کرتا ہوں لکھا ہے کہ ایک موقع پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اہل سلوک کے طریقہ میں پانچ چیزوں کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ ان پانچ چیزوں میں پہلی چیز ماں باپ کے چہرہ کی زیارت کرنا ہے۔ جو فرزند اپنے ماں باپ کی صورت خالص اللہ کے واسطے دیکھتا ہے تو مطابق حدیث شریف اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے۔ دوسری چیز قرآن شریف کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ تیسری چیز علما کے چہرہ کی طرف محبت وعقیدت کے ساتھ دیکھنا عبادت ہے۔ چوتھی چیز خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے اور پانچویں چیز پیرومرشد کی طرف دیکھنا عبادت ہے''۔

الغرض طالب آخرت کے اختیار کرنے کے لئے ان آیات میں دو حکم دیئے گئے۔ اول حکم توحید فی العبادت کا' دوسرا حکم والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا۔

اب آگے دیگر اہل حقوق کے حق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر طرح کے چھوٹے اور بڑے شرک سے بچا کر سچی توحید نصیب فرمائیں اور اپنی بندگی اور عبادت کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

یا اللہ اپنی رحمت سے ہماری قوم اور ملک کے لئے رحمت وہدایت کے فیصلہ فرمادے اور اپنی اطاعت وفرمانبرداری ہمارے لئے آسان فرمادے۔

یا اللہ ہمیں اپنے والدین کی دعاؤں کی برکت سے دنیا میں بھی عزت' امن وعافیت نصیب فرمایئے اور آخرت میں بھی جنت میں بے حساب داخل ہونا نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ان کی قبروں کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنا دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اُڑانا۔ بے شک بے موقع اڑانے والے

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ

شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ اور اگر اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی اُمید ہو

ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً

اُسکے انتظار میں تجھ کو اُن سے پہلوتہی کرنا پڑے تو ان سے نرمی کی بات کہہ دینا۔ اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیئے

اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہوکر بیٹھ رہے گا۔ بلا شبہ تیرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ ع

اور وہی تنگی کر دیتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے دیکھتا ہے۔

وَاٰتِ اور دو تم	ذَا الْقُرْبٰى قرابت دار	حَقَّهٗ اس کا حق	وَالْمِسْكِيْنَ اور مسکین	وَ اور	ابْنَ السَّبِيْلِ مسافر	وَلَا تُبَذِّرْ اور نہ فضول خرچی کرو		
تَبْذِيْرًا اندھا دھند	اِنَّ بیشک	الْمُبَذِّرِيْنَ فضول خرچ	كَانُوْٓا ہیں	اِخْوَانَ بھائی	الشَّيٰطِيْنِ شیطان	وَكَانَ اور ہے	الشَّيْطٰنُ شیطان	
لِرَبِّهٖ اپنے رب کا	كَفُوْرًا ناشکرا	وَاِمَّا اور اگر	تُعْرِضَنَّ تو منہ پھیر لے	عَنْهُمُ ان سے	ابْتِغَآءَ انتظار میں	رَحْمَةٍ رحمت	مِّنْ سے	رَّبِّكَ اپنا رب
تَرْجُوْهَا تو اس کیا امید رکھتا ہے	فَقُلْ تو کہہ	لَّهُمْ ان سے	قَوْلًا مَّيْسُوْرًا نرمی کی بات	وَ اور	لَا تَجْعَلْ تو نہ رکھ	يَدَكَ اپنا ہاتھ	مَغْلُوْلَةً بندھا ہوا	
اِلٰى تک	عُنُقِكَ اپنی گردن	وَ اور	لَا تَبْسُطْهَا نہ اسے کھول	كُلَّ الْبَسْطِ پوری طرح کھولنا	فَتَقْعُدَ پھر تو بیٹھا رہ جائے	مَلُوْمًا ملامت زدہ	مَّحْسُوْرًا تھکا ہوا	
اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	يَبْسُطُ فراخ کردیتا ہے	الرِّزْقَ رزق	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کا وہ چاہتا ہے	وَيَقْدِرُ اور تنگ کردیتا ہے	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	
	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں سے	خَبِيْرًا خبر رکھنے والا	بَصِيْرًا دیکھنے والا					

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات سے سلسلہ بیان واوامر نواہی کا شروع ہوا تھا اور واضح کیا گیا تھا کہ طالبین آخرت کے اعمال کیسے ہونے چاہئیں اور سعادت اخروی حاصل کرنے کے لئے سعی کن امور کی کرنی چاہیئے۔

پہلے گذشتہ آیات میں توحید فی العبادت کی تلقین کی گئی کہ اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی و پرستش نہ کرو اور اسکے بعد والدین کے حقوق کی طرف توجہ دلائی اور ان کی خدمت واطاعت کے احکام بیان فرمائے۔

اب آگے قرابت داروں اور غیر قرابت داروں یعنی مسکین و محتاجوں کے حقوق بیان فرمائے جا رہے ہیں۔ حق کا لفظ مالی اور غیر مالی ہر قسم کے حقوق پر شامل ہے لیکن یہاں ذکر حقوق مالی ہی کا ہو رہا ہے۔ اس لئے مال و دولت کے متعلق بھی احکام بتلائے گئے چنانچہ ان آیات میں حکم ہوتا ہے کہ اہل قرابت یعنی اپنے عزیز و اقارب کے حقوق ادا کرو۔ اب اقربا میں بھی سب اہل قرابت ایک طرح نہیں ہیں۔ کسی کا حق مقدم ہے کسی کا مؤخر۔

جیسا جس سے رشتہ ہو ویسا ہی کم و بیش اس کے ساتھ مالی اور ہمدردی کا سلوک کیا جائے۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مالدار پر محتاج رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہے۔

آگے فرمایا کہ مال فضول اور بے موقع مت اڑاؤ۔ لغویات اور بیہودہ کاموں میں صرف نہ کیا جائے اور ضروری کاموں میں خرچ کرنے کے وقت بھی مقدار ضرورت اور اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دلجمعی ہو اور بہت سی اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقع ملے اس کو بے جا اڑانا ناشکری ہے۔ اور آدمی ناشکری کر کے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح شیطان نے خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان و ضلالت میں خرچ کیا۔ اس نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں اڑایا۔ اور انسان کی مذمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ شیطان مردود سے تشبیہ دی جائے جو سرچشمہ ساری برائیوں کا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جب وہ لوگ جن کا حق دار ہونا ابھی اوپر گزر چکا ہے تم سے طالب اعانت ہوں اور عارضی طور پر تم خود اس وقت تہی دست ہو اور مالی امداد و اعانت نہیں کر سکتے تو نرم اور میٹھے طریقہ سے معذرت کر دے۔ مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ جب خدا ہم کو دے گا۔ انشاءاللہ ہم تمہاری خدمت کریں گے۔ سختی اور بداخلاقی سے ہرگز جواب نہ دے ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں اگلی خیراتیں بھی برباد نہ ہو جائیں۔ پھر خرچ میں میانہ روی اور اعتدال کی ہدایت ہے کہ دینے کے وقت نہ اتنا ہاتھ روک لیا جائے کہ گویا گردن سے باندھا ہوا ہے۔ دینے کے لئے پھیلتا ہی نہیں اور نہ بالکل پھیلا دیا جائے یعنی اپنا تمام مال دے ڈالے اور طاقت سے بڑھ کر یا آمدنی سے زائد ایسی کشادہ دستی دکھلائے کہ پھر بھیک مانگنی پڑے اور اپنے آپ کو محتاج ہو جائے۔ غرض اس معاملہ میں توسط اور اعتدال مدنظر رکھنا چاہیئے۔ آگے کل مال نہ دینے کی علت بیان فرمائی جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے تنگدست بناتا ہے وہ اپنے بندوں کے حال و مصالح سے خوب واقف ہے۔ یعنی اگر تم اپنا مال سب کا سب بھی دے ڈالو تو کل ناداروں کی ناداری تو دور نہیں کر سکتے۔ فقیر محتاج بہرحال قائم رہیں گے اور تم خود محتاج اور دوسروں کے دست نگر بن کر تکلیف اٹھاؤ گے۔ اور مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ فقیر و غنی بنانا اور روزی کا کم و پیش کرنا محض خدا کے قبضہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حالت کو خوب جانتا ہے۔ اور سب کو دیکھتا ہے کوئی اس سے پوشیدہ نہیں۔

اور اصل بات یہ ہے کہ اس آیت میں بدنظمی کیساتھ خرچ کرنے کو منع کیا گیا ہے آگے آنے والے حالات سے قطع نظر کر کے جو کچھ پاس ہے اسے اسی وقت خرچ کر ڈالے۔ کل کو دوسرے صاحب حاجت لوگ آئیں اور کوئی دینی اہم ضرورت پیش آ جائے تو اب اس کیلئے قدرت نہ رہے یا اہل و عیال جن کے حقوق اس کے ذمہ واجب ہیں انکے حق ادا کرنے سے عاجز ہو جائے (مظہری) (معارف القرآن جلد پنجم)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام مال و دولت کے کسب اور جمع کا مانع نہیں البتہ پہلے تو وہ کسب مال کے لئے شرائط یعنی پاکیزہ و حلال کی قید لگاتا ہے اور پھر صرف مال کے قاعدے مقرر کرتا ہے۔ کہ مال و دولت پر عزیزوں کے، مسکینوں کے ناداروں کے اور مسکینوں پ پردیسیوں اور مسافروں کے حق قائم ہیں۔ اسلام مالدار کو یہ حکم نہیں دیتا کہ وہ اپنے آسائش پر سرے سے کچھ خرچ ہی نہ کرے۔ جائز حدود کے اندر اس نے اس کی بھی پوری اجازت دی ہے البتہ اسراف و تبذیر سے قطعاً روکتا ہے کہ دونوں اسراف و تبذیر کا حاصل ایک ہی ہے کہ محل معصیت میں خرچ کرنا اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک معصیت بالذات مثلاً قمار، جوا، شراب نوشی، زنا، سینما بینی وغیرہ وغیرہ۔ اس میں کچھ بھی صرف کرنا ہر حال میں حرام ہے۔ دوسرے معصیت بالغیر یعنی عمل تو بجائے خود جائز ہو لیکن اس سے مقصود نام و نمود، شہرت، تفاخر، ریا وغیرہ ہو۔ اس میں بھی مال خرچ کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھیں اور ہم کو ان آیات مبارکہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرماویں۔ آگے مزید احکامات طالب آخرت کے لئے اگلی آیات میں دیئے گئے ہیں جن کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً

اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک اُن کا قتل کرنا بڑا بھاری

كَبِيْرًا ۝۳۱ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲

گناہ ہے۔اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بُری راہ ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اور نہ قتل کرو تم	اَوْلَادَكُمْ اپنی اولاد	خَشْيَةَ ڈر	اِمْلَاقٍ مفلسی	نَحْنُ ہم	نَرْزُقُهُمْ ہم رزق دیتے ہیں انہیں	وَاِيَّاكُمْ اور تم کو	
اِنَّ بیشک	قَتْلَهُمْ ان کا قتل	كَانَ ہے	خِطْاً	كَبِيْرًا گناہ بڑا	وَلَا تَقْرَبُوا اور نہ قریب جاؤ	الزِّنٰٓى زنا	اِنَّهٗ بیشک وہ
كَانَ ہے	فَاحِشَةً بے حیائی	وَسَاۗءَ اور برا	سَبِيْلًا راستہ				

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں اقربیٰ ومساکین وغیرہ کے اَدائے حقوق اوراسراف وتبذیر کی ممانعت کے احکام بیان ہوئے تھے۔

اب آگے مزید احکام ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایام جاہلیت میں عرب کے بعض قبائل میں دستور تھا کہ اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیتے تھے اور اس کا سبب ہمہ گیر افلاس تھا۔ عرب میں تجارت کے ذرائع محدود' زراعت کی کمی' صنعت کا فقدان تھا۔اس لئے عموماً مواشی کی پرورش یا غارتگری اور رہزنی وجہ معاش تھی۔اور ظاہر ہے کہ ان ذرائع معاش میں کیا وسعت ہوسکتی ہے اس لئے کھانے پینے کی عموماً تکلیف رہتی تھی۔ پیدائش اولاد میں بیٹوں سے چونکہ غارتگری اور کسب معاش میں اعانت ہوسکتی تھی اس لئے لڑکوں کی پرورش وکفالت تو عرب کے جاہل بخوشی گوارا کر لیتے تھے مگر لڑکیاں اس کام کی نہیں ہوسکتی تھیں وہ تو محض بار بنتی تھیں اس لئے ان کی کفالت و پرورش کو ناقابل برداشت جانتے تھے اور اس مصیبت کو دور کرنے کی انہوں نے یہ تدبیر نکالی تھی کہ پیدا ہوتے ہی لڑکی کو قتل کر دیتے تھے۔قرآن پاک نے اس فعل شنیع کی ممانعت فرمادی اور حکم دیا کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ یعنی وہ تمہاری اولاد ہے تمہارا خون ہے۔تمہارا پارۂ جگر ہے۔ایسی سنگ دلی مت اختیار کرو۔رہا افلاس کا خوف تو تم خود اپنے رزاق نہیں ہو۔اولاد کے رزق کی کیوں فکر کرتے ہو۔اللہ تمہاری روزی کا بھی کفیل ہے اور تمہاری اولاد کے رزق کا بھی۔ یہ فکر تو خدا کو ہونی چاہئے ۔ رازق رسانی تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ یاد رکھو قتل اولاد زبردست گناہ ہے۔اس کا مواخذہ بہت سخت ہوگا۔حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت مذکور ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا اللہ کا ہمسر قرار دینا باوجودیکہ اللہ ہی نے تجھے پیدا کیا ہے۔میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اولاد کو قتل کرنا اس خیال کے ماتحت کہ وہ تیرے ساتھ رزق میں شریک ہوجائے گی۔

آگے ایک دوسرا حکم دیا جاتا ہے کہ زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو یعنی زنا کرنا تو بہت سخت چیز ہے اس کے پاس بھی مت جاؤ۔گویا زنا کے مقدمات اور ان ابتدائی محرکات سے بھی دور رہو جو اس راستہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ مثلاً اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر شرعی نظر کرنا' نامحرم عورتوں سے تخلیہ کرنا' ان سے ہنسی مذاق کرنا' رسم ملاقات بڑھانا' ناچ رنگ گانے بجانے کے جلسوں میں شرکت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ حاصل یہ کہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى کی ممانعت کے ماتحت بے حیائی اور بے حجابی کے سارے قولی' فعلی'

تقریری، تحریری، تصویری، لباسی مظاہرے آ گئے۔ یہ شریعت اسلامی ہی ہے جس نے ہر غیر نکاحی از دواجی تعلق کو ہر حال اور ہر صورت میں حرام قرار دے دیا ہے۔ ورنہ اکثر قدیم مذاہب اور جدید فرنگی جاہلی تہذیب اور قانون میں زنا بجائے خود تو گویا کوئی جرم ہی نہیں جب تک کہ جبر کی آمیزش یا حقوق شوہری میں دست اندازی وغیرہ شامل نہ ہو۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بابل، مصر، ایران، ہند قدیم کے جاہلی مذہبوں نے تو خاص خاص حالات میں اس کو ایک عمل مقدس مان رکھا تھا۔ یہ تو اسلام ہی دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا کہ جس نے افراد اور معاشرہ کی روحانی پاکیزگی، اخلاقی طہارت اور اجتماعی صالحیت پر کسی مفسدہ، مضرت اور خطرہ کا ایک داغ بھی گوارا نہیں کیا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ غیروں کو کیا کہا جائے اب تو فرزندان توحید ہی کے افراد شرعی اور اسلامی لبادہ کو اوڑھنے سے بے نیاز ہوتے جا رہے ہیں اور مغربیت اور یورپین تہذیب و معاشرہ کے جال میں پھنستے جا رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الغرض ان آیات میں دو حکم بیان فرمائے گئے ایک تو قتل اولاد کی ممانعت دوسرے زنا جیسی بے حیائی اور بری راہ سے بچنا۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:۔

''کہ قرآن کریم کے ارشاد سے اس معاملے پر بھی روشنی پڑتی ہے جس میں آج کی دنیا گرفتار ہے کہ کثرت آبادی کے خوف سے ضبط تولید اور منصوبہ بندی کو رواج دے رہی ہے۔ اس کی بنیاد بھی اسی جاہلانہ فلسفہ پر ہے کہ رزق کا ذمہ دار اپنے آپ کو سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ معاملہ قتل اولاد کے برابر گناہ نہ سہی مگر اس کے مذموم ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں''۔

قرآن پاک کی یہ آیت بتلاتی ہے کہ انسان کی یہ خام خیالی ہے کہ وہ معاشی ذرائع کی تنگی کے وہمی اندیشہ سے افزائش نسل کا سلسلہ روک دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ آیت انسانوں کو اس بات پر متنبہ کرتی ہے کہ رزق رسانی کا انتظام اے کوتاہ نظر انسان تیرے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس خدا کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین میں بسایا ہے اور جس طرح وہ پہلے آنے والوں کو روزی دیتا رہا ہے بعد کے آنے والوں کو بھی دے گا اور تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا کے ملکوں میں کھانے والی آبادی جتنی بڑھتی گئی ہے۔ اتنے ہی بلکہ نسبتاً اس سے بہت زیادہ معاشی ذرائع وسیع ہوتے چلے گئے ہیں۔ لہذا خداوند رب العالمین کے تخلیقی انتظامات میں انسان کی بے جا دخل اندازیاں دین سے جہالت اور اعلیٰ درجہ کی حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور قرآن کی فہم عطا فرمائیں۔ ابھی احکامات کا سلسلہ اگلی آیات میں جاری ہے۔ یہاں اپنی اولاد کو قتل کی ممانعت تھی آگے کسی غیر کو قتل کی ممانعت ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کے جو احکام اس قرآن پاک کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ان کی سمجھ عطا فرما اور ان پر ایمان اور یقین کامل کے ساتھ عمل بھی نصیب فرما۔ اے اللہ آپ ہی مخلوق کے رازق ہیں۔ بیشک آپ ہی سب کو رزق پہنچاتے ہیں ہم کو اس پر ایمان و یقین کامل عطا فرما دے۔ اور جو رزق ہم کو عطا فرمائیں اس میں برکت عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ

اور جس شخص (کے قتل) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اُس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر اور جو شخص ناحق قتل کیا جاوے تو ہم نے اُس کے وارث کو

سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴿۳۳﴾

اختیار دیا ہے سو اُس کو قتل کے بارہ میں حد (شرع) سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے وہ شخص طرفداری کے قابل ہے۔

وَ اور	لَا تَقْتُلُوا نہ قتل کرو	النَّفْسَ جان	الَّتِي وہ جو کہ	حَرَّمَ اللَّهُ اللہ نے حرام کیا	إِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَمَنْ اور جو	قُتِلَ مارا گیا
مَظْلُومًا مظلوم	فَقَدْ جَعَلْنَا تو تحقیق ہم نے کردیا	لِوَلِيِّهِ اس کے وارث کے لئے	سُلْطَانًا ایک اختیار	فَلَا يُسْرِفْ پس وہ حد سے نہ بڑھے				
فِي الْقَتْلِ قتل میں	إِنَّهُ بیشک وہ	كَانَ ہے	مَنْصُورًا مدد دیا گیا					

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات سے عقائد واعمال کا وہ دستور العمل بیان ہوتا چلا آ رہا ہے جس پر کاربند ہو کر انسان کو آخرت کی دوامی سعادت حاصل ہوسکتی ہے۔

اب آگے اس آیت میں مزید بعض احکام بیان فرمائے جا رہے ہیں۔ ایام جاہلیت میں عرب میں قتل وغارت گری کا بھی عمومی رواج تھا۔ اس وقت اس کو اکثر لوگ نہ فقط مستحسن سمجھتے تھے بلکہ اس پر فخر کرتے تھے اور فخریہ قصیدے لکھتے تھے۔ ایام جاہلیت کی عرب کی شاعری کا بیشتر حصہ اسی جاہلانہ تفاخر سے بھرا پڑا ہے۔ پھر ایک کے عوض ایک ہی کو قتل نہ کرتے تھے بلکہ قاتل کے خاندان اور طرفداروں کی جڑ بنیاد کھود ڈالتے تھے۔ قرآن پاک نے ان ناشائستہ حرکتوں کی ممانعت فرمادی اور ناحق قتل کرنا حرام قرار دیا چنانچہ حکم دیا جاتا ہے کہ جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے قواعد شرعیہ کی رو سے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو سوائے اس وقت کے جبکہ وجوب یا اباحت قتل کا کوئی شرعی سبب پایا جائے اس وقت قتل کرنا درست ہے۔ یہاں قتل سے صرف دھار دار آہنی آلہ سے جان لینا مراد نہیں ہے بلکہ قتل یہاں اپنے وسیع لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اور جان لے لینے کی ہر صورت پر شامل ہے۔ مزید یہاں قتل نفس سے مراد صرف دوسرے انسان کا قتل ہی نہیں ہے بلکہ خود اپنے آپ کو قتل کرنا بھی اس حکم میں شامل ہے اس لئے کہ نفس جس کو اللہ نے ذی حرمت ٹھہرایا ہے اس میں دوسرے نفوس کی طرح انسان کا اپنا نفس بھی داخل ہے۔ لہٰذا جتنا بڑا جرم اور گناہ قتل انسان ہے اتنا ہی بڑا جرم اور گناہ خودکشی بھی ہے۔ یہ انسان کی بڑی غلط فہمی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی جان کا مالک اور اپنی اس ملکیت کو باختیار خود تلف و ضائع کردینے کا مجاز سمجھتا ہے۔ حالانکہ یہ جان اللہ کی ملکیت ہے اور ہم اس کو تلف کرنے کے تو کیا اس کے کسی بے جا استعمال کے بھی مجاز نہیں ہیں تو یہاں خواہ دوسرے کا قتل ہو یا اپنا صریح ممانعت فرمائی گئی۔

چونکہ قتل انسان بغیر کسی شرعی سبب کے بڑا شدید جرم ہے اس لئے احادیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بڑی تنبیہ فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لے کر مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ قاتل کا جہنمی ہونا تو خیر تھا مقتول کا کیا قصور ہے؟ فرمایا وہ بھی اپنے مقابل کو قتل کرنے کا خواہشمند تھا۔

خلاصہ یہ کہ ناحق قتل کرنا حرام قرار دیا گیا اور اولیائے مقتول

کو قاتل سے انتقام لینے کی اجازت دی مگر زیادتی کرنے سے منع فرمایا پھر اولیائے مقتول کو یہ بھی اختیار ہے خواہ قصاص لیں یا خون بہا۔ اور دستوری قصاص سے بڑھ کر اس پر زیادتی کرنا یہ ناجائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج ۱۰ھ میں جو فرمایا اور جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے اس موقع پر ۹ ذی الحجہ عرفات کے میدان میں جو خطبہ آپ نے دیا وہ بہت ہی اہم تعلیمات اور نصائح پر مبنی ہے۔

جس میں آپؐ نے فرمایا۔ آپس میں تمہاری جان اور تمہارا مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لئے قیامت تک اتنا ہی مقدس ہیں جتنا آج کا دن۔ آج کا مہینہ اور یہ محترم سرزمین۔

اب آپ ایک طرف تو یہ قرآنی احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات سامنے رکھئے اور دوسری طرف دور حاضر کے مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالئے کہ آپس میں قتل و خون ایک کھیت کی مانند ہوگیا ہے۔ اخبار بین دن رات دیکھتے ہیں کہ آپس میں اختلاف ہوا پھر نہ مقابل کی عزت کی پروا نہ آبرو کی پروا اور نہ جان و مال کی پروا۔ یہ تعلیمات قرآنی اور ہدایات نبوی اور شریعت اسلامی تو تمام عالم اور تمام انسانیت کے لئے رحمت بن کر آئی تھی۔ مگر جبھی تو کہ جب ہم اس کو اپنانے کے لئے تیار ہوں ورنہ جو انجام دنیا میں دیکھ رہے ہیں وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ آگے آخرت کا جو حال ہوگا وہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

الغرض یہاں قتل ناحق کی ممانعت کا حکم دیا گیا۔ آگے یتامیٰ کے مال کی حفاظت اور اس سے متعلق احکام اور بعض معاشرتی احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔ جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ دنیا تو جتنی اور جس کے لئے آپ نے مقدر فرمادی ہے اتنی ہی نصیب ہوگی۔ دنیا کی حرص ولالچ سے ہم کو بچایئے اور آخرت کا حریص بنا کر زندہ رکھئے۔

یا اللہ ہمیں جو کچھ بھی آپ اپنی رحمت سے دنیا عطا فرمائیں اسے آخرت کے بنانے اور سنوارنے کے لئے ذریعہ رحمت بنادیجئے۔

یا اللہ اب دنیا طلبی کا مرض اس امت مسلمہ میں بھی گھس آیا ہے۔ اور دنیا کی بڑائی ہمارے لئے قابل فخر ہونے لگی ہے۔

حق تعالیٰ اس امت مسلمہ کی اصلاح کی صورت غیب سے فرماویں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی ظاہر اور باطن میں ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو پابندی نصیب فرماویں۔ جملہ قرآنی احکام کی تابعداری ہم کو نصیب فرماویں اور ایک مسلمان کی جان، مال، عزت وآبرو کی حرمت ہمارے دلوں میں پیدا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے اور عہد (شروع) کو پورا کیا کروٗ

اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ

بیشک (ایسے) عہد کی (قیامت میں) باز پرس ہونے والی ہے۔اور جب ناپ تول کردوتو پوراناپو اور صحیح ترازو سے تول کردوٗ

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾

یہ اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا اور پاس نہ جاؤ	مَالَ الْيَتِيْمِ یتیم کا مال	اِلَّا مگر	بِالَّتِيْ اس طریقہ سے	هِيَ وہ	اَحْسَنُ سب سے بہتر	حَتّٰى یہاں تک کہ	
يَبْلُغَ وہ پہنچ جائے	اَشُدَّهٗ اپنی جوانی	وَاَوْفُوْا اور پورا کرو	بِالْعَهْدِ عہد کو	اِنَّ بیشک	الْعَهْدَ عہد	كَانَ ہے	مَسْئُوْلًا پرسش کیا جانے والا
وَاَوْفُوا اور پورا کرو	الْكَيْلَ پیمانہ	اِذَا كِلْتُمْ جب تم ماپ کردو	وَزِنُوْا اور وزن کروتم	بِالْقِسْطَاسِ ترازو کے ساتھ	الْمُسْتَقِيْمِ سیدھی		
ذٰلِكَ یہ	خَيْرٌ بہتر	وَّاَحْسَنُ اور سب سے اچھا	تَاْوِيْلًا انجام کے اعتبار سے				

تفسیر وتشریح

اس سورۂ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع کے شروع میں جو سلسلہ احکام طالبین آخرت کے لئے بیان فرمانا شروع ہوئے تھے وہی سلسلہ ان آیات اور اگلی آیات میں ابھی جاری ہے۔ گذشتہ آیت میں قتل ناحق کی ممانعت تھی اب ان آیات میں یتیم کے مال کی حفاظت اور اس میں ناحق تصرف کی ممانعت اپنے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کرنا اور ناپ تول میں کمی نہ کرنے کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

عرب میں ایام جاہلیت میں یتیموں کا مال اڑانے اور اس میں بے جا تصرف کرنے کا بھی رواج تھا۔ یتیم بچے جس کی زیر نگرانی رہتے وہ ان کے مال میں خوب خورد برد کرتا۔ قرآن پاک نے اس فعل کی پرزور ممانعت فرمادی لیکن یتیموں کی کفالت ان کے مال کی نگرانی اور درستی بھی لازم تھی اور اس کی تکمیل بغیر اس کے ہو نہیں سکتی تھی کہ یتیم کے مال میں کچھ حصہ جائز ضرورتوں میں بقدر ضرورت صرف کیا جائے اس لئے ممانعت کے ساتھ

اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فرمادیا جس کے تحت میں صرف مال یتیم کے وہ سارے طریقہ آگئے جن سے یتیم کی خدمت اور اس کے مال کا نفع مقصود ہو۔ تو جہاں تک یتیم کے مال کی نگہداشت‘ حفاظت‘ خیر خواہی مقصود ہو اسی حد تک اس کے مال میں سے ولی کو خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ پھر جب یتیم پوری طرح سن شعور کو پہنچ جائے اور اپنے نفع ونقصان کو خوب سمجھنے لگے اس وقت اس کی جائیداد اور مال اس کے حوالہ کردیا جائے۔

آگے دوسرا حکم اپنے کئے ہوئے عہد کی پابندی کرنا اور عہد شکنی اور وعدہ خلافی کی ممانعت میں فرمایا جاتا ہے اور حکم ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کے موافق جو عہد و پیمان یا وعدہ کرلیا جائے اس کی پابندی اور ایفا لازم ہے۔ بصورت خلاف ورزی قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔ یعنی جیسے قیامت میں اور فرائض وواجبات اور احکام الٰہیہ کے پورا کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہوگا ایسے ہی باہمی معاہدات کے متعلق بھی سوال ہوگا۔ اب اس حکم کے تحت میں ہر قسم کے جائز وعدے اور معاہدے آگئے خواہ اللہ

سے کئے جائیں یا بندوں سے۔

تیسرا حکم لین دین میں ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرنے اور ٹھیک ناپنے تولنے کے متعلق ہوتا ہے۔ کفار عرب اول تو تجارت پیشہ ہی بہت کم تھے اور تھے بھی تو بے ایمانی کرتے تھے۔ زیادہ لے لیتے اور کم دیتے۔ ترازو سے تولنے میں ڈنڈی مار دیتے۔ اس کی اہل اسلام کو ممانعت فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ صحیح ناپنے اور تولنے سے بہتری حاصل ہوتی ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔ یعنی آدمی کو دنیا میں بھی نیک نامی اور تجارتی فروغ اور مالی برکت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بھی روسیاہی سے بچ جائے گا۔ غرض کہ تجارتی و معاشرتی زندگی کے ہر شعبہ اور معاملات باہمی کی ہر شاخ میں پوری طرح دیانت' امانت و صداقت کے اصول پر کاربند رہنے کا حکم فرمایا گیا۔ جس کا حاصل یہی ہے کہ جس کا جتنا حق ہے اس سے کم دینا حرام ہے۔

ان قرآنی ہدایات سے معلوم ہوا کہ اسلام کچھ رسمی قسم کے اعمال کا نام نہیں بلکہ سارے نظام زندگی کو قانون الٰہی کے سانچہ میں ڈھال لینے کا نام "اسلام" ہے۔ کیونکہ جس طرح اسلام نے عقائد و عبادات کی تعلیم دی ہے ویسے ہی معاملات و معاشرات و اخلاقیات کی بھی تعلیم دی ہے۔ معاملات میں سچائی اور ایمانداری کی تعلیم بھی اسلام کی اصولی اور بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان کامل اور مومن صادق بننا نصیب فرمائیں۔ آمین ابھی اسی سلسلہ میں مزید چند احکام اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ جن کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور معاشرات و معاملات میں قرآنی اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ عہد و پیمان کی پابندی اور وعدہ کا ایفا ہم کو پوری طرح نصیب فرما۔

یا اللہ لین دین' خرید و فروخت تجارت و کاروبار میں ہم کو قرآنی اور اسلامی احکام کے ماتحت اپنی زندگی گزارنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہم نے جو کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اور اس پر ایمان لا کر عہد اور اقرار کیا ہے ہم کو اس عہد میں سچا اور امانت دار بنا کر زندہ رکھئے اور اسی کلمہ طیبہ پر ہمارا خاتمہ فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ

اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔

مَسْئُوْلًا ۝٣٦ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝٣٧

اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل (کیونکہ) تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے۔

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝٣٨ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓی اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ

یہ سارے برے کام تیرے رب کے نزدیک ناپسند ہیں۔ یہ باتیں اس حکمت میں کی ہیں جو خدائے تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہیں

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰی فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝٣٩ اَفَاَصْفٰكُمْ

اور اے مخاطب اللہ برحق کے ساتھ کوئی اور معبود تجویز مت کرنا ورنہ تو الزام خوردہ اور راندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جاوے گا۔ (اے مشرکو)

رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝٤٠

تو کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنائی ہیں بے شک تم بڑی (سخت) بات کہتے ہو۔

وَلَا تَقْفُ اور پیچھے نہ پڑو	مَا لَيْسَ جس کا نہیں	لَكَ تیرے لئے	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ علم	اِنَّ بیشک	السَّمْعَ کان	وَالْبَصَرَ اور آنکھ	وَ اور	الْفُؤَادَ دل
كُلُّ ہرایک	اُولٰٓئِكَ یہ	كَانَ ہے	عَنْهُ اس سے	مَسْئُوْلًا پرسش کیا جانیوالا	وَلَا تَمْشِ اور نہ چل	فِی الْاَرْضِ زمین میں	مَرَحًا اکڑ کر	اِنَّكَ بیشک تو	
لَنْ تَخْرِقَ ہرگز نہ چیر ڈالے گا	الْاَرْضَ زمین	وَلَنْ تَبْلُغَ اور ہرگز نہ پہنچے گا	الْجِبَالَ پہاڑ	طُوْلًا بلندی	كُلُّ تمام	ذٰلِكَ یہ	كَانَ ہے	سَيِّئُهٗ اس کی برائی	
عِنْدَ نزدیک	رَبِّكَ تیرا رب	مَكْرُوْهًا ناپسندیدہ	ذٰلِكَ یہ	مِمَّآ اس سے جو	اَوْحٰی وحی کی	اِلَيْكَ تیری طرف	رَبُّكَ تیرا رب	مِنَ الْحِكْمَةِ حکمت سے	
وَلَا اور نہ	تَجْعَلْ بنا	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِلٰهًا معبود	اٰخَرَ کوئی اور	فَتُلْقٰی پھر تو ڈالدیا جائے	فِیْ جَهَنَّمَ جہنم میں	مَلُوْمًا ملامت زدہ		
مَدْحُوْرًا دھکیلا ہوا	اَفَاَصْفٰكُمْ کیا تمہیں چن لیا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	بِالْبَنِيْنَ بیٹوں کیلئے	وَاتَّخَذَ اور بنالیا	مِنَ سے	الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتے			
اِنَاثًا بیٹیاں	اِنَّكُمْ بیشک تم	لَتَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہو	قَوْلًا عَظِيْمًا بڑا بول						

تفسیر وتشریح: ان آیات میں مزید چند احکام بیان فرمائے جاتے ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ بلاتحقیق ہر سنی سنائی بات کے پیچھے نہ ہو لیا کرو یعنی بے تحقیق بات نہ زبان سے نکالو۔ نہ اس کی اندھا دھند پیروی کرو۔ انسان کو چاہئے کہ کان' آنکھ دل و دماغ سے کام لے کر اور بقدر کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے۔ سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یونہی اٹکل پچو کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عملدرآمد شروع نہ کر دے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا غلط تہمتیں لگانا بے تحقیق باتیں سن کر کسی کے درپئے آزار ہونا۔ یا بغض و عداوت قائم کر لینا۔ باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا ان دیکھی یا ان سنی چیزوں کی دیکھی یا سنی بتلانا غیر معلوم کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں۔ یہ سب صورتیں اس آیت کے حکم کے تحت داخل ہیں

اور ممنوع ہیں۔ پھر بغرض تنبیہ کے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا؟ بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟ ہر ہر شخص سے سوال اس کا ہوگا کہ کان سے سننے کا' آنکھ سے دیکھنے کا اور دل سے سوچنے سمجھنے اور یقین کرنے کا کام جائز اور صحیح موقعوں پر کتنا لیا اور ناجائز اور غلط موقعوں پر کتنا؟ اب غور کیجئے احساس ذمہ داری کی تعلیم ہر ہر فرد کو اس سے بہتر اور کہاں ملے گی۔

آگے دوسرا حکم دیا جاتا ہے کہ زمین پر اترا کر نہ چلا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں تعلیم و تہذیب کا فقدان تھا۔ جہالت اور بربریت کا دور تھا۔ اسی بناء پر جسمانی قوت' جتھے کی کثرت اور جاہلانہ شجاعت پر عموماً فخر کیا کرتے تھے اور اس فخر کا مظاہرہ صرف زبانی ہی نہ ہوتا تھا بلکہ طور طریق اور چال ڈھال میں بھی اس کے آثار نمایاں ہوتے تھے۔ اس خود پسندی اور اکڑفوں کو دور کرنے کا حکم دیا گیا اور بتلایا گیا کہ متکبروں کی چال چلنا' انسان کو زیب نہیں۔ نہ تو زور سے پاؤں مار کر زمین کو پھاڑ سکتا ہے نہ گردن ابھارنے اور سینہ تاننے سے اونچا ہو کر پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ پھر ایسے ضعف اور عجز اور اس بساط پر اکڑنے سے کیا فائدہ۔ تو یہاں جب متکبرین کی وضع و ہیئت کو اس قدر ممنوع و مذموم بتلایا تو نفس تکبر کس درجہ مذموم ہوگا۔ گویا مقصود ہر طرح کے فخر و تکبر کی روک تھام ہے۔

ان جملہ احکام کے اخیر میں فرمایا گیا کہ اوپر جو پر مغز اور بیش بہا نصیحتیں کی گئیں یہ وہ علم و حکمت اور تہذیب و اخلاق کی باتیں ہیں جنہیں عقل سلیم قبول کرتی ہے اور جو خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجی ہیں گویا ان جملہ احکام پر عمل کرنے کی ترغیب کے واسطے ان کا عین علم و حکمت ہونا بیان فرمایا گیا اور اس مضمون کو اسی مضمون توحید پر ختم کیا جاتا ہے جس سے اس کا آغاز فرمایا گیا تھا تا کہ مخاطب سمجھ سکے کہ تمام حسنات کا آغاز و انجام خالص توحید کو ہونا چاہئے۔ اخیر میں مشرکین عرب سے خطاب ہے کہ جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے (نعوذ باللہ) کہ ایک تو خدا کے لئے اولاد تجویز کرنا اور اولاد بھی بیٹیاں جنہیں تم خود نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو یہ بڑی بھاری گستاخی ہے یعنی جب شرک کا قبیح اور باطل ہونا سن لیا تو پھر بھی ایسی باتوں کے قائل ہوتے ہو جو توحید کے خلاف ہیں۔

مشرکین عرب کے معبودوں میں دیوتا کم تھے۔ دیویاں زیادہ تھیں اور ان دیویوں کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ نعوذ باللہ یہ خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اسی طرح وہ فرشتوں کو بھی خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ تو انہیں یہاں تنبیہ کی گئی کہ جب شرک کا قبیح اور باطل ہونا سن لیا تو پھر ایسی باتوں کے کیوں قائل ہوتے ہو جو توحید کے خلاف ہیں۔

اب چونکہ یہاں توحید کی تقریر تھی اس لئے آگے بھی وہی مضمون ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ جو قرآنی احکام ہم کو معلوم ہو جائیں ان پر دل و جان سے ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما دے۔ ہم سے جو کوتاہیاں قرآن کے حقوق کی ادائیگی میں ہو رہی ہیں ان کو قرآن عظیم کے طفیل میں یا اللہ معاف فرما دے۔ اور اس سرچشمہ رحمت و ہدایت کی ہم کو حقیقی عظمت عطا فرما دے۔ ہمارا مرنا اور جینا اسی قرآن عظیم کے موافق بنا دے۔ یا اللہ ہمارے عقیدۂ توحید کو اتنا مضبوط بنا دے کہ ہم کسی حال میں آپ کی کارسازی کے خلاف وسوسہ تک دل میں نہ لاویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّکَّرُوْا ؕ وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ کَانَ مَعَهٗۤ

اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تا کہ (اس کو) اچھی طرح سے سمجھ لیں، اور اُن کی نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے آپ فرمائیے کہ اگر اُس کے

اٰلِهَةٌ کَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ

ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے تک انہوں نے راستہ ڈھونڈھ لیا ہوتا۔ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس سے پاک

عُلُوًّا کَبِیْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا

اور بہت زیادہ برتر ہے۔ تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں ہیں اُس کی پاکی بیان کررہے ہیں، اور کوئی چیز ایسی نہیں

یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

جو تعریف کے ساتھ اُس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ اُن کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو، وہ بڑا حلیم ہے بڑا غفور ہے۔

وَ اور	لَقَدْ صَرَّفْنَا البتہ ہم نے طرح طرح سے بیان کیا	فِیْ میں	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	لِیَذَّکَّرُوْا تا کہ وہ نصیحت پکڑیں	وَمَا اور نہیں			
یَزِیْدُهُمْ بڑھتی ان کو	اِلَّا مگر	نُفُوْرًا نفرت	قُلْ کہدیں آپ	لَوْ کَانَ اگر ہوتے	مَعَهٗ اسکے ساتھ	اٰلِهَةٌ اور معبود	کَمَا جیسے	یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں
اِذًا اس صورت میں	لَابْتَغَوْا وہ ضرور ڈھونڈتے	اِلٰی طرف	ذِی الْعَرْشِ عرش والے	سَبِیْلًا کوئی راستہ	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	وَتَعٰلٰی اور برتر		
عَمَّا اس سے جو	یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	عُلُوًّا برتر	کَبِیْرًا بہت بڑا	تُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتے ہیں	لَهٗ اس کی	السَّمٰوٰتُ آسمان	السَّبْعُ سات	
وَالْاَرْضُ اور زمین	وَمَنْ اور جو	فِیْهِنَّ ان میں	وَاِنْ اور نہیں	مِنْ شَیْءٍ کوئی چیز	اِلَّا مگر	یُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتی ہے	بِحَمْدِهٖ اس کی حمد کیساتھ	
وَلٰکِنْ اور لیکن	لَا تَفْقَهُوْنَ تم نہیں سمجھتے	تَسْبِیْحَهُمْ ان کی تسبیح	اِنَّهٗ بیشک وہ	کَانَ ہے	حَلِیْمًا بُردبار	غَفُوْرًا بخشنے والا		

تفسیر وتشریح

قرآن مجید کا اصلی، مرکزی و بنیادی موضوع تو توحید ہی ہے۔ مذمت شرک و مدح توحید کی تکرار اور تصریحات سے قرآن مجید اسی لئے لبریز ہے کہ یہ خوب دلوں میں گھر کر جائے۔ لیکن مشرکین کی ضد اور کج فہمی کا یہ عالم تھا کہ انہیں اور الٹی توحید سے نفرت و بیزاری ہی بڑھتی جاتی تھی۔ گذشتہ آیت میں شرک کی مذمت فرمائی گئی تھی اور توحید کی تعلیم دی گئی تھی۔ اسی سلسلہ کلام میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم مختلف طریقوں اور طرح طرح کے دلائل وشواہد سے ان مشرکین کو فہمائش کرتا ہے لیکن بجائے نصیحت حاصل کرنے کے یہ بد بخت اور زیادہ بدکتے اور وحشت کھا کر بھاگتے ہیں۔

آگے پھر ایک دلیل توحید باری تعالیٰ۔ اس کی شان ربوبیت، شان الوہیت اور شان حاکمیت کی دی جاتی ہے کہ اگر ذات باری تعالیٰ خداوند قدوس معبود برحق کے ساتھ اور بھی خدا ہوتے جیسا کہ یہ مشرکین کہتے ہیں اور بتوں یا دیوی دیوتاؤں کو خدائی کا شریک اور الوہیت کا حصہ دار بتلاتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے یعنی خدائے حقیقی تک مخالفانہ طور پر پہنچنے کا انہوں نے کبھی کا راستہ ڈھونڈھ لیا ہوتا۔ یعنی مخالفت اور مقابلہ واقع ہوتا۔ پھر

عالم کا نظام موجودہ کیسے باقی رہتا۔ یہ نظام عالم کبھی کا درہم برہم ہو چکا ہوتا۔ جب یہ نظام عالم قائم ہے تو ثابت ہوا کہ حاکمیت کی شان اعلیٰ ایک معبود برحق ہی کی ہے جس میں کسی دوسرے کی شرکت کا گزر نہیں ۔ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والی کل مخلوق اس کی پاکی' بزرگی اور بڑائی۔ تعظیم جلالت اور تعریف بیان کرتی ہے۔ ہر ایک مخلوق اپنے خالق کی قدوسیت کا اعلان اپنے مرتبہ وجود کے مناسب اور مطابق برابر کرتی رہتی ہے اور موجودات عالم کا ذرہ ذرہ اپنے صانع حقیقی اور قادر مطلق کے نہ صرف وجود کی بلکہ یکتائی اور صناعی قدرت کی بھی شہادت برابر دے رہا ہے۔ آگے مشرکوں سے خطاب ہوتا ہے کہ تم نے جو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور اپنی عقل کو اندھا کر لیا ہے تو تمہاری سمجھ میں یہ دلالت نہیں آتی جو ہر مخلوق ہر وقت اپنے خالق اور صناع عالم کی قدوسیت و توحید کے ثبوت میں پیش کر رہی ہے۔ بعض مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ جس طرح انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے مختلف زبانیں بنائی ہیں۔ عربی' ترکی' فارسی اردو ہندی وغیرہ۔ جب تک ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی زبان نہ سیکھے گا دوسری زبان کا ایک لفظ نہ سمجھے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین' آسمان اور کائنات کی ہر شے سب کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک خاص زبان دی ہے جو اپنی زبان میں اپنے پیدا کرنے والے کی تسبیح رات دن کرتے ہیں تو تمام مخلوق جس کی پاکی بیان کرے۔ اے مشرکین تم اس کے لئے شرکاء اولاد اور بیٹیاں تجویز کرو۔ یہ ایسی گستاخی تھی کہ تم کو تو فوراً ہلاک کر کے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا مگر اس کی ذات حلیم ہے اور یہ اس کی صفت حلم کا اثر ہے کہ جو مشرکانہ عقائد و اعمال پر فوراً گرفت نہیں ہوتی اور مہلت ملتی رہتی ہے اس لئے اگر اب بھی توبہ کر لو تو اس کی صفت مغفرت اب بھی سارے قصور معاف کر دے گی کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا غفور ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں پھر شرک کی پرزور تردید الزامی اور برہانی دلائل سے کی گئی نیز اس امر کی صراحت فرمائی گئی کہ ہر چیز اللہ کی پاکی اور حمد بیان کرتی ہے۔ مگر انسان اس کی تسبیح نہیں سمجھتا اب باوجود اس کے کہ قرآن میں مضمون توحید بار بار نہایت پرمغز دلائل سے بیان کیا گیا ہے۔ مگر کفار کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ متکبرین کی وضع و ہیئت اور فخر و تکبر سے ہمیں نفرت عطا فرما اور عجز و تواضع کی پسندیدہ خصلت عطا فرما۔

یا اللہ ہماری آنکھیں قرآن کریم کی طرف سے کھول دے۔ اس کی عظمت ہمارے دلوں میں بٹھا دے اس کے اتباع کی توفیق ہم کو عطا فرما دے۔

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنا تسبیح خواں بندہ بنا کر زندہ رکھیں۔ اور حقیقی توحید کی دولت عطا فرمائیں۔

یا اللہ کائنات کی ہر چیز آپ کی تسبیح خواں ہے ہم کو بھی آپ کی تسبیح و تحمید کی دائمی توفیق نصیب ہو۔

یا اللہ ہم کو قرآن پاک سے صحیح تعلق اور لگاؤ نصیب فرما اور اس کی ہدایات و تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان میں ایک پردہ حائل کردیتے ہیں۔

وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ

اور ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈال دیتے ہیں اس سے کہ وہ (قرآن کے مقصود) کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں اور جب آپ

فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ

قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے ہیں۔ جس وقت یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم

يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾

خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں اور جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں جبکہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہو

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾

جس پر جادو کا اثر ہوگیا ہے۔ آپ دیکھئے تو یہ لوگ آپ کیلئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہوگئے تو راستہ نہیں پاسکتے۔

وَاِذَا اور جب	قَرَاْتَ تم پڑھتے ہو	الْقُرْاٰنَ قرآن	جَعَلْنَا ہم کردیتے ہیں	بَيْنَكَ تمہارے درمیان	وَ اور	بَيْنَ درمیان	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	
لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	حِجَابًا ایک پردہ	مَّسْتُوْرًا چھپا ہوا	وَّجَعَلْنَا اور ہم نے ڈال دیئے	عَلٰى پر	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل		
اَكِنَّةً پردے	اَنْ کہ	يَّفْقَهُوْهُ وہ نہ سمجھیں اسے	وَ اور	فِيْٓ میں	اٰذَانِهِمْ انکے کان	وَقْرًا گرانی	وَاِذَا اور جب	ذَكَرْتَ تم ذکر کرتے ہو
رَبَّكَ اپنا رب	فِي الْقُرْاٰنِ قرآن میں	وَحْدَهٗ یکتا	وَلَّوْا وہ بھاگتے ہیں	عَلٰٓى پر	اَدْبَارِهِمْ اپنی پیٹھ	نُفُوْرًا نفرت کرتے ہوئے	نَحْنُ ہم	
اَعْلَمُ خوب جانتے ہیں	بِمَا جس غرض سے	يَسْتَمِعُوْنَ وہ سنتے ہیں	بِهٖٓ اس کو	اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ جب وہ کان لگاتے ہیں	اِلَيْكَ تیری طرف			
وَاِذْ اور جب	هُمْ وہ	نَجْوٰٓى سرگوشی کرتے ہیں	اِذْ يَقُوْلُ جب کہتے ہیں	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	اِنْ نہیں	تَتَّبِعُوْنَ تم پیروی کرتے	اِلَّا مگر	
رَجُلًا ایک آدمی	مَّسْحُوْرًا سحرزدہ	اُنْظُرْ تم دیکھو	كَيْفَ ضَرَبُوْا کیسی انہوں نے چسپاں کیں	لَكَ تمہارے لئے	الْاَمْثَالَ مثالیں			
فَضَلُّوْا سو وہ گمراہ ہوگئے	فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پس وہ استطاعت نہیں پاتے	سَبِيْلًا کسی اور راستے						

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ آسمان زمین اور ان کے اندر کی ہر چیز خداوند قدوس کی تسبیح یعنی پاکی اور بڑائی بیان کرتی ہے مگر مشرکین جنہوں نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور اپنی عقل کو اندھا کرلیا ان کی سمجھ میں تو یہ قرآن بھی نہیں آتا کہ جو خاص ان کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اور اس کی وجہ بھی بتائی جاتی ہے کہ قرآن میں باوجود اتنی قوی تاثیر کے ان منکرین اور معاندین پر اثر کیوں نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ جو شخص آخرت کو نہ مانے اور اپنے بھلے برے انجام کی کچھ فکر نہ رکھے وہ نصیحت کی طرف کیوں دھیان کرنے لگا۔ جب اسے نجات ہی کی فکر نہیں تو نجات دلانے والے پیغمبر کے اقوال میں غور وفکر کی کیا ضرورت ہوگی۔ بس یہی عدم ایمان بالآخرت اور انجام کی طرف سے بےفکری وہ معنوی پردہ ہے جو منکر آخرت اور نبی کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔ معاندین کفار کے بظاہر آنکھیں بھی تھیں کان بھی تھے۔ دل ودماغ بھی وہ رکھتے

تھے۔آنکھوں سے دیکھتے اور کانوں سے سنتے۔مگران کی بصیرت کی آنکھیں اندھی تھیں اور ہوش وحواس والے کان بہرے تھے۔ حقیقت ان کونظر نہ آتی تھی۔حقانیت کی آواز ان کو سنائی نہ دیتی تھی۔صداقت کی بات سمجھنے اور غور وفکر کی قوت مردہ ہو چکی تھی۔ دلوں پر پردہ پڑ چکے تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن پاک کی آیات تلاوت فرماتے تو کلام الٰہی کی صداقت کا ان کو یقین نہیں آتا۔مسائل شریعت کی حقانیت ان کی سمجھ میں نہ آتی اور توحید الٰہی کا اعلان سن کر پیٹھ پھیر کر بھاگتے اور نفرت کا اظہار کرتے۔آخرت پر ان کا پہلے سے ایمان نہ تھا اس لئے آخرت کا بیان ان کو مذاق معلوم ہوتا۔یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطاب کر کے یہ فرمایا گیا کہ جب آپ تبلیغ کے لئے قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو منکرین آخرت ہیں ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈال دیتے ہیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں۔

سچ ہے انسان پر جب گمراہی اور بدبختی سوار ہو جاتی ہے تو اس کے حواس ماؤف ہو جاتے ہیں۔دل ودماغ درست نہیں رہتا۔عقل سے حق سمجھنے کی طاقت زائل ہو جاتی ہے اور کھلا ہوا پیام حق بھی وہ سمجھنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔اس کی گمراہی اس کے حواس اور قلب کے لئے حجاب ہو جاتی ہے۔تو کفار مکہ اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنتے ہی نہ تھے اور جو کبھی کسی مجلس میں ٹھہر گئے یا چھپ کر قرآن سن لیا تو اس غرض سے کہ اس پر تمسخر اور ہنسی کریں اور پھر آپس میں جمع ہو کر مشورہ اور سرگوشیاں کرتے اور یہ کہتے کہ یہ لوگ حواس نبی کے تابع ہو رہے ہیں۔احمق ہیں (العیاذ باللہ) یہ تو خود جادو کے مارے ہوئے ہیں۔کسی نے ان پر سحر کر دیا ہے اس لئے ایسی نئی نئی باتیں کرتے ہیں۔یہ تو (نعوذ باللہ) دیوانہ ہو گئے ہیں۔اس پر حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں کہ دیکھئے یہ بد نصیب آپ پر کیا بے اصل عیب لگاتے ہیں اور کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں۔کبھی شاعر کہتے ہیں کبھی جادوگر کبھی کاہن کبھی مسحور کبھی مجنوں۔ان کی یہ متضاد باتیں خود اس بات کا ثبوت ہیں کہ حقیقت ان کو معلوم نہیں ہے جو منہ میں آیا بک دیا۔غرض بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں کسی ایک بات پر جماؤ نہیں کبھی ایک الزام رکھتے ہیں پھر آپ ہی محسوس کرتے ہیں کہ یہ چسپاں نہیں ہوتا تو دوسرا الزام لگا دیتے ہیں پھر اسے بھی لگتا ہوا نہ پا کر تیسرا الزام گھڑ دیتے ہیں۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ صداقت سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔محض عداوت کی بناء پر ایک سے ایک بڑھ کر جھوٹ گھڑے جا رہے ہیں۔تو انہیں ہدایت کا راستہ کہاں سے دکھائی دے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن کا نور بصیرت بوجہ عناد کے مردہ ہو جائے ان کو کوئی پیام صداقت وحقانیت فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ان کے دلوں پر گمراہی کے پوشیدہ پردے پڑ جاتے ہیں اور کانوں میں ضلالت کا بہرا پن پیدا ہو جاتا ہے۔آخری آیت یہ دلالت کر رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تخفیف اور توہین کی نظر سے دیکھنے والے ہمیشہ ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔یہاں تک تو کفار کے انکار توحید رسالت اور قرآن کا ذکر تھا اب آگے ان کے انکار آخرت کے متعلق ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو آخرت پر حقیقی ایمان نصیب فرماویں تا کہ ہم شب وروز وہاں کی تیاری میں لگے رہیں۔یا اللہ ہمیں حق کو دیکھنے والی آنکھیں اور حق کو سننے والے کان اور حق کو سمجھنے والا دل عطا فرما۔یا اللہ قرآن کا ہمیں ذوق وشوق اس کی عظمت و محبت اور اس کا اتباع نصیب فرما۔یا اللہ قرآن پاک کے مقصود کو سمجھنے کے لئے ہمارے دلوں میں نور ہدایت اور فہم سلیم عطا فرما۔ یا اللہ ہمارے ملک میں ہم کو قرآنی حکومت دیکھنا نصیب فرما اور قرآنی احکام کا یہاں نفاذ ہونا اور اس کے برکات وثمرات کا دیکھنا نصیب فرما۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم (مرکر) ہڈیاں اور چورا ہو جاویں گے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا اور زندہ کئے جاویں گے۔ آپ جواب میں فرما دیجئے کہ

حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ

تم پتھر یا لوہا۔ یا اور کوئی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو اس پر پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا' آپ فرما دیجئے

فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى

کہ وہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اس پر آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ (اچھا بتلاؤ) یہ کب ہوگا' آپ فرما دیجئے کہ عجب نہیں

اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾

یہ قریب ہی آ پہنچا ہو۔ یہ اُس روز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا اور تم اس کی حمد کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کر لو گے' اور تم یہ خیال کرو گے کہ تم بہت ہی کم رہے تھے۔

وَقَالُوْا اور وہ کہتے ہیں	ءَاِذَا کیا جب	كُنَّا ہم ہو گئے	عِظَامًا ہڈیاں	وَّرُفَاتًا اور ریزہ۔ ریزہ	ءَاِنَّا کیا ہم یقیناً	لَمَبْعُوْثُوْنَ پھر جی اٹھیں گے	
خَلْقًا پیدائش	جَدِيْدًا نئی	قُلْ کہہ دیں	كُوْنُوْا تم ہو جاؤ	حِجَارَةً پتھر	اَوْ یا	حَدِيْدًا لوہا	اَوْ یا	خَلْقًا اور مخلوق	مِّمَّا اس سے جو
يَكْبُرُ بڑی ہو	فِيْ میں	صُدُوْرِكُمْ تمہارے سینے	فَسَيَقُوْلُوْنَ پھر اب کہیں گے	مَنْ کون	يُّعِيْدُنَا ہمیں لوٹائے گا	قُلِ فرما دیں	
الَّذِيْ وہ جس نے	فَطَرَكُمْ تمہیں پیدا کیا	اَوَّلَ پہلی	مَرَّةٍ بار	فَسَيُنْغِضُوْنَ تو وہ ہلائیں گے مٹکائیں گے	اِلَيْكَ تمہاری طرف		
رُءُوْسَهُمْ اپنے سر	وَيَقُوْلُوْنَ اور کہیں گے	مَتٰى کب	هُوَ وہ یہ	قُلْ آپ فرما دیں	عَسٰٓى شاید	اَنْ کہ	يَّكُوْنَ وہ ہو	قَرِيْبًا قریب
يَوْمَ جس دن	يَدْعُوْكُمْ وہ پکارے گا تمہیں	فَتَسْتَجِيْبُوْنَ تو تم جواب دو گے (تعمیل کرو گے)	بِحَمْدِهٖ اسکی تعریف کیساتھ	وَتَظُنُّوْنَ اور تم خیال کرو گے			
اِنْ کہ	لَّبِثْتُمْ تم رہے	اِلَّا صرف	قَلِيْلًا تھوڑی دیر				

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مختلف رائے ظاہر کرتے تھے۔

کفار کے ان اقوال کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ یہ ریزے اور ہڈیوں کا چورا تو بہر حال انسانی لاش کا ہے جس میں پیشتر زندگی رہ چکی ہے۔ اس سے بڑھ کر تم کو اجازت دی جاتی ہے کہ ہڈیوں کا چورا نہیں اگر ممکن ہو تو پتھر یا لوہا بن جاؤ جو آثار حیات کے قبول کرنے سے بالکل محروم نظر آتے ہیں بلکہ اس لوہے اور پتھر سے بھی کوئی سخت چیز بن کر تجربہ کر لو جس کا زندہ ہونا لوہے اور پتھر سے بھی زیادہ مشکل ہو پھر بھی اس قادر مطلق کو تمہارا دوبارہ زندہ کر دینا بالکل آسان ہے۔ اور تم ضرور دوبارہ اٹھ کر رہو گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس پر کفار پوچھیں گے کہ کون ہے وہ جو ہمیں پھر زندگی کی طرف پلٹا کر لائے گا؟ اس کا جواب تلقین فرمایا جاتا ہے کہ جواباً کہہ دیا جائے کہ تم کو دوبارہ وہی زندگی دے گا جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا تھا۔ یعنی جس نے پہلی بار تم کو مٹی یا نطفہ سے پیدا کیا اور بے جان سے جاندار بنایا تو کیا اب اس میں قدرت نہیں رہی کہ خاک کے ذرات اور مردہ لاش کے اجزاء کو جمع کر کے دوبارہ زندگی عنایت کر

دے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس پر کفار استہزاء اور تمسخر سے سر ہلا ہلا کر پوچھیں گے کہ ہاں صاحب بوسیدہ ہڈیوں کے ریزوں میں کب جان پڑے گی اور کب مردے قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے حساب کے لئے اٹھائے جائیں گے؟ مطلب یہ کہ قیامت کب آئے گی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تم عاجز ہو کر اللہ کی تسبیح و تحمید کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی کی طرف دوڑو گے اور سمجھو گے کہ دنیا میں یا قبر میں ہم بہت ہی کم ٹھہرے تھے اس وقت قیامت ہوگی۔ مطلب یہ کہ اس وقت تو انسان خود مختار ہے مجبور نہیں یہ دار عمل ہے۔ دار جزا نہیں۔ جب خدا تعالیٰ انسانی اختیارات کو سلب کر لے گا اور ہر منکر و مقر۔ اقرار و اعتراف پر مجبور ہو کر اپنا ملجا و ماویٰ اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھے گا اور دنیوی زندگی اس کو بہت ہی قلیل نظر آئے گی وہ وقت قیامت کا ہوگا۔ یہ تو روز قیامت کی کیفیت کا بیان ہوا۔ رہا تعین کا سوال تو اس کا ٹھیک وقت خداوند قدوس نے کسی کو نہیں بتلایا۔ کیونکہ خداوند قدوس مختار مطلق ہے۔ مجبور نہیں جب وہ چاہے گا تم کو قبروں سے زندہ کر کے بلا لے گا۔ اس کا اس کو اختیار ہے ہاں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ قیامت قریب ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ جس دن اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری قبروں سے زندہ کر کے نکالے گا اور میدان حشر کی طرف تم کو پکارے گا اور بلائے گا تو یہ بلانا بواسطہ فرشتہ اسرافیل علیہ السلام کے ہوگا جب وہ دوسرا صور پھونکیں گے تو سب مردے زندہ ہو کر میدان حشر کی طرف چل پڑیں گے۔ کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہوگی اور میدان حشر میں آنے کے وقت سب کے سب اضطراری طور پر خدا کی حمد و ثنا کرتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ تو اس آیت کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مومن اور کافر سب کا یہی حال ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ مگر کافر کو اس وقت کی حمد و ثنا کرنا ان کو کوئی نفع نہ دے گا کیونکہ اس کا یہ کہنا اضطراری طور پر جبراً و قہراً ہوگا کیونکہ یہ کافر جب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے تو غیر اختیاری طور پر ان کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے الفاظ نکلیں گے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ قیامت کے دن تو چارنا چار اللہ کی الوہیت و وحدانیت کا قرار اور حمد الٰہی کا قول کہنا پڑے گا پھر کیا وجہ ہے کہ اس دنیا میں جہاں کی زندگی آخرت میں بہت ہی قلیل نظر آئے گی۔ دعوت الٰہیہ پر لبیک کہتے ہوئے اور حمد الٰہی کرتے ہوئے خدا کی طرف نہیں دوڑتے۔ پس عقلمند کو چاہئے کہ اس قلیل اور تھوڑی سی فانی زندگی کو اس ابدی اور دائمی زندگی کے لئے صرف کرے تا کہ اس دن حسرت اور ندامت کی ذلت میں مبتلا نہ ہو۔

الغرض کفار و مشرکین کی جاہلانہ باتیں اور ان کے طرح طرح کے بے جا الزامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگانا اہل ایمان کو بڑا ناگوار اور گراں گزرتا تھا اور ہو سکتا تھا کہ اہل ایمان بھی جواباً سختی پر اتر آئیں اس لئے آگے مومنین کو نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ منکرین اسلام سے وہ کیسا طرز گفتگو کریں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام و ایمان کی دولت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں آخرت کے لئے ہمارے بھی آنکھیں کھول دے۔ اور ہمہ وقت آخرت کی تیاری کی ہم کو توفیق عطا فرما دے۔ یا اللہ ہماری اس غفلت کو دور فرما دے اور ہمیں اپنی اس زندگی کے ہر لمحہ میں آخرت کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرما دے تا کہ ہم سے آپ کی نافرمانی کا کوئی کام سرزد نہ ہو اور آخرت میں ہمیں ندامت کا سامنا نہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ

اور آپ میرے (مسلمان) بندوں سے کہدیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو شیطان لوگوں میں فساد ڈلوادیتا ہے واقعی شیطان

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ

انسان کا صریح دشمن ہے۔تم سب کا حال تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحمت فرمادے یا اگر وہ چاہے تو تم کو عذاب دینے لگے

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا

اور ہم نے آپ (تک) کو ان (کی ہدایت) کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور ہم نے

بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم داؤدؑ کو زبور دے چکے ہیں۔

وَقُلْ اور فرمادیں	لِعِبَادِیْ میرے بندے کو	یَقُوْلُوا وہ کہیں	الَّتِیْ وہ جو	هِیَ وہ	اَحْسَنُ سب سے اچھی	اِنَّ بیشک	الشَّیْطٰنَ شیطان	
یَنْزَغُ فساد ڈالتا ہے	بَیْنَهُمْ ان کے درمیان	اِنَّ بیشک	الشَّیْطٰنَ شیطان	كَانَ ہے	لِلْاِنْسَانِ انسان کا	عَدُوًّا دشمن	مُّبِیْنًا کھلا	
رَبُّكُمْ تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِكُمْ تمہیں	اِنْ اگر	یَّشَاْ وہ چاہے	یَرْحَمْكُمْ تم پر رحم کرے وہ	اَوْ یا	اِنْ اگر	یَّشَاْ وہ چاہے
یُعَذِّبْكُمْ تمہیں عذاب دیں	وَمَا اور نہیں	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے تمہیں بھیجا	عَلَیْهِمْ ان پر	وَكِیْلًا داروغہ	وَرَبُّكَ اور تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے		
بِمَنْ جو کوئی	فِی میں	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَ اور	لَقَدْ فَضَّلْنَا تحقیق ہم نے فضیلت دی	بَعْضَ بعض	النَّبِیّٖنَ نبی (جمع)	
عَلٰی بَعْضٍ بعض پر	وَاٰتَیْنَا اور ہم نے دی	دَاوٗدَ داؤدؑ	زَبُوْرًا زبور					

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں مشرکین، کفار ومنکرین کی جہالت اور طعن و تمسخر کا بیان تھا جو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات لگاتے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کفار کی زیادتیوں سے تنگ آ کر مسلمانوں کی زبان سے ایسے فقرہ نکل جاتے تھے کہ تم جہنمی ہو۔ تم دوزخ میں جاؤ گے۔ یا تم کو خدا عذاب دے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو اس بات سے نصیحت کی گئی۔ اس میں ایک تعلیم تو یہ ہے کہ تعین کے ساتھ کسی انسان یا جماعت کو یہ نہ کہا جائے کہ تم جہنمی ہو کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ کس آدمی کا خاتمہ کس حال پر ہونے والا ہے۔ بہت ممکن ہے جسے تم جہنمی کہہ رہے ہو اسے ہدایت کی توفیق ملنے والی ہو اور اس کی جگہ جنتیوں میں ہو۔

بعض مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ خیال کرے کہ میرا نفس فرعون کے نفس سے بہتر ہے اس نے اپنا تکبر ظاہر کر دیا۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی عام فہم توجیہ اور تشریح یوں لکھی ہے کہ جب تک اس عالم سے گزر نہ جائے اس کا اطمینان نہیں ہوسکتا کہ وہ فرعون سے بہتر ہے کیونکہ انجام کا حال معلوم نہیں تو بلا دلیل اپنے کو فرعون سے بہتر سمجھنا تکبر ہے۔ مزید حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل حال حضرات اس امر کو وجدانا محسوس کرتے ہیں انہیں توجیہ کی حاجت نہیں باقی نفس کے بدتر ہونے سے افعال کا بدتر ہونا لازم نہیں۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی اپنے اعمال ایمانیہ کو فرعون کے اعمال کفری سے یقیناً بہتر سمجھا

جائے گا۔ الغرض ایک تعلیم تو اہل ایمان کو یہاں یہ دی گئی کہ تعین کے ساتھ کسی کو یہ نہ کہا جائے کہ تم جہنمی ہو دوسرے یہ کہ اگر ایک انسان غلط راہ پر چل رہا ہے تو سختی، خشونت، اشتعال اور سب و شتم سے ممکن ہے کہ وہ اپنی غلطی میں اور زیادہ ضدی ہو جائے پس سختی سے کوئی فائدہ نہیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ ہم نے آپ تک کو ان کفار و مشرکین کی ہدایت کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا یعنی آپ کا کام صرف تبلیغ اور پیغام حق پہنچا دینا ہے اور جب آپ باوجود نبوت کے ذمہ دار نہیں بنائے گئے تو اور امتی تو کیونکر ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔ کہ مخالفین ہدایت پر آہی جائیں تو اس قدر درپے ہونا اور سختی سے کام لینے کی کیا ضرورت۔

مشرکین مکہ یہود کے بہکانے سکھانے سے انکار رسالت میں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ کیا خدا نے ہدایت کے لئے انہیں غریب اور مفلس لوگوں کو پسند کر لیا ہے اور کیا نبوت ایک یتیم ہی پر اترنے کو تھی کہ جو انہیں نبی بنایا گیا۔

اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ ہر بات کی مصلحت و حکمت خدا خوب جانتا ہے۔ زمین اور آسمان کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں وہ خوب واقف ہے کہ آسمان والوں اور زمین والوں یعنی ملائکہ جن و انس ان میں سے کس کو نبی بنانا مناسب ہے اور کس کو نہیں۔ پس اگر آپ کو نبی بنا دیا تو کیا تعجب ہے اور اس طرح اگر آپ کو فضیلت دی تو کیا تعجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی خود انبیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور آپ کے قبل داؤد علیہ السلام کو زبور دے چکے ہیں تو اسی طرح اگر آپ کو قرآن دیا تو کیا تعجب ہے۔

اہل عرب تو آسمانی کتابوں کا علم رکھتے نہ تھے۔ علمی باتیں یہودیوں سے پوچھ لیا کرتے تھے کیونکہ اہل کتاب میں ان ہی پر کافی اعتماد یہود ہمیشہ سے فتنہ انگیز واقع ہوئے ہیں۔ کفار مکہ سے کہا کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آیا نہ آسکتا ہے اور توریت کے بعد دوسری کتاب بھی نہیں آسکتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کے الہامی اور آسمانی کتاب ہونے کے بھی یہ قائل نہ تھے۔ مگر داؤد علیہ السلام کو نبی مانتے اور زبور کو کتاب الہامی جانتے تھے اس لئے انہیں یہود کے مسلمہ عقیدے کو پیش کرتے ہوئے الزامی جواب دینے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام اور زبور کا تذکرہ فرمایا کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ملک و سلطنت ہونے کی طرف بھی اشارہ فرما دیا گیا۔ تو یہاں داؤد علیہ السلام اور زبور کے ذکر میں یہود کو جن کے مشورہ سے کفار مکہ اعتراضات کیا کرتے تھے یہ جتلانا مقصود ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی داؤد علیہ السلام نے خبر دی کہ جن کو شوکت و سلطنت بھی دی جاوے گی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین سے اور دین کے مخالفین سے گفتگو اور مکالمہ بدزبانی اور تیز کلامی اور کوئی ایسی بات کرنا جس سے اشتعال پیدا ہو کر فتنہ فساد کی نوبت آجائے نہ کرنی چاہئے۔ مخالفین خواہ کیسی ہی ناگوار باتیں کریں اہل ایمان کو بہر حال نہ تو کوئی بات خلاف حق زبان سے نکالنی چاہئے اور نہ غصہ میں آپے سے باہر ہو کر بیہودگی کا جواب بیہودگی سے دینا چاہئے شریعت میں اگر ضرورت ہو تو کفار کے ساتھ جہاد اور قتل و قتال کرنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ قتل و قتال کے ذریعہ کفر کی شوکت اور اسلام کی مخالفت کو دبایا جا سکتا ہے۔ اس لئے اس کی اجازت ہے لیکن بدزبانی سخت کلامی اور سب و شتم گالی گلوچ سے نہ کوئی قلعہ فتح ہوتا ہے نہ کسی کو ہدایت ہوتی ہے اس لئے اس سے منع کیا گیا ہے اب غور کرنے کی بات ہے کہ جب کفار و مشرکین اور اعدائے دین سے یہ اخلاقی عمل برتنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو مسلمانوں کو آپس میں ایسی کوئی بات کہنا کہ جس سے اشتعال اور فتنہ فساد پیدا ہو کب روا اور جائز ہو سکتا ہے جیسا کہ اس وقت کے بعض نام نہاد واعظین اور مقررین اور لیڈروں کا طرز عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔

اب آگے شرک کی ایک خاص صورت کا رد ہے اور کفار و مشرکین کو ہلاکت و عذاب کی تنبیہ سنائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾

آپ فرما دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا معبود قرار دے رہے ہو ذرا اُن کو پکارو تو سہی سو وہ نہ تم سے تکلیف کو دُور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اُسکے بدل ڈالنے کا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ

یہ لوگ کہ جن کو مشرکین پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف ذریعہ ڈھونڈھ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے اور وہ اس کی رحمت

وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا

کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں' واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کے قابل۔ اور (کفار کی) ایسی کوئی بستی نہیں جسکو ہم قیامت

قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

سے پہلے ہلاک نہ کریں' یا (قیامت کے روز) اُس کو عذاب سخت نہ دیں' یہ بات کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے۔

قُلْ کہدیں	اُدْعُوا پکاروتم	الَّذِيْنَ وہ جن کا	زَعَمْتُمْ تم گمان کرتے ہو	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	فَلَا يَمْلِكُوْنَ پس وہ اختیار نہیں کرتے	كَشْفَ دُور کرنا		
الضُّرِّ تکلیف	عَنْكُمْ تم سے	وَ اور	لَا نہ	تَحْوِيْلًا بدلنا	اُولٰٓئِكَ وہ لوگ	الَّذِيْنَ جنہیں	يَدْعُوْنَ وہ پکارتے ہیں	يَبْتَغُوْنَ ڈھونڈتے ہیں
اِلٰى طرف	رَبِّهِمُ اپنارب	الْوَسِيْلَةَ وسیلہ	اَيُّهُمْ ان میں سے کون	اَقْرَبُ زیادہ قریب	وَيَرْجُوْنَ اور وہ امید رکھتے ہیں	رَحْمَتَهٗ اسکی رحمت	وَ اور	
يَخَافُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	عَذَابَهٗ اس کا عذاب	اِنَّ بیشک	عَذَابَ عذاب	رَبِّكَ تیرارب	كَانَ ہے	مَحْذُوْرًا ڈر کی بات	وَاِنْ اور نہیں	مِنْ قَرْيَةٍ کوئی بستی
اِلَّا مگر	نَحْنُ ہم	مُهْلِكُوْهَا اسے ہلاک کرنیوالے	قَبْلَ پہلے	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کا دن	اَوْ یا	مُعَذِّبُوْهَا اسے عذاب دینے والا	عَذَابًا عذاب	
شَدِيْدًا سخت	كَانَ ہے	ذٰلِكَ یہ	فِى الْكِتٰبِ کتاب میں	مَسْطُوْرًا لکھا ہوا				

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ تو وہ ہے کہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم و مہربانی فرمائے۔ جس کو جس قدر چاہے دوسروں پر فضیلت عطا کرے اس کی قدرت کامل اور علم محیط ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں مشرکین نے جو اپنے معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کی حقیقت کو ظاہر فرمایا جاتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ کچھ لوگ جاہلیت میں جنات کی عبادت کرتے تھے۔ وہ جن مسلمان ہو گئے اور یہ پوجنے والے اپنی جہالت پر قائم رہے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جنات' ملائکہ' حضرت مسیحؑ اور حضرت عزیرؑ کو الوہیت کا درجہ دینے والے سب مشرکین اس آیت کے تحت میں شامل ہیں اور یہاں ایسے ہی مشرکین کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ تم نے جن کو خدا بنا رکھا ہے اور تم جن کو پکارتے ہو کیا ان میں ایک بھی ایسا مستقل اختیار رکھتا ہے کہ ذرا سی تکلیف کو تم سے دور کر سکے یا ہلکی کر دے یا تم سے ہٹا کر کسی دوسرے پر ڈال دے۔ جن ہستیوں کو تم معبود و مستعان سمجھ کر پکارتے ہو وہ خود اپنے رب کا بیش از بیش قرب تلاش کرتے رہتے ہیں وہ بیچارے تو خود قرب الٰہی کے خواستگار ہیں اور اس کے لئے وسائل تلاش کرتے ہیں۔

خود معبود ہونا یا تمہاری سفارش و شفاعت کرنا تو درکنار رہا وہ خود اللہ کے عذاب سے ڈرتے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔ کیونکہ عذاب الٰہی واقعی خوفناک اور واجب الاجتناب چیز ہے۔ پس جب تمہارے تجویز کئے ہوئے معبودوں کا خدا کے سامنے یہ حال ہے تو اپنے تئیں خود فیصلہ کرلو کہ خدا تعالیٰ کو خوش رکھنا کہاں تک ضروری ہے۔ غیر اللہ کی پرستش سے نہ خدا خوش ہوتا ہے نہ وہ جنہیں تم خوش رکھنا چاہتے ہو۔ پس اس طرح جب وہ خود مضرت یعنی عذاب سے بچنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں تو اوروں سے کیا مضرت کو کیا دفع کر سکتے ہیں؟ پھر ان کا معبود و معین بنانا محض باطل ہوگا۔ آگے کفار مکہ کو ڈرایا جاتا ہے اور ایک تنبیہ سنائی جاتی ہے کہ کفار کی ایسی کوئی بستی نہیں کہ قیامت سے پہلے اپنے سنگین جرائم کی پاداش میں تباہ و برباد نہ کردی جائے یا کسی نہ کسی وقت خواہ قیامت سے پہلے یا بعد عذاب کے مزے نہ چکھے۔ یہ فیصلہ بالکل حتمی اور اٹل ہے جو علم الٰہی میں طے ہو چکا ہے۔ اور لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے۔ کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ لہٰذا اہل مکہ کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ ان کو بالکل برباد نہ کردیا جائے یا ہلاک نہ کیا گیا تو سخت مصائب نازل ہوں گے چنانچہ سخت ترین قحط وغیرہ میں اہل مکہ مبتلا ہوئے۔

ان آیات میں جہاں مصائب اور حوادث میں گرفتار ہونے کی تنبیہ کفار و مشرکین کو ہے وہیں مسلمانوں کو بھی سبق اس سے لینا چاہئے اس لئے کہ مصائب و حوادث جس کی مختلف شکلیں ہیں۔ مثلاً قحط' زلزلہ' جابر حکومت کا تسلط' فتنہ عامہ' آپس میں خون ریزی' سیلاب' طوفان جنگ وغیرہ وغیرہ ان کا ظہور عام ہو رہا ہے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ لوگ ڈر کر اللہ کی طرف رجوع کریں اور اللہ اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم سمجھیں۔

اب آگے کفار مکہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائشی معجزات دکھلانے کا مطالبہ کرتے تھے تو ان کے فرمائشی معجزات واقع نہ ہونے کی حکمت ظاہر فرمائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات کے کام اس دار عمل میں ہم سے کرالیں اور اپنی ناخوشی اور ناراضگی کے کاموں سے ہم کو بچا لیں۔ ہم کو شب و روز اپنی حمد و ثنا کی اس زندگی میں توفیق عطا فرماویں۔ تاکہ ہم قیامت کے روز اس کے دربار میں حمد و ثنا ہی کرتے حاضر ہوں۔

یا اللہ ہم ایمان کے درجہ میں تو مانتے ہیں کہ ہم مر کر پھر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے مگر اس پر جیسا یقین ہونا چاہئے وہ نہیں ہے اور ہم قیامت و آخرت کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں۔ اور دنیا میں جو مصائب و حوادث آرہے ہیں ان سے ہمیں عبرت و نصیحت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں۔

یا اللہ اپنے احکام کی پابندی ہم کو نصیب فرما۔ اور خلاف شرع باتوں سے ہم کو بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہر طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرما اور دنیا و آخرت دونوں جہان میں اپنے عذاب سے مامون و محفوظ فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ

اور ہم کو خاص (فرمائشی) معجزات کے بھیجنے سے یہی امر مانع ہوا کہ پہلے لوگ ان کی تکذیب کر چکے ہیں' اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی

مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ

جو بصیرت کا ذریعہ تھی' سو ان لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا' اور ہم ایسے معجزات کو صرف ڈرانے کیلئے بھیجا کرتے ہیں۔ اور آپ وہ وقت یاد کر لیجئے جبکہ ہم نے آپ سے کہا تھا

بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ

کہ آپ کا رب اپنے علم سے تمام لوگوں کو محیط ہو رہا ہے' اور ہم نے جو منظر آپ کو دکھلایا تھا' اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے ہم نے تو ان دونوں چیزوں کو ان لوگوں کیلئے موجب گمراہی کر دیا'

وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾

اور ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی بڑی سرکشی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اور نہیں ہمیں روکا	اَنْ کہ	نُّرْسِلَ ہم بھیجیں	بِالْاٰیٰتِ نشانیاں	اِلَّآ مگر	اَنْ یہ کہ	كَذَّبَ جھٹلایا	بِهَا ان کو	الْاَوَّلُوْنَ اگلے لوگ
وَاٰتَيْنَا اور ہم نے دی	ثَمُوْدَ ثمود	النَّاقَةَ اونٹنی	مُبْصِرَةً دکھانے کو	فَظَلَمُوْا بِهَا انہوں نے اس پر ظلم کیا	وَ اور	مَا نُرْسِلُ ہم نہیں بھیجتے	بِالْاٰیٰتِ نشانیاں	
اِلَّا مگر	تَخْوِيْفًا ڈرانے کو	وَاِذْ اور جب	قُلْنَا ہم نے کہا	لَكَ تم سے	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تمہارا رب	اَحَاطَ احاطہ کئے ہوئے	بِالنَّاسِ لوگوں کو
وَمَا جَعَلْنَا اور ہم نے نہیں کیا	الرُّءْيَا نمائش	الَّتِيْٓ وہ جو کہ	اَرَيْنٰكَ ہم نے تمہیں دکھائی	اِلَّا مگر	فِتْنَةً آزمائش	لِّلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَالشَّجَرَةَ اور درخت	
الْمَلْعُوْنَةَ جس پر لعنت کی گئی	فِي الْقُرْاٰنِ قرآن میں	وَنُخَوِّفُهُمْ اور ہم ڈراتے ہیں انہیں	فَمَا يَزِيْدُهُمْ تو نہیں بڑھتی انہیں	اِلَّا مگر	طُغْيَانًا سرکشی	كَبِيْرًا بڑی		

تفسیر و تشریح: کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند نشانیاں طلب کیں۔ مثلاً یہ کہا کہ کوہ صفا کو سونے کا بنا دیا جائے۔ یا مکہ کے چاروں طرف جو پہاڑ ہیں وہ ہٹا دیئے جائیں تاکہ کھیتی کے لئے ہموار زمین مل جائے یا ہمارے مردوں کو زندہ کر دیجئے کہ ہم ان سے باتیں کریں اور وہ آپ کا نبی ہونا ہم کو بتا دیں۔ اگر یہ فرمائشی نشانات یا معجزات آپ پورا کر دیں تو ہم آپکو مان لینگے۔ اسکے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ ایسے فرمائشی نشان دکھانا خدا تعالیٰ کو کچھ دشوار نہیں لیکن انبیائے سابقین سے بھی انکی امت کے کافروں نے ایسے ہی فرمائشی معجزات طلب کئے تھے۔ لیکن جب انکی فرمائش کے مطابق نشان دکھلائے گئے تب بھی ایمان نہ لائے بلکہ سرکشی میں اور ترقی کر گئے۔ آخر سنت اللہ کے موافق اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالکل نیست و نابود کر دیئے گئے۔

چنانچہ ان آیات میں ان ہی تاریخی نظائر کی طرف اجمالی اشارہ فرما دیا کہ اگر فرمائشی نشان دیکھنے کے بعد تکذیب کی اور یقیناً کرو گے تو جو حشر پہلوں کا ہوا وہی تمہارا ہوگا لیکن حکمت الٰہیہ مقتضی نہیں کہ تم کو اس طرح تباہ کیا جائے لہٰذا تمہارے طلب کردہ فرمائشی نشانات پورے نہیں کئے جاتے اور یہ سراسر اللہ کی رحمت ہے کہ وہ ایسا معجزہ نہیں بھیج رہا ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ تمہیں سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت دے رہا ہے مگر تم ایسے کم عقل ہو کہ فرمائشی معجزات کا مطالبہ کر کے قوم ثمود کے انجام سے دوچار ہونا چاہتے ہو۔ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ پہاڑ کی فلاں چٹان میں سے اونٹنی نکال دیجئے اور اونٹنی بھی ایسی کہ حاملہ ہو کہ فوراً بچہ دے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی دعا پر خدا نے نکال دی۔ مگر بجائے اس کے کہ اپنا منہ مانگا فرمائشی معجزہ دیکھ کر آنکھیں کھلتیں قلبی بصیرت حاصل ہوتی اور اپنے پیغمبر پر ایمان لے

آتے۔ اسلئے ظلم وعداوت پر کمر بستہ ہو گئے۔ چنانچہ اونٹنی کو مار ڈالا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ آخر جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہ تمام قوم تباہ کی گئی۔

کفار ومشرکین سے اس مخاطبت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے اور آپ کی تسلی وتسکین فرمائی جاتی ہے کہ ممکن ہے آپ کو خیال ہوا ہو کہ فرمائشی نشان نہ دکھلانے پر کفار کو ہنسنے اور طعن کرنے کا موقع ملے گا کہ اگر سچے پیغمبر ہوتے تو ہماری طلب کے موافق نشان دکھلا دیتے اس لئے آپ کو مطمئن کیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت نے سب لوگوں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ نہ کوئی اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کی قدرت کے نیچے سے نکل کر کہیں جا سکتا ہے۔ سب اس کے قبضہ میں ہیں آپ ان کے طعن وتشنیع کی طرف قطعاً التفات نہ کریں۔ وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ اپنی دعوت اور تبلیغ کا کام کئے جایئے اور ان کے فیصلوں کو بالکلیہ ہم پر چھوڑ دیجئے۔ ہم جانتے ہیں کہ فرمائشی نشان دیکھ کر بھی یہ معاندین آپ کی بات ماننے والے نہیں اور اس کے بعد ہماری سزا سے چھوٹ کر نکل بھاگنا بھی ممکن نہیں اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں سے کون فی الحال تباہ کر ڈالنے کے لائق ہیں اور کن لوگوں کا باقی رکھنا مصلحت ہے۔ لہٰذا آپ فکر وتردد میں نہ پڑیں۔ یہ سب ہمارے محاصرہ میں ہیں اور ان کے ایمان لانے نہ لانے کا بھی ہم کو علم ہے۔

جب مشرکین مکہ کی طلب اور خواہش کے موافق معجزات کے بھیجنے سے صاف جواب ہو گیا تو ان کو اور بھی دلیری ہوئی اور کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) آپ نبی نہیں اس کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر جس کا ذکر اسی سورۃ کی ابتدا میں آ چکا ہے اور بھی مضحکہ کرتے تھے کہ ہمارے کہنے سے معجزہ تو دکھایا نہیں گیا۔ آسمانوں پر چلے گئے اور شبا شب بیت المقدس پہنچ گئے جنت و دوزخ دیکھ آئے اور نیز قرآن پر ہنسی کرتے کہ عجیب کلام ہے جس میں دوزخیوں کے لئے آگ میں رہنا اور زقوم کا درخت کھانا مذکور ہے۔ اس زقوم کے درخت کو تلخ اور بدمزہ ہونے کی وجہ سے شجرہ ملعونہ کہا گیا اور قدیم عرب ایسی بری چیزوں کو ایسے ہی الفاظ سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ تو کفار مذاق اڑاتے کہ کہیں درخت بھی آگ میں رہ سکتے ہیں؟ کہاں درخت کی سبزی اور کہاں آگ کی خشکی وگرمی؟ آگ سے تو درخت جل جاتا ہے نہ کہ اس میں پیدا ہو۔ تو ان دونوں امر کو سن کر کفار نے تکذیب کی۔ معراج کی تو اس لئے کہ ایک شب میں اتنی دور جانا اور پھر بالخصوص آسمان پر جانا کسی طرح ممکن نہیں اور شجرۂ زقوم کی اس لئے کہ وہ دوزخ میں بتلایا جاتا ہے جہاں کہ آگ کا ہونا کہا جاتا ہے۔ اور آگ میں درخت جل جاتا ہے نہ کہ اس میں پیدا ہو اور قائم رہے۔ کفار کے ان اقوال کا جواب دیا جاتا ہے کہ ہم نے اس رؤیا جس سے اکثر مفسرین نے شب معراج کا منظر دیکھنا مراد لیا ہے اور شجر ملعونہ جس سے مراد زقوم کا درخت ہے۔ ان دونوں چیزوں کو ان کفار کے لئے فتنہ یعنی آزمائش کی چیز کر دیا کہ کم عقل اور بداعتقاد اس پر اعتراض کرتے ہیں اس طرح یہ دونوں چیزیں ان کے لئے باعث گمراہی ہو گئیں۔ اور جب کہ ہم ان کو مختلف طریقوں سے ڈراتے بھی ہیں تو ان کو چاہئے تھا کہ اپنی سرکشی سے باز آ جاتے مگر ان سب باتوں سے بھی ان کی سرکشی ہی بڑھتی ہے حالانکہ ان باتوں کا مقتضا یہ تھا کہ وہ سرکشی سے باز آتے اور اطاعت قبول کرتے پس جب دوا ان کے لئے زہر کا کام دیتی ہے تو ان کی صحت کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ اور فرمائشی نشان دیکھنے پر قبول حق کی کیا امید کی جا سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں متنبہ کیا گیا کہ اللہ اور رسول کی باتوں کو بے چون و چرا ماننا چاہئے۔ ان پر اعتراض کرنا اور ان میں شبہات نکالنا شیطان کا کام ہے۔ تو یہ کافر بھی اسی کی چال چل رہے ہیں جو بات بات میں کج بحثیاں کرتے ہیں مگر یاد رہے کہ ان کا انجام بھی وہی ہونے والا ہے جو ان کے امام ابلیس لعین کا ہوگا۔ اسی مناسب سے اگلی آیات میں ابلیس لعین کا ذکر فرمایا گیا ہے جو اپنی کٹ حجتی اور کج بحثی کے باعث مردود اور راندہ درگاہ ہوا۔ اور اس کا اور اس کے متبعین کا انجام بتلایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿٦١﴾

اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو سو اُن سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے۔ کہا کہ کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جسکو آپ نے مٹی سے بنایا ہے۔

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ

کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے تو بھلا بتایئے تو اسمیں کیا فضیلت ہے خیر اگر آپ نے مجھ کو قیامت کے زمانہ تک مہلت دیدی تو میں (بھی) بجز قدرے

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿٦٣﴾

قلیل لوگوں کے اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کرلوں گا۔ ارشاد ہوا جا جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہولے گا سو تم سب کی سزا جہنم ہے سزا پوری۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ

اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ و پکار سے اس کا قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالانا

فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٦٤﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ

اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کرلینا اور اُن سے وعدے کرنا اور شیطان اُن لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے۔ میرے خاص بندوں پر

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾

تیرا ذرا قابو نہ چلے گا اور آپ کا رب کافی کارساز ہے۔

وَاِذْ اور جب	قُلْنَا ہم نے کہا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں سے	اسْجُدُوْا تم سجدہ کرو	لِاٰدَمَ آدمؑ کو	فَسَجَدُوْٓا تو انہوں نے سجدہ کیا	اِلَّآ سوائے	اِبْلِيْسَ ابلیس	
قَالَ اس نے کہا	ءَاَسْجُدُ کیا میں سجدہ کروں	لِمَنْ اس کو جسے	خَلَقْتَ تو نے پیدا کیا	طِيْنًا مٹی سے	قَالَ اس نے کہا	اَرَءَيْتَكَ بھلا تو دیکھ	هٰذَا یہ	
الَّذِيْ وہ جسے	كَرَّمْتَ تو نے عزت دی	عَلَيَّ مجھ پر	لَئِنْ البتہ اگر	اَخَّرْتَنِ تو مجھے ڈھیل دے	اِلٰى تک	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ روز قیامت		
لَاَحْتَنِكَنَّ جڑ سے اکھاڑوں گا ضرور	ذُرِّيَّتَهٗٓ اس کی اولاد	اِلَّا سوائے	قَلِيْلًا چند ایک	قَالَ اس نے فرمایا	اذْهَبْ تو جا	فَمَنْ پس جس	تَبِعَكَ تیری پیروی کی	
مِنْهُمْ ان میں سے	فَاِنَّ تو بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	جَزَآؤُكُمْ تمہاری سزا	جَزَآءً سزا	مَّوْفُوْرًا بھرپور	وَاسْتَفْزِزْ ور پھسلا لے	مَنِ جو	اسْتَطَعْتَ تیرا بس چلے
مِنْهُمْ ان میں سے	بِصَوْتِكَ اپنی آواز سے	وَاَجْلِبْ اور چڑھالا	عَلَيْهِمْ ان پر	بِخَيْلِكَ اپنے سوار	وَرَجِلِكَ اور پیادے	وَشَارِكْهُمْ اور ان سے ساجھا کرلے		
فِي میں	الْاَمْوَالِ مال	وَالْاَوْلَادِ اور اولاد	وَعِدْهُمْ اور وعدے کر ان سے	وَمَا يَعِدُهُمُ اور نہیں ان سے وعدہ کرتا	الشَّيْطٰنُ شیطان	اِلَّا مگر	غُرُوْرًا دھوکہ	
اِنَّ بیشک	عِبَادِيْ میرے بندے	لَيْسَ نہیں	لَكَ تیرا	عَلَيْهِمْ ان پر	سُلْطٰنٌ زور	وَكَفٰى اور کافی	بِرَبِّكَ تیرا رب	وَكِيْلًا کارساز

تفسیر وتشریح: تخلیق آدم علیہ السلام کا قصہ دراصل یہ بات ذہن نشین کرنے کے لئے بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں ان کافروں کی سرکشی اور تنبیہات سے ان کی یہ بے اعتنائی اور کجروی پر ان کا یہ اصرار جس کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا یہ سراسر شیطان ابلیس لعین کی پیروی ہے جو ازل سے انسان کا دشمن ہے اور اس روش کو اختیار کر کے درحقیقت یہ کفار ومنکرین اس جال میں پھنس رہے

ہیں جس میں اولاد آدم کو پھانس کر تباہ کر دینے کے لئے شیطان نے ابتدا ہی میں بیڑہ اٹھایا تھا نیز اس قصہ کے یہاں بیان کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح ابلیس لعین آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں مردود ہوا۔ اب اے اہل مکہ تم جو بنی آدم ہو کر شیطان کے بہکانے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتے ہو تو گویا اپنے جد اعلیٰ کی نسل سے نکل کر شیطانی لشکر میں داخل ہوتے ہو جو تمہارے مردود ہونے کا قوی سبب ہے۔ اس مناسبت سے یہاں اس قصہ کو ذکر کیا گیا اور ابلیس کی قدیمی عداوت سے انسان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا کھلا دشمن تھا۔ اس کی ذریت بھی سراسر اسی طرح تمہاری دشمن ہے۔

یہاں جو ان آیات میں شیطانی لشکر کے سوار اور پیادوں کا ذکر ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں بھی شیطان کے کچھ افراد سوار ہوں اور کچھ پیادے بلکہ یہ محاور پورے لشکر اور پوری طاقت استعمال کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جتنے افراد بھی کفر و معصیت کی حمایت کے لئے لڑنے کو چلتے ہیں وہ سب شیطان ہی کا پیادہ وسوار لشکر ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ابلیس انسانوں کا قوی ترین اور قدیم ترین دشمن ہے اور ہر وقت اپنی پوری طاقت کے ساتھ گھات میں لگا ہوا ہے مگر اس کے باوجود وہ بزور کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا اس لئے اگر کوئی بچنا چاہے تو بچ سکتا ہے تو جہاں کفار و مشرکین کو اس واقعہ سنانے سے یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ شیطان پرستی چھوڑ دو اور حق پرستی اختیار کر و وہیں اس میں مسلمانوں کے لئے بھی سبق ہے کہ ابلیس کے داؤ پیچ سے ہمیشہ چوکنا رہنا چاہئے۔ شیطان اپنے کام سے کبھی غافل نہیں رہا اور ہر زمانہ میں نہایت سرگرمی سے اپنے کام کرتا ہے لیکن جس قدر زمانہ نبوت قریب رہا اسی قدر اس کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوتی رہی اور جس قدر زمانہ نبوت سے بعد ہوتا گیا اس کی کامیابی بھی روز افزوں ترقی کرتی رہی اور اس کے راستہ پر چلنے کے لئے لوگ بکثرت آمادہ ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ آج مکائید شیطانی کا بازار کھلا ہوا ہے اور ہر ہر قدم پر شیطانی جال بچھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہماری دستگیری فرمائیں اور شیطانی جالوں سے ہم کو بچائیں کہ شیطان کا فتنہ بہت سخت ہے اور ہم ضعیف و ناتواں ہیں۔ بغیر اللہ تبارک و تعالیٰ کی حفاظت کے معصیت سے نہیں بچ سکتے اور بغیر اللہ تعالیٰ کی اعانت اور قوت کے اطاعت نہیں کر سکتے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ان آیات کے خاتمہ پر وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۝ میں اشارہ اسی طرف ہے کہ جو بندہ خدا پر توکل اور بھروسہ کرے اور اس کی امداد و اعانت و حفاظت کا طالب ہو شیطان مردود اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ الغرض اصل مضمون گذشتہ سے توحید خداوندی اور شرک کی مذمت اور برائی سے متعلق بیان ہوتا چلا آ رہا تھا۔ اب آگے پھر اسی اصل مضمون یعنی اثبات توحید باری تعالیٰ اور رد شرک کا بیان جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے فریب سے ہماری حفاظت فرماویں۔ اور ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل رکھیں جن کی حفاظت حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں شریعت مطہرہ کی پابندی اور اتباع سنت نصیب فرما اور اس کی برکت سے اس پرفتن وقت میں ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھئے۔ یا اللہ ہم ضعیف اور کمزور ہیں آپ کی حمایت و اعانت اور حفاظت و نصرت کے طالب ہیں ہم کو اپنا بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور شیطان کے شر سے بچائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ربکم الذی یزجی لکم الفلک فی البحر لتبتغوا من فضلہ انہ کان بکم رحیما ۶۶

تمہارا رب ایسا ہے کہ تمہارے لئے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے تاکہ تم اس کے رزق کی تلاش کرو' بے شک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے۔

واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ فلما نجکم الی البر اعرضتم

اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بجز خدا کے اور جتنوں کی تم عبادت کرتے تھے سب غائب ہو جاتے ہیں' پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم پھر پھر جاتے ہو

وکان الانسان کفورا ۶۷ افامنتم ان یخسف بکم جانب البر او یرسل علیکم

اور (واقعی) انسان ہے بڑا ناشکرا۔ تو کیا تم اس بات سے بے فکر ہو بیٹھے ہو کہ تم کو خشکی کی جانب میں لا کر زمین میں دھنسا دیوے یا تم پر کوئی ایسی تند ہوا بھیج دیوے

حاصبا ثم لا تجدوا لکم وکیلا ۶۸ ام امنتم ان یعیدکم فیہ تارۃ اخری فیرسل

جو کنکر پتھر برسانے لگے پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ۔ یا تم اس سے بے فکر ہو گئے کہ خدائے تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جاوے پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان

علیکم قاصفا من الریح فیغرقکم بما کفرتم ثم لا تجدوا لکم علینا بہ تبیعا ۶۹

بھیج دے' پھر تم کو تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے' پھر اس بات پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا تم کو نہ ملے۔

ربکم تمہارا رب	الذی وہ جو کہ	یزجی چلاتا ہے	لکم تمہارے لئے	الفلک کشتی	فی البحر دریا میں	لتبتغوا تاکہ تم تلاش کرو		
من سے	فضلہ اس کا فضل	انہ بیشک وہ	کان ہے	بکم تم پر	رحیما نہایت مہربان	واذا اور جب	مسکم تمہیں چھوتی ہے	
الضر تکلیف	فی البحر دریا میں	ضل گم ہو جاتے ہیں	من جو	تدعون تم پکارتے تھے	الا ایاہ اس کے سوا	فلما پھر جب		
نجکم وہ تمہیں بچا لایا	الی البر خشکی کی طرف	اعرضتم تم پھر جاتے ہو	وکان اور ہے	الانسان انسان	کفورا بڑا ناشکرا			
افامنتم سو کیا تم نڈر ہو گئے ہو	ان کہ	یخسف دھنسا دے	بکم تمہیں	جانب البر خشکی کی طرف	او یا	یرسل بھیجے	علیکم تم پر	
حاصبا پتھر برسانے والی ہوا	ثم پھر	لا تجدوا تم نہ پاؤ	لکم اپنے لئے	وکیلا کوئی کارساز	ام یا	امنتم تم بے فکر ہو گئے ہو		
ان کہ	یعیدکم وہ تمہیں لے جائے	فیہ اس میں	تارۃ اخری دوبارہ	فیرسل پھر بھیج دے وہ	علیکم تم پر	قاصفا سخت جھونکا		
من سے۔کا	الریح ہوا	فیغرقکم پھر تمہیں غرق کر دے	بما بدلہ میں	کفرتم تم نے ناشکری کی	ثم پھر	لا تجدوا تم نہ پاؤ		
	لکم اپنے لئے	علینا ہم پر ہمارا	بہ اس پر	تبیعا پیچھا کرنے والا				

تفسیر و تشریح

عرب بھی اس زمانہ میں پانی میں سفر کرتے تھے یا خشکی میں اور بتلایا جاتا ہے کہ انسان طلب معاش' تجارت و سوداگری یا دوسرے کاروبار یا مختلف اغراض کے لئے بحر یعنی دریا یا سمندر میں کشتی میں سوار ہو کر سفر کرتا ہے اور حسب اتفاق اگر سمندر میں پہنچنے کے بعد طوفان آتا ہے اور ہوا مخالف چلتی ہے تو جب اس مصیبت کے وقت میں ظاہری اسباب جان بری کے نظر نہیں آتے اور کوئی تدبیر سوجھائی نہیں دیتی۔ ہر چہار طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی ہے۔ ہلاکت آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے اور نجات کا راستہ کوئی نظر نہیں آتا اس وقت انسان فطرۃً تمام باطل و فرضی معبودوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے گڑگڑاتا ہے عاجزی کرتا ہے اور اللہ ہی کو پکارتا ہے۔ مشرکین عرب ایسا ہی کرتے تھے کہ حالت اضطراب میں وہ اس وقت خاص اللہ کو پکارتے تھے۔ مگر جب

طوفان سے نجات دے دی جاتی اور کشتی ساحل پر لگتی اور خشکی پر آتے تو پھر اپنے باطل معبودوں کی طرف پھر جاتے۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ الزام دیتے ہیں کہ انسان کیسا غافل اور ناشکرا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف دوڑتا پھرتا ہے۔ جب خدا مصیبت دور کر دیتا ہے تو بجائے شکر گزاری کے ناشکری کرنے لگتا ہے آگے اللہ تعالیٰ اس غفلت و جہالت پر تنبیہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ سمندر یا دریا سے نجات پانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا کی گرفت سے بھی آزادی مل جاتی ہے۔ کیا خدا پانی سے نجات دینے کے بعد خشکی میں زمین کے اندر دھنسا سکتا یا ہوا کا زبردست طوفان بھیج کر آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک نہیں کر سکتا یا سمندر میں دوبارہ لے جا کر ہوا کا طوفان بھیج کر ہلاک نہیں کر سکتا۔ خدا کے نزدیک ان میں سے کوئی بات دشوار یا محال ہے؟ اور پھر اس ہلاکت پر خدا سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں۔ ان آیات کے مضمون کی تائید و تصدیق میں مفسرین نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز ابوجہل کے لڑکے عکرمہ اپنی جان بچانے کے لئے مکہ سے بھاگے اور چونکہ یہ بھی اپنے باپ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید ترین دشمن تھے اس لئے فتح مکہ کے دن ان کے قتل کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے کشتی میں سوار ہو کر حبشہ بھاگ کر جانا چاہا تو راستہ میں سمندر میں طوفان آیا۔ موجوں کا تلاطم، پانی کی طغیانی، رات کی تاریکی اور ہوا کا زور کشتی کو ڈگمگانے لگا۔ جب نجات کی کوئی سبیل نہ رہی تو کشتیبانوں نے مسافروں سے کہا کہ اب یہ وقت محض دعا کا ہے۔ مدد کے لئے ایک خدا کو پکارو۔ سب اللہ کے سامنے سربسجود ہو کر گڑگڑاؤ۔ مسافروں نے انتہائی عاجزی سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی بحکم خدا طوفان تھما اور کشتی صحیح سالم کنارے لگ گئی۔ عکرمہ جو اس وقت تک کفر پر قائم تھے اور بعد میں مسلمان بن کر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہے جانے لگے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں غور کیا کہ اگر سمندر میں سوائے اللہ کے اور کوئی مدد نہیں کر سکتا تو سمندر سے باہر خشکی پر بھی وہی کارساز ہے۔ اس کے سوا کوئی حامی و مددگار نہیں۔ اس لئے اب اگر میں عافیت کے ساتھ مکہ پہنچ گیا تو اپنا ہاتھ رسول خدا کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث مکہ ہی میں رہیں اور اسلام لے آئیں اور بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کے لئے جان بخشی اور امن کے لئے درخواست کی۔ رحمت عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کے لئے امان کی درخواست کو فوراً منظور فرمالیا۔ امان مل جانے پر ام حکیم عکرمہ کے پاس پہنچیں اور کہا کہ میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے زیادہ نیکوکار شخص کے پاس سے آئی ہوں اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کر لیا ہے۔ تم اپنے آپ کو اب ہلاکت میں مت ڈالو۔ یہ سن کر عکرمہ نے ام حکیم کے ساتھ مکہ واپس آنے کا قصد کیا۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کے پہنچنے سے پہلے ہی صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا عکرمہ مومن ہو کر آ رہا ہے لہٰذا اس کے باپ کو برا نہ کہنا۔ مردہ کو برا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ اکبر! یہ تھا اخلاق نبویؐ۔ الغرض عکرمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور بیوی ساتھ تھیں جو نقاب ڈالے ایک طرف کھڑی ہو گئیں۔ عکرمہ نے عرض کیا کہ یہ میری بیوی حاضر ہے۔ اس نے مجھ کو خبر دی ہے کہ آپ نے مجھ کو امان دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ تجھ کو امان ہے۔ الغرض عکرمہ نے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا اور کہا کہ میں اللہ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان اور مجاہد ہوں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ آپؐ نے عکرمہ کے لئے دعاء مغفرت فرمائی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ سخت مصیبت اور تکلیف کے وقت انسان اپنی فطرت اول پر آ جاتا ہے اور اضطراری طور پر خدا کو پکارتا ہے لیکن جب اضطرار دور ہو جاتا ہے اور ہوش و حواس ٹھکانے لگتے ہیں تو پھر شیطانی جال میں پھنس کر خدا کو بھول جاتا ہے اور عقل پر غفلت کے پردہ پڑ جاتے ہیں۔ گویا ان آیات میں اثبات توحید اور ابطال شرک کے علاوہ یہ تعلیم بھی دینی مقصود ہے کہ دانشمند انسان وہ ہے جو دکھ و سکھ دونوں میں خدا کو یاد کرے۔ دکھ میں یاد کرنا اور سکھ میں بھول جانا یہ خلاف عقل اور خلاف انسانیت ہے۔ ابھی آگے بعض مزید انعامات یاد دلا کر توحید اور فکر آخرت کی دعوت دی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور ہم نے آدمؑ کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا' اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوق

عَلٰی كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿٧٠﴾ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِیَ

پر فوقیت دی۔ جس روز ہم تمام آدمیوں کو اُن کے نامۂ اعمال سمیت بلاویں گے پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے

كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ

داہنے ہاتھ میں دیا جاوے گا تو ایسے لوگ اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا۔ اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا

اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٧٢﴾

سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور زیادہ راہ گم کردہ ہوگا۔

وَلَقَدْ اور تحقیق	كَرَّمْنَا ہم نے عزت بخشی	بَنِیْٓ اٰدَمَ اولاد آدمؑ	وَحَمَلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں سواری دی	فِی الْبَرِّ خشکی میں	وَالْبَحْرِ اور دریا	
وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں رزق دیا	مِنَ سے	الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں	وَفَضَّلْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں فضیلت دی	عَلٰی پر	كَثِيْرٍ بہت سی	مِّمَّنْ اس سے جو
خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	تَفْضِيْلًا بڑائی دیکر	يَوْمَ جس دن ہم	نَدْعُوْا بلائیں گے	كُلَّ اُنَاسٍ تمام لوگ	بِاِمَامِهِمْ ان کے پیشواؤں کے ساتھ	
فَمَنْ پس جو	اُوْتِیَ دیا گیا	كِتٰبَهٗ اسکی کتاب	بِيَمِيْنِهٖ اسکے دائیں ہاتھ میں	فَاُولٰٓئِكَ تو وہ لوگ	يَقْرَءُوْنَ پڑھیں گے	كِتٰبَهُمْ اپنا اعمال نامہ
وَلَا اور نہ	يُظْلَمُوْنَ وہ ظلم کئے جائیں گے	فَتِيْلًا ایک دھاگے برابر	وَمَنْ اور جو	كَانَ رہا	فِیْ هٰذِهٖٓ اس (دنیا) میں	اَعْمٰی اندھا
فَهُوَ پس وہ	فِی الْاٰخِرَةِ آخرت میں	اَعْمٰی اندھا	وَاَضَلُّ اور بہت بھٹکا ہوا	سَبِيْلًا راستہ		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں انسانوں پر بعض انعامات الٰہیہ کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ ساتھ ہی قدرت خداوندی اور اس کی گرفت سے ڈرایا گیا تھا۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو بعض صفات خاصہ عطا فرمانے سے عزت دی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدمی کو حسن صورت علم و عقل فہم وسمجھ ہوش وحواس عنایت فرمائے جن سے دنیا اور آخرت کے نفع ونقصان کو سمجھتا اور اچھے برے میں تفریق کرتا ہے۔ ہر طرف ترقی کی راہیں اس کے لئے کھلی ہوئی ہیں۔ دوسری مخلوقات کو قابو میں لاکر اپنے کام میں لگاتا ہے۔ خشکی میں جانوروں کی پیٹھ یا دوسری طرح کی سواریوں میں سفر کرتا ہے اور سمندروں کو کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ بے تکلف طے کرتا چلا جاتا ہے۔ قسم قسم کے عمدہ کھانے کپڑے مکانات' اور دنیوی آسائش اور رہائش کے سامانوں سے نفع اٹھاتا ہے۔ ان ہی انسانوں کے سب سے پہلے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے مسجود ملائکہ اور ان کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل مخلوقات کا سردار بنایا۔ غرض نوع انسانی کو حق تعالیٰ نے کئی حیثیت سے عزت اور شرافت دے کر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی۔ پس انسانوں کو چاہئے کہ اس نعمت کی قدر کریں اور اس کا حق ادا کریں۔ یعنی توحید کو اختیار کریں اور ایک پروردگار عالم کی طاعت بجالاویں۔

آگے انسانوں کو قیامت کے دن کی یاد دلائی جاتی ہے جہاں دیکھا جائے گا کہ دنیا میں فطری حیثیت سے انسانوں کو جو عزت و فضیلت بخشی تھی اس نے کہاں تک قائم رکھی اور کتنے ہیں جنہوں نے انسانی عز و شرف کو خاک میں ملا دیا۔ جب کہ میدان حشر میں سب اولین و آخرین انسان حاضر کئے جائیں گے اور ان کے نامہ اعمال اڑا دیئے جائیں گے۔ کسی کا اعمال نامہ سامنے سے داہنے ہاتھ میں اور کسی کا پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔ گویا یہ ایک حسی علامت ان کے مقبول یا مردود ہونے کی سمجھی جائے گی۔ اصحاب یمین یعنی داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑنے والے وہ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں حق کو قبول کر کے اپنی فطری شرافت اور انسانی کرامت کو باقی رکھا اور جس طرح دنیا میں انہوں نے دیکھ بھال کر اور سوچ سمجھ کر کام کئے آخرت میں ان کی وہ احتیاط کام آئی۔ اس دن وہ بڑی خوشی سرور اور انبساط سے اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے۔ اور دوسروں کو کہیں گے۔ لو آؤ میری کتاب پڑھ لو۔

یوں تو اپنا نامہ اعمال تمام آدمی پڑھیں گے۔ داہنے ہاتھ میں لینے والے بھی اور بائیں ہاتھ میں لینے والے بھی۔ مگر بائیں ہاتھ میں لینے والوں کا نامہ اعمال چونکہ بدکاریوں سے پر ہوگا اس لئے وہ بادل ناخواستہ پڑھیں گے اور داہنے ہاتھ میں لینے والے خوشی خوشی پڑھیں گے اور خوشی سے پڑھنا ہی درحقیقت پڑھنا ہے۔ اس لئے یہاں پڑھنے کے لئے داہنے ہاتھ میں لینے والوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ باقی دوسرے لوگ یعنی اصحاب شمال جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا ان کا کچھ حال آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص دنیا میں راہ نجات دیکھنے سے اندھا رہے گا وہ آخرت میں بھی منزل تک یعنی بہشت تک پہنچنے سے اندھا رہے گا۔

جو شخص اللہ کی الوہیت و توحید پر استدلال نہیں کر سکتا اور کھلی ہوئی راہ حق کو چھوڑ کر اندھا دھند گمراہی کے غاروں میں گرتا ہے اور اس طرح انسانی شرف و عزت جو اسے دیا گیا تھا خاک میں ملا دیتا ہے اس کو آخرت میں راہ جنت نہ دکھائی دے گی۔ خوشی اور راحت ابدی کا منہ نہ دیکھ سکے گا۔ سو ایسے شخص کا بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔

قرآن مجید کی دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال کفار کو دیا جائے گا اور داہنے ہاتھ میں اہل ایمان کو دیا جاوے گا خواہ عاصی ہوں یا غیر عاصی پھر خوش ہو کر جو نامہ اعمال پڑھے گا بلکہ اوروں کو بھی بلا کر پڑھوائے گا یہ خوشی ایمان کی ہوگی۔ گو بعض اعمال پر سزا بھی ہو جائے۔ قرآن پاک میں تو داہنے اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال کے دیئے جانے کی کیفیت مذکور نہیں لیکن بعض احادیث میں آیا ہے کہ سب نامۂ اعمال عرش کے نیچے جمع ہوں گے۔ اس وقت ایک ہوا آوے گی کہ اڑا کر کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پہنچا دے گی۔ تو اس دنیا میں اور اس زندگی میں آج موقع ہے کہ راہ حق اور راہ نجات کی تلاش و سعی کر لی جائے اور اللہ نے ہم کو انسان بنا کر جو اشرف المخلوقات ہونے کی فضیلت بخشی ہے اس کی قدر دانی کر لی جائے ورنہ یہ دنیا میں راہ حق سے اندھا پن آخرت کے اندھے پن کا باعث ہوگا۔

اب آگے دنیا میں راہ حق سے اندھے یعنی کفار و مشرکین کی بعض عداوت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جو وہ اللہ کے رسول اور راہ حق کے ہادی سے برتتے تھے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اشرف المخلوقات انسان بنایا اور پھر انسان بنا کر اسلام و ایمان نصیب فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّا

اور یہ (کافر) آپ کو اس چیز سے بچلانے ہی لگے تھے۔ جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے تاکہ آپ اس کے سوا ہماری طرف غلط بات کی نسبت کردیں

تَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۷۳ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۷۴ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ

اور ایسی حالت میں آپ کو گاڑھا دوست بنالیتے۔ اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے۔ اگر ایسا ہوتا

ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۷۵

تو ہم آپ کو حالت حیات میں اور بعد موت کے دوہرا عذاب چکھاتے، پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے۔

وَاِنْ اور تحقیق	كَادُوْا وہ قریب تھا	لَيَفْتِنُوْنَكَ کہ تمہیں بچلادیں	عَنِ سے	الَّذِيْٓ وہ لوگ جو	اَوْحَيْنَآ ہم نے وحی کی	اِلَيْكَ تمہاری طرف	
لِتَفْتَرِيَ تاکہ تم جھوٹ باندھو	عَلَيْنَا ہم پر	غَيْرَهٗ اس کے سوا	وَاِذًا اور اس صورت میں	لَّاتَّخَذُوْكَ البتہ وہ تمہیں بنالیتے	خَلِيْلًا دوست		
وَلَوْلَآ اور اگر نہ	اَنْ یہ کہ	ثَبَّتْنٰكَ ہم تمہیں ثابت قدم رکھتے	لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ البتہ تم جھکنے لگتے	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	شَيْـًٔا کچھ	قَلِيْلًا تھوڑا	
اِذًا اس صورت میں	لَّاَذَقْنٰكَ ہم تمہیں چکھاتے	ضِعْفَ دوگنی	الْحَيٰوةِ زندگی	وَضِعْفَ اور دوگنی	الْمَمَاتِ موت	ثُمَّ پھر	لَا تَجِدُ تم نہ پاتے
لَكَ اپنے لئے	عَلَيْنَا ہم پر	نَصِيْرًا کوئی مددگار					

تفسیر و تشریح

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں بعض مخصوص روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کو ہاتھ لگاتے ہوئے دیکھ کر آپ سے کہا کہ جس طرح ایک پتھر حجر اسود ہے۔ ایسے ہی ہمارے بت بھی ہیں۔ اگر ایک دفعہ آپ ہمارے بتوں کو ہاتھ لگالیں تو آئندہ ہم حجر اسود کو چھونے کی اجازت دیں گے ورنہ نہیں۔ یہ بات سن کر آپ کے دل میں ایک طرح کا پس و پیش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا پس و پیش رفع کرنے اور مشرکوں کے بہکاوے سے محفوظ رکھنے کی غرض سے یہ آیات نازل فرمائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ کو ہمارے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے تو ان رذیل غلاموں اور شکستہ حال غریب لوگوں کو اپنے پاس سے الگ کردو تاکہ ہم لوگ آپ کے پاس آسکیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنا ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کے بعد کچھ مائل ہوئے تھے کہ آیات مذکورہ کا نزول ہوا۔ اور بھی مختلف واقعات ان آیات کے نزول کے اسباب میں لکھے ہیں۔ چونکہ نبی کا کوئی دینی فعل وحی کے بغیر نہیں ہوتا اس لئے اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی خواہش پوری کردیتے تو لوگ اس کو وحی کی اجازت پر منحصر کرتے اور واقع میں یہ غلط انتساب ہوتا جس کو قرآنی الفاظ میں افترا کہا گیا ہے۔ تو اگر آپ العیاذ باللہ بفرض محال ایسا کر گزرتے تو بیشک یہ کفار و مشرکین آپ کو گاڑھا دوست بنالیتے مگر آپ پیغمبر معصوم ہیں کفار کی چالوں سے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرماتا رہا۔ اور آپ کی تائید و نصرت برابر کرتا رہا۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف کا نہایت لطیف پیرایہ میں اظہار فرمایا جا رہا ہے۔ مقربین کے لئے جیسے انعامات بہت بڑے ہیں ایسے ہی ان کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی یا

کوتاہی پر گرفت بھی سخت ہوتی ہے ۔ جیسے ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو سورۂ احزاب ۲۱ ویں پارہ کے ختم پر فرمایا گیا کہ اگر بالفرض تم سے کوئی بداخلاقی کا کام ہو جائے تو جو سزا اوروں کو اس کام پر ملتی ہے اس سے دگنی سزا ملے گی۔تو یہاں بتلایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا مرتبہ معمولی نہیں۔اگر ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی ہو تو دنیا میں اور آخرت میں دوگنا مزہ چکھنا پڑے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ مومنین کو چاہیے کہ ان آیات کو تلاوت کرتے وقت دوزانوں بیٹھ کر انتہائی خوف وخشیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی شان جلال و جبروت میں غور کریں۔اور وہی کہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نزول پر فرمایا تھا۔ "اللھم لاتکلنی الیٰ نفسی طرفة عین" خداوندا! چشم زدن یعنی ایک لحہ کے لئے بھی مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے۔یعنی ہمیشہ اپنی ہی حفاظت وکفالت میں رکھے۔

یہاں یہ سمجھ لیجئے۔کہ یہ ارشاد الٰہی بطور الزام نہیں بلکہ آپکے کمال ایمانی کا مظہر ہے۔اور یہ عتاب نہیں بلکہ اظہار محبوبیت ہے کہ آپ ایسے محبوب ہیں کہ کفار کی طرف کچھ قدرے قلیل رجحان اور میلان سے بھی بچالیا۔محققین علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات اس باب میں نص ہیں کہ حضرات انبیاء کا محافظ بھی حق تعالیٰ ہی ہے۔محض ان کی قدرت قدسیہ کافی نہیں تو کسی دوسرے کو اپنے تقدس اور نسبت باطنی پر ناز اور بھروسہ کرنے کا کیا حق ہے؟ یہیں سے فقہانے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ علماء اور خواص پر جاہل عوام سے سخت تر گرفت ہوگی۔

یہاں کفار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس عداوت کا ذکر ہوا یہ تو تھی دین کے اعتبار سے آگے ان کی عداوت کا جو دنیا کے اعتبار سے تھی ذکر فرمایا گیا ہے۔جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو دین پر ثابت قدمی عطا فرماویں اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرماویں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچاویں۔اور ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائیں اور دنیا وآخرت میں اپنی مغفرت ورحمت سے نوازیں۔

یا اللہ ہم کو ایک لحہ کے لئے بھی ہمارے نفس کے حوالہ نہ کیجئے اور نفس وشیطان کی شرارتوں سے ہر حال میں ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ اب امت میں یہ فتنہ بھی پھیل چلا ہے کہ دنیا کے مفاد کے خاطر دین وآخرت کو نظر انداز کردیتے ہیں۔

یا اللہ! اس خصلت سے ہم کو ہر حال میں بچایئے۔اور دین کو مقدم رکھنے کی سعادت عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہمارے قدم صراط مستقیم سے کسی حال میں ڈگمگانے نہ پاویں۔

یا اللہ ہم کو وہ عزم وہمت عطا فرما کہ ہم دین اور آپ کی خوشنودی کے مقابلہ میں دنیا کے کسی نقصان اور خسارہ کا خیال بھی دل میں نہ آنے دیں۔

یا اللہ ہم کو مضبوطی کے ساتھ دین پر جمے رہنے کی توفیق وہمت عطا فرما اور دشمنان دین کی دوستی اور رفاقت سے ہم کو دور رکھیئے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا

اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور اگر ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم ٹھہرنے پاتے۔

قَلِيْلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿٧٧﴾ اَقِمِ

جیسا کہ اُن صاحبوں کے باب میں (ہمارا) قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ اور آپ ہمارے (اُس) قاعدے میں تغیر نہ پاویں گے۔

الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿٧٨﴾

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے اور صبح کی نماز بھی' بیشک صبح کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿٧٩﴾

اور کسی قدر رات کے حصہ میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے' جو کہ آپ کیلئے زائد چیز ہے' امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

وَاِنْ اور تحقیق	كَادُوْا قریب تھا	لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ کہ تمہیں پھسلا ہی دیں	مِنَ سے	الْاَرْضِ زمین (مکہ)	لِيُخْرِجُوْكَ تاکہ وہ تمہیں نکال دیں		
مِنْهَا یہاں سے	وَاِذًا اور اس صورت میں	لَا يَلْبَثُوْنَ وہ نہ ٹھہر پاتے	خِلٰفَكَ تمہارے پیچھے	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا تھوڑا	سُنَّةَ سنت	مَنْ جو
قَدْ اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا	قَبْلَكَ آپ سے پہلے	مِنْ سے	رُسُلِنَا اپنے رسول (جمع)	وَلَا تَجِدُ اور تم نہ پاؤ گے	لِسُنَّتِنَا ہماری سنت میں		
تَحْوِيْلًا کوئی تبدیلی	اَقِمِ قائم کریں آپ	الصَّلٰوةَ نماز	لِدُلُوْكِ ڈھلنے سے	الشَّمْسِ سورج	اِلٰى تک	غَسَقِ اندھیرا	الَّيْلِ رات
وَقُرْاٰنَ اور قرآن	الْفَجْرِ فجر (صبح)	اِنَّ بیشک	قُرْاٰنَ الْفَجْرِ صبح کا قرآن	كَانَ ہے	مَشْهُوْدًا حاضر کیا گیا (فرشتوں کو)	وَمِنَ اور کچھ حصہ	
الَّيْلِ رات	فَتَهَجَّدْ سو بیدار رہیں	بِهٖ اس (قرآن کے) ساتھ	نَافِلَةً نفل (زائد)	لَكَ تمہارے لئے	عَسٰٓى قریب	اَنْ يَّبْعَثَكَ کہ تمہیں کھڑا کرے	
رَبُّكَ تمہارا رب	مَقَامًا مَّحْمُوْدًا مقام محمود						

تفسیر وتشریح

یہاں یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و مشرکین چاہتے ہیں کہ آپ کو تنگ کر کے اور گھبرا کر مکہ سے نکال دیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ ایسا کیا تو وہ خود زیادہ دنوں تک یہاں نہ رہ سکیں گے۔ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔ مشرکین کے ظلم و ستم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا سبب بنے۔ آپ کا مکہ سے تشریف لے جانا تھا کہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد بدر کی جنگ واقع ہوئی جس میں مکہ کے بڑے بڑے نامور سردار گھروں سے نکل کر میدان بدر میں آئے اور نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے۔ کفر کا دھڑ ٹوٹ گیا۔ وہی سرداران قریش جو ندوہ میں جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے جبراً نکالنے کے منصوبہ کرتے تھے میدان بدر میں تہ تیغ ہوئے اور ان کی سب شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ اور اس کے ۵-۶ سال بعد مکہ پر اسلام کا قبضہ ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ کفار کی حکومت و شوکت تباہ ہو گئی اور پھر قریب ۲ سال کے اندر اندر سرزمین عرب مشرکین کے وجود سے پاک کر دی گئی اور پورے جزیرۃ العرب میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مخالف بھی باقی نہ رہا۔ جو بھی اس

ملک میں رہا مسلمان بن کر رہا۔ مشرک بن کر وہاں نہ ٹھہر سکا۔
آگے بتلایا جاتا ہے کہ سارے انبیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی معاملہ رہا ہے کہ جب کسی بستی میں پیغمبر خدا کو نہ رہنے دیا تو بستی والے خود نہ رہے۔ یا تو خدا کے عذاب نے انہیں ہلاک کیا یا کسی دشمن قوم کو اس پر مسلط کیا گیا یا خود اسی نبی کے پیروؤں سے ان کو مغلوب کرا دیا گیا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ان کفار و مشرکین کی منصوبہ بندیوں کی فکر نہ کیجئے آپ اپنے مالک کی طرف متوجہ رہیں اور نمازوں کو ٹھیک ٹھاک قائم رکھیں۔ تعلق مع اللہ وہ چیز ہے جو انسان کو تمام مشکلات و مصائب پر غالب کر دیتی ہے۔
اس لئے آگے آیت میں مجملاً یہ بتایا گیا کہ پنج وقتہ نماز جو معراج کے موقع پر فرض کی گئی تھی اس کے اوقات کس طرح مقرر کئے جائیں حکم ہوا کہ ایک نماز تو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لی جائے یعنی فجر کی اور باقی چار نمازیں زوال آفتاب کے بعد سے ظلمت شب تک پڑھی جائیں گویا ظہر عصر مغرب عشاء کی احادیث میں آتا ہے کہ اس حکم کی تشریح کے لئے جو یہاں فرمایا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام بھیجے گئے جنہوں نے نماز کے ٹھیک ٹھیک اوقات کی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی چنانچہ ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ نے دو مرتبہ مجھ کو بیت اللہ کے قریب جا کر نماز پڑھائی۔ پہلے دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جبکہ سورج ابھی ڈھلا ہی تھا اور سایہ ایک جوتی کے تسمہ سے زیادہ دراز نہ تھا۔ پھر عصر کے نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا پھر مغرب کی نماز ٹھیک اس وقت پڑھائی جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ پھر عشاء کی نماز شفق غائب ہوتے ہی پڑھا دی۔ اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ دوسرے دن انہوں نے مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا اور عصر کی نماز اس وقت جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے دوگنا ہو گیا اور مغرب کی نماز اس وقت جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزر جانے پر اور فجر کی نماز اچھی طرح روشنی پھیل جانے پر۔ پھر جبرئیلؑ نے پلٹ کر مجھ سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہی اوقات انبیاء کے نماز پڑھنے کے ہیں اور نمازوں کے اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں۔ یعنی پہلے دن ہر وقت کے نماز کی ابتدا اور دوسرے دن ہر وقت کی انتہا بتائی گئی کہ جن کے درمیان نماز ادا ہونا چاہئے۔ قرآن مجید میں خود بھی مختلف مواقع پر نماز کے ان پانچوں اوقات کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔ حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ فجر اور عصر کے وقت دن رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے لہٰذا ان دو وقتوں میں رات اور دن کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو فجر اور عصر کی نماز ان کے روبرو ہوئی جو مزید برکت کا موجب ہے اور اس وقت اوپر آسمان پر جانے والے فرشتے جب صعود کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال پر چھوڑا۔ وہ عرض کرتے ہیں پروردگار جب ہم ان کے پاس گئے تھے اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم نے ان کو چھوڑا اس وقت بھی وہ نماز میں تھے۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فجر میں شب و روز کے ملائکہ جمع ہوتے ہیں جو بارگاہ الٰہی میں حاضرین صلوٰۃ فجر کے متعلق شہادت دیتے ہیں یہاں آیت میں اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا یعنی بیشک صبح کی نماز حاضر ہونے کا وقت ہے۔ یہی فرشتوں کی حاضری مراد ہے۔ ان پانچ وقتوں کی فرض نمازوں کے علاوہ رات میں تہجد کی نماز بھی

پڑھنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ کسی قدر رات کے حصہ میں نماز تہجد ادا کیا کیجئے۔ جو آپ کے لئے پنج گانہ نمازوں کے علاوہ ایک زائد نماز ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص نماز تہجد کا حکم دینے کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے۔ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا امید ہے یعنی وعدہ ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

اس آیت میں مقام محمود سے جہاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کرنے کا وعدہ فرمایا جاتا ہے باتفاق تمام مفسرین وہ مقام مراد ہے کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز مخلوق کی شفاعت کرنے کو کھڑے ہوں گے۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء نفسی نفسی کہیں گے اور کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بارگاہ الٰہی میں مخلوق کے لئے شفاعت اور میدان حشر کی تکالیف سے نجات دیئے جانے کے لئے عرض معروض کر سکیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو میدان حشر کی تکالیف سے چھڑائیں گے اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد و تعریف ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ کی تعریف فرمائیں گے گویا شان محمدی علیہ الصلوٰۃ کا پورا ظہور اس وقت ہوگا۔

آیت کے آخری حصہ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا میں شفاعت کبریٰ اور مقام محمود کا ذکر جو آیا ہے اس کی تفصیل احادیث میں ذکر فرمائی گئی ہے۔ موقع کی مناسبت سے جس کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت میں ہمارے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقام محمود پر فائز کر کے بلند درجات عطا فرماویں۔ حق تعالیٰ ہم کو نمازوں کا قائم کرنے والا بنائیں۔ اور پنجگانہ نمازوں کو جماعت کی پابندی سے ان کے آداب وحقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرماویں اور اپنے فضل وکرم سے تہجد کی نماز کے ادا کرنے کی دولت بھی ہم سب کو عطا فرماویں۔

یا اللہ آپ کے فرشتوں کی شہادت آپ کی بارگاہ میں ہمارے حق میں قبول ہو کر ہماری مغفرت کا ذریعہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ

اور آپ یوں دعا کیجئے اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو۔ اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ

سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

نصرت ہو۔ اور کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا' واقعی باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔

وَقُلْ اور کہیں	رَبِّ اے میرے رب	اَدْخِلْنِیْ مجھے داخل کر	مُدْخَلَ داخل کرنا	صِدْقٍ سچا	وَاَخْرِجْنِیْ اور مجھے نکال	مُخْرَجَ نکالنا	صِدْقٍ سچا	
وَاجْعَلْ اور عطا کر	لِّیْ میرے لئے	مِنْ لَّدُنْكَ اپنی طرف سے	سُلْطٰنًا غلبہ	نَّصِیْرًا مدد دینے والا	وَقُلْ اور کہہ دیں آپ	جَآءَ آیا	الْحَقُّ حق	
	وَزَهَقَ اور نابود ہو گیا	الْبَاطِلُ باطل	اِنَّ بیشک	الْبَاطِلَ باطل	كَانَ ہے ہی	زَهُوْقًا مٹنے والا		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی اور سکون روحانی اور اطمینان قلبی کے لئے اقامت الصلوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا اور ساتھ ہی مقام محمود پر فائز کرنے کی بشارت سنائی گئی تھی۔ جس میں یہ اشارہ بھی موجود تھا کہ آج آپ کے مخالفین آپ کے کذب وعداوت میں کمربستہ ہیں مگر ایک وقت وہ آنے والا ہے جب کہ آپ ساری خلقت کے ممدوح بنیں گے اور اولین وآخرین تمام کے تمام آپ کی تعریف وتوصیف کریں گے۔

اب آگے اس امر مقدر کے متعلق دعا کرنے کی تلقین فرمائی جارہی ہے کہ جو کفار کی قوت سے نہیں بلکہ اسلامی مصالح کے پیش نظر ہونا ضروری تھا یعنی بہ مشیت الٰہی مکہ کو چھوڑنا اور مدینہ میں سکونت اختیار کرنا۔ اس دعاء کی تلقین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کا وقت اب قریب آ لگا تھا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا تلقین فرمائی گئی۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ اے میرے رب جہاں مجھے پہنچانا ہے (یعنی مدینہ میں) نہایت آبرو' خوبی' خوش اسلوبی سے پہنچا کہ حق کا بول بالا رہے اور جہاں سے نکالنا یعنی علیحدہ کرنا ہو (یعنی مکہ سے) تو وہ بھی آبرو' خوبی اور خوش اسلوبی سے ہو کہ دشمن ذلیل وخوار اور دوست شاداں وفرحاں ہو بہر صورت صداقت کا دامن کسی حال میں نہ چھوٹے اور سچائی کی فتح اور جھوٹ کا سر نیچا ہو اور مجھے ایسا غلبہ اور تسلط عنایت فرما جس کے ساتھ آپ کی مدد اور نصرت ہوتا کہ حق کا بول بالا رہے اور معاندین ذلیل وپست ہوں۔

اب غور کیجئے کہ یہ اعلان اور عظیم الشان پیشین گوئی مکہ میں اس وقت کی گئی تھی جبکہ بظاہر وہاں کوئی سامان غلبہ حق کا نہ تھا۔ کفار کے ظلم وستم سے تنگ آ کر مسلمانوں کی ایک جماعت مکہ چھوڑ کر حبش میں پناہ گزین تھی۔ اور جو مسلمان مکہ یا اطراف مکہ میں تھے وہ بھی سخت بے کسی اور مظلومی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو کفار کی طرف سے ہر وقت خطرہ تھا اس وقت بظاہر باطل ہی کو غلبہ تھا اور غلبہ حق کے بظاہر کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔ مگر اسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ صاف صاف ان باطل پرستوں کو سنا دیں کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ ایسے وقت میں یہ عجیب اعلان باطل پرستوں اور معاندین کو محض زبانی دعویٰ محسوس ہوا اور انہوں نے تمسخر اور

ٹھوں میں اڑا دیا۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ اس اعلان کے چند ہی سال بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے اور کعبے میں جا کر اس باطل کو مٹا دیا جو ۳۶۰ بتوں کی صورت میں وہاں سجا رکھا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ ۲۰ رمضان یوم جمعہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور اس پر بیٹھے بیٹھے آپ نے طواف کیا۔ اس وقت تک بیت اللہ کے چاروں طرف سیسے سے جمے ہوئے ۳۶۰ بت نصب تھے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ بتوں کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا حق آ گیا اور باطل گیا گزرا ہوا۔ بیشک باطل تھا ہی مٹنے والا۔ چنانچہ ہر بت جس کے چہرہ کی طرف اشارہ فرماتے وہ گدی کے بل اور جس کی گدی کی طرف اشارہ فرماتے وہ چہرے کے بل خود بخود گرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ کوئی بھی بت باقی نہ رہا جو گر نہ گیا ہو۔ اس طرح قرآن کی یہ پیشین گوئی بحمد اللہ تعالیٰ پوری ہوئی۔ یہ دعا

رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ
وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۝

ایک شہر یا بستی سے دوسری بستی یا شہر جانے اور پہنچنے کی حالت میں تو ضرور ورد ہونی ہی چاہئے۔ مگر علمائے محققین اور بعض مشائخ طریقت نے لکھا ہے کہ یہ دعا ہر دینی یا دنیوی مشاغل اور حالت کے آغاز و انجام کے بخوبی مکمل ہونے کے لئے نہایت مؤثر دعا ہے۔ اس لئے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف یا ایک کام سے دوسرے کام کی طرف جب کوئی جانا چاہے تو اس بابرکت دعا کو ورد کرنا چاہئے۔ مثلاً صبح آپ گھر سے مسجد نماز کے لئے آنا چاہیں تو گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھئے۔ جب مسجد میں داخل ہونے کے قریب ہوں تو پھر اس دعا کو پڑھئے۔ جب مسجد سے نکل کر گھر جانا چاہیں تو پھر اس دعاء کو پڑھئے۔ اسی طرح جب گھر سے دفتر یا کسی کام کو جانا ہو تو اس کو پڑھئے اور جب دفتر یا جائے کار پر پہنچنا ہو تو وہاں داخل ہونے سے پہلے پھر پڑھئے اور مطلب سمجھ کر پڑھیے کہ کیا دعا کر رہا ہوں۔ کس سے دعا کر رہا ہوں اور کس بات کی دعا کر رہا ہوں۔ ان شاء اللہ آپ اس کی برکات سے ضرور مستفیض ہوں گے۔

الغرض یہاں حق و باطل کا ذکر فرما کر حق یعنی توحید اور دین اسلام کے غالب آنے اور باطل یعنی کفر و شرک و بت پرستی کے مٹنے کی پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے اور اب آگے قرآن کریم کی طرف متوجہ کیا ہے کہ جس نے حق و باطل کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا جو اس کو حق سمجھ کر اس پر ایمان لائیں گے اور اس پر عمل کریں گے ان کے لئے یہ سراسر رحمت ثابت ہوگا اور جو اس سے انکار، ضد اور مخالفت برتیں گے وہ سراسر نقصان اور خسارہ میں پڑیں گے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی اور باطل سے علیحدہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ حق تعالیٰ نے جیسے اس دین حق کو ابتدا میں غالب کیا اور باطل کو مغلوب فرمایا اسی طرح اب بھی حق کو غالب فرمائیں اور باطل کو مغلوب فرمائیں اپنی نصرت و تائید سے اہل اسلام کو غلبہ نصیب فرمائیں اور اعدائے دین کو ذلت و خواری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس ملک میں اسلام کے چمکنے کی صورتیں ظاہر فرما اور جو دشمنان دین نفاذ نظام اسلام میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں یا اللہ ان کے عزائم کو ملیا میٹ فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہے اور نا انصافوں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَــُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ

اور آدمی کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہو جاتا ہے۔ آپ فرما دیجئے

كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾

کہ ہر شخص اپنے طریقے پر کام کر رہا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہو۔

وَ اور	نُنَزِّلُ ہم نازل کرتے ہیں	مِنَ سے	الْقُرْاٰنِ قرآن	مَا هُوَ شِفَآءٌ جو وہ شفا	وَرَحْمَةٌ اور رحمت	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	وَلَا يَزِيْدُ اور نہیں زیادہ ہوتا	
الظّٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)	اِلَّا سوائے	خَسَارًا گھاٹا	وَاِذَا اور جب	اَنْعَمْنَا ہم نعمت بخشتے ہیں	عَلٰى پر۔جو	الْاِنْسَانِ انسان	اَعْرَضَ وہ روگردان ہوجاتا ہے	
وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اور پہلو پھیر لیتا ہے	وَاِذَا اور جب	مَسَّهُ اسے پہنچتی ہے	الشَّرُّ برائی	كَانَ وہ ہوجاتا ہے	يَــُٔوْسًا مایوس	قُلْ کہدیں	كُلٌّ ہر ایک	
يَعْمَلُ کام کرتا ہے	عَلٰى پر	شَاكِلَتِهٖ اپنا طریقہ	فَرَبُّكُمْ سو تمہارا پروردگار	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَنْ کہ وہ	هُوَ کون	اَهْدٰى زیادہ صحیح	سَبِيْلًا راستہ

تفسیر وتشریح

قرآن جو سب سے بڑی نعمت الٰہی ہے کفار اس کی قدر نہیں پہچانتے اور اس کے ماننے سے اعراض اور پہلو تہی کرتے ہیں پھر جب اس کفران نعمت اور اعراض و انکار کا برا نتیجہ سامنے آئے گا اس وقت قطعاً مایوسی ہوگی کسی طرف امید کی جھلک نظر نہ پڑے گی۔

یہاں اب یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ بیشک کفار نے تو قرآن جیسی نعمت الٰہی کی قدر نہ پہچانی اور اس سے بیگانہ اور اسکی تعلیمات کے منکر اور منحرف ہی رہے لیکن یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اب کچھ ایسے بدطینت مار آستین بھی موجود ہیں کہ جنہوں نے ایک طرف تو اسلام کا لیبل لگا رکھا ہے اور دوسری طرف قرآن حکیم کو نعوذ باللہ نعوذ باللہ فرسودہ کتاب سمجھ کر اور اسکی تعلیمات کو نامکمل جان کر سوشلزم جیسی لعنت کے دلدادہ اور علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے اللہ تجھی سے فریاد ہے یہ اسلام تیرا پسندیدہ دین ہے۔ یہ قرآن تیرا کلام اور تیرا قانون ہے تو ہی اس کا محافظ اور نگران ہے۔ تو نے بڑے بڑے سرکش اور جابر مخالفین اسلام و قرآن کی گردنیں توڑ دی ہیں۔ اے اللہ تو ہی اب بھی اسلام اور قرآن کے مار آستینوں کو سمجھ لے اور تیری قہاری و جباری ان سے نبٹ لے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک کافر یا مومن اپنے اپنے طریقے اور مذہب پر چلتا اور اسی میں مگن رہتا ہے لیکن یاد رہے خدا کے علم محیط سے کسی شخص کا کوئی عمل باہر نہیں ہو سکتا وہ ہر ایک کے طریق عمل اور حرکات و سکنات کو برابر دیکھ رہا ہے اور بخوبی جانتا ہے کہ کون کتنا سیدھا چلتا ہے اور کس میں کس قدر کجروی اور کج راہی ہے ہر ایک کے ساتھ اسی کے موافق برتاؤ کریگا اور اسی کے موافق جزا دے گا۔ یہاں انسان جس سے مراد کافر اور ناشکر گزار انسان ہے اس کی اس کمزوری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب اسے خوش حالی ملتی ہے تو غافل ہو جاتا ہے اور جب رنج و غم پہنچتا ہے تو مایوس ہو جاتا ہے اور ان دونوں حالتوں میں اس کے لئے نامرادی ہے۔ معلوم ہوا کہ سعادت کی راہ یہ ہے کہ خوش حالی میں غافل نہ ہو۔ کیونکہ غفلت کا نتیجہ محرومی ہے اور بدحالی میں مایوس ہو کر بیٹھ نہ رہے کیونکہ مایوسی کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ تو غفلت اور مایوسی یہ دونوں مومنین کی شان نہیں بلکہ کفار اور ناشکر گزار انسانوں کی خصلتیں ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھیں۔ اوپر سے کفار کا معاملہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس کا بیان ہوتا چلا آ رہا ہے آگے بھی رسالت کے امتحان کے لئے جو آپؐ سے کفار نے سوال کیا تھا اس کا جواب ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۵

اور یہ لوگ آپ سے روح کو پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور آپ سے پوچھتے ہیں	عَنِ سے۔متعلق	الرُّوْحِ روح	قُلِ کہدیں	الرُّوْحُ روح	مِنْ اَمْرِ حکم سے	رَبِّيْ میرا رب	وَ اور
مَآ اُوْتِيْتُمْ تمہیں نہیں دیا گیا	مِنَ الْعِلْمِ علم سے	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا تھوڑا سا				

تفسیر وتشریح

بروایت حضرت ابن عباسؓ اس آیت کے سبب نزول کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار مکہ میں چند اہل قریش نے جمع ہو، کر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم لوگوں میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے۔ ہمیشہ صادق اور امین رہے۔ ہم نے دروغ وخیانت کا الزام کبھی ان پر نہیں لگایا۔ لیکن یہ جو دعویٰ نبوت و رسالت کا انہوں نے کیا ہے اس کے متعلق کچھ لوگوں کو یہود مدینہ کے پاس بھیج کر دریافت کرنا چاہیئے۔ وہ اہل علم واہل کتاب ہیں شاید کچھ بتا سکیں چنانچہ باتفاق رائے کچھ لوگ مدینہ گئے اور یہود سے کیفیت واقعہ دریافت کی۔ یہود جو توریت کے حامل تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ ان سے تین باتیں دریافت کرو۔ اگر تینوں کا جواب دے دیں تو سمجھ لو کہ نبی نہیں ہیں اور اگر کسی کا جواب نہ دیں تب بھی نبی نہ ماننا۔ ہاں دو باتیں بتا دیں تو نبی ہو سکتے ہیں۔ اول یہ پوچھو کہ گذشتہ زمانہ میں چند جوان گم ہو گئے تھے اور ان کا واقعہ بڑا عظیم الشان ہوا وہ کون لوگ تھے؟ دوسری بات یہ ہے کہ وہ کون تھا جو سرحد مشرق ومغرب تک پہنچا تھا؟ تیسری بات یہ ہے کہ روح کیا ہے۔ یعنی اس کی حقیقت وماہیت کیا ہے؟ یہودیوں کے مشورہ کے موافق قریش نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تینوں سوال کئے جس سے مقصود آپ کی آزمائش تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل جواب دوں گا اس بھروسہ پر کہ جبرئیل آئیں گے تو دریافت کروں گا جبرئیل علیہ السلام پندرہ دن تک نہ آئے چونکہ انشاء اللہ نہ فرمایا تھا اس لئے وحی میں تاخیر ہوگئی اہل مکہ کا تقاضا ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تب جبرئیل امین آیت وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّىْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ لائے جس کا ترجمہ ہے اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کر دوں گا مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے۔ یہ آیت اگلی سورۂ کہف میں آئی ہے اس کے بعد تینوں سوالات کا جواب دیا گیا دو سوالات کے جواب اگلی سورۂ کہف میں ہیں جو اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں تھے اور تیسرے سوال کا جواب اس آیت میں دیا گیا جس میں یہود نے روح کی حقیقت اور ماہیت دریافت کی تھی۔

الغرض دو سوالات کے جوابات جو اصحاب کہف اور ذوالقرنین سے متعلق تھے۔ ان کے جوابات انشاء اللہ سورۂ کہف جو اگلی سورۃ ہے اس میں آویں گے یہاں اس آیت میں تیسرے سوال کا جواب ہے کہ جو کفار نے مکہ میں یہود کے مشورہ سے کیا تھا کہ روح انسانی کیا چیز ہے یعنی اس کی ماہیت وحقیقت کیا ہے؟ یہاں اس سوال کے لانے سے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ جن چیزوں کے سمجھنے کی ان لوگوں کو ضرورت ہے ادھر سے تو اعراض کرتے ہیں اور غیر ضروری مسائل ہیں از راہ عناد جھگڑتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس کی تھی کہ وحی قرآنی سے باطنی زندگی حاصل کرتے اور اس نسخۂ شفا سے فائدہ اٹھاتے مگر انہیں معاندان بحثوں سے فرصت کہاں حالانکہ ایسے مسائل کے سمجھنے پر نہ نجات موقوف ہے نہ یہ بحثیں انبیاء کے فرائض تبلیغ سے تعلق رکھتی ہیں۔

گویا تین سوالات میں دو کا تفصیلی جواب دیا گیا ایک کا نہیں دیا گیا اور یہود نے قریش مکہ سے یہی کہا تھا کہ اگر تینوں کا جواب دے دیں تو سمجھ لینا کہ نبی نہیں ہیں اور تینوں میں سے کسی کا جواب نہ دیں تب بھی سمجھ لینا کہ نبی نہیں ہیں۔ اگر دو کا جواب دیں تو نبی ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ دو ہی سوالات کا تفصیلی جواب دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی سورۂ کہف میں آئے گا۔ باقی روح کے متعلق تیسرے سوال کا جواب تفصیلاً نہیں دیا گیا اور اس کی وجہ ظاہر فرمادی گئی کہ اس کی حقیقت کا ادراک انسان کی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ انسان کو حقائق اشیاء کے ادراک کا بہت ہی کم حصہ ملا ہے۔ اس وقت کے جہلائے عرب سے ان کے اس سوال کے جواب میں بجز اس قدر جواب کے اور کیا کہا جا سکتا تھا۔ ویسے روح کی حقیقت میں قدیم سے لے کر آج تک مختلف طبقے اور مذاہب کے پیشواؤں نے روح پر روشنی ڈالی ہے اور ہر ایک نے اپنا اپنا راگ الاپا ہے۔ مگر سب بے سود اور سب بے معنیٰ قیاس آرائیاں ہیں۔ اسلام نے قرآن وحدیث میں روح کے متعلق دوسرے عالم میں ثواب وعذاب کی بہت کچھ تصریح فرمائی اور اصل حالات سے آگاہ کیا ہے۔

آگے قرآن کی حقانیت اور اس کا بے نظیر اور بے مثال کلام ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ان نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری کی توفیق ہم کو عطا فرما۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے۔ کہ جن کو ہم اپنے اعمال نامہ میں دیکھ کر قیامت میں خوش ہوں۔

یا اللہ ہمارے اعمال نامہ میدان حشر میں ہم کو ہمارے داہنے ہاتھ میں ملنا نصیب فرما۔ اور یا اللہ ہماری آخری منزل اور ابدی ٹھکانا اپنی جنت میں مقدر فرما۔

یا اللہ جب ہم میدان حشر میں بلائے جائیں تو ہم کو اپنے مومنین ومخلصین بندوں کی صف میں کھڑا ہونا نصیب فرما اور میدان محشر میں سرخروئی نصیب فرما۔

حق تعالیٰ ہمارے قلوب کو کتاب وسنت کی روشنی سے منور فرما دے اور قرآن وحدیث سے جو باتیں ہم کو پہنچیں ان پر ہم کو ایمان کامل اور یقین صادق عطا فرمائیں۔ اور ہماری زندگی کا ہر لمحہ شریعت مطہرہ کی ظاہری اور باطنی پابندی کے ساتھ گزرے جس سے ہماری روحیں عالم برزخ اور عالم آخرت میں سرسبز شاداب ہوں اور جنت کے پر بہار باغوں میں لذتوں اور نعمتوں سے سرشار ہوں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾ اِلَّا رَحْمَةً

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر ہم نے آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کرلیں پھر اس کے (واپس لانے کے) لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہ ملے۔مگر (یہ)

مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ

آپ کے رب کی رحمت ہے بے شک آپ پر اُس کا بڑا فضل ہے۔آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس بات کیلئے جمع ہوجاویں

يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

کہ ایسا قرآن بنالاویں تب بھی ایسا نہ لاسکیں گے اور اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جاوے۔اور ہم نے لوگوں کے لئے

لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾

اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے۔

وَلَئِنْ اور اگر	شِئْنَا ہم چاہیں	لَنَذْهَبَنَّ تو البتہ ہم لے جائیں	بِالَّذِيْ وہ جو کہ	اَوْحَيْنَا ہم نے وحی کی	اِلَيْكَ تمہاری طرف	ثُمَّ لَا تَجِدُ پھر تم نہ پاؤ			
لَكَ اپنے واسطے	بِهٖ اس کے لئے	عَلَيْنَا ہمارے (مقابلہ) پر	وَكِيْلًا کوئی مدد	اِلَّا مگر	رَحْمَةً رحمت	مِنْ رَّبِّكَ تمہاری رب سے	اِنَّ بیشک		
فَضْلَهٗ اس کا فضل	كَانَ ہے	عَلَيْكَ تم پر	كَبِيْرًا بڑا	قُلْ کہدیں	لَئِنِ اگر	اجْتَمَعَتِ جمع ہو جائیں	الْاِنْسُ تمام انسان	وَالْجِنُّ اور جن	عَلٰى پر
اَنْ کہ	يَاْتُوْا وہ لائیں	بِمِثْلِ مانند	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	لَا يَاْتُوْنَ نہ لاسکیں گے آپ	بِمِثْلِهٖ اس کے مانند	وَلَوْ كَانَ اور اگرچہ ہو جائیں			
بَعْضُهُمْ ان کے بعض	لِبَعْضٍ بعض کے لئے	ظَهِيْرًا مددگار	وَلَقَدْ صَرَّفْنَا اور ہم نے طرح طرح سے بیان کیا	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے					
فِيْ میں	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	مِنْ سے	كُلِّ مَثَلٍ ہر مثال	فَاَبٰى پس قبول نہ کیا	اَكْثَرُ النَّاسِ اکثر لوگ	اِلَّا سوائے	كُفُوْرًا ناشکری		

تفسیر وتشریح

گذشتہ سے اصل مضمون وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ سے یہ چل رہا تھا کہ یہ قرآن پاک جس کو اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما رہے ہیں یہ روحانی امراض کے لئے شفا ہے مگر ایمان واعتقاد شرط ہے۔

یہاں ان آیات میں خطاب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن مقصود لوگوں کو سنانا ہے۔کہ اے لوگو! قرآن کو اللہ کی ایک بڑی زبردست نعمت سمجھو۔اس پر ایمان کے ساتھ عمل کرو اور اس نعمت کی ناقدری نہ کرو۔ورنہ خوب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ اس پر بھی قادر ہیں کہ اس نعمت کو واپس لے لیں۔چنانچہ ایک وقت جب دنیا میں گمراہی عام ہو جائے گی تو قیامت سے پہلے اس قرآن کو دنیا سے اٹھا لیا جائے گا چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سے ایک روایت ہے کہ بالکل اخیر زمانہ میں قیامت کے قریب شام کی طرف سے ایک سرخ ہوا چلے گی اس وقت قرآن کے ورقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا ایک حرف بھی باقی نہ رہے گا پھر آپ نے اسی آیت وَلَئِنْ شِئْنَا کی تلاوت کی۔تو یہاں پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم اور احسان بیان فرماتے ہیں کہ قرآن کا جو علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی دیا ہے خدا چاہے تو ذرا

سی دیر میں چھین لے اور پھر کوئی واپس نہ لا سکے لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑی مہربانی اور عنایت ہے کہ جو ایسا نہیں کرتا پھر قرآن کا ایک اعجاز اور بیان فرمایا جاتا ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلہ سے عاجز ہے۔ کسی کے بس میں اس جیسا کلام بنانا ممکن نہیں۔ جس طرح اللہ بے مثل بے نظیر اور بے شریک ہے اسی طرح اس کا یہ کلام بھی بے نظیر اور بے مثال ہے۔ اگر تمام روئے زمین کے انسان و جنات یا دونوں جمع ہو کر چاہیں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی یہ ہرگز ایسا نہ لا سکیں گے یہ چیلنج اس سے پہلے بھی قرآن مجید میں گزر چکا ہے۔

قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر ان تمام آیات میں استدلال کیا گیا کہ یہ قرآن اپنی زبان۔ اسلوب بیان طرز استدلال۔ مضامین۔ مباحث۔ تعلیمات اور اخبار غیب وغیرہ وغیرہ کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے جس کا نظیر لانا انسانی قدرت سے باہر ہے۔ اخیر میں پھر قرآن پاک کی بزرگی بیان فرمائی جاتی ہے کہ حق تعالیٰ نے اس پاک کتاب میں ہر قسم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر قسم کا مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے باوجود اس کے بھی لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو دھکے دے رہے ہیں اور خدا کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ آیات بتا رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کا جو فضل و کرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل حال تھا وہ خصوصی فضل تھا انسانوں کی سرکشی اور کفران نعمت تو اسی کی مقتضی تھی کہ ان کو قرآن جیسا پیام ہدایت نہ دیا جاتا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کے تصدق میں یہ کلام ہدایت آفرین ہم کو مل گیا جس کی مثل دنیا کی کوئی طاقت نہیں بنا سکتی۔

مگر یہ کفار مکہ اور مشرکین عرب طرح طرح کی الٹی باتیں کرتے ہیں اور خرافات بکتے ہیں اور ایمان لانے کے لئے کیسی کیسی شرطیں لگاتے ہیں جن کا اظہار اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جب ہم کو قرآن جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے تو اس نعمت کی قدردانی اور شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرمائیں اس قرآن پاک کی سچی عظمت و وقعت ہم کو نصیب فرمائیں اور اس کا علم اس پر عمل اور اس کا ذوق و شوق اس کے احکام کا اتباع اور تعلیمات کی پیروی نصیب فرمائیں اور اس نعمت کی ناشکری اور ناقدری کے وبال سے ہم کو بچائیں۔

یا اللہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اس میں اب تک قرآنی احکام سے جو اعراض برتا گیا ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دے اور ہمارے حکمرانوں کی آنکھیں قرآن اور اسلام کی طرف سے کھول دے اور ہمیں قرآنی تعلیمات کو اپنانے کی توفیق مرحمت فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ﴿٩٠﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک آپ ہمارے لئے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دیں۔ یا خاص آپ کیلئے

نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٩١﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا

کھجور اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کر دیں۔ یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرا دیں

كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿٩٢﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي

یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے نہ لا کھڑا کر دیں۔ یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر نہ چڑھ جاویں

السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا

اور ہم تو آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کا بھی کبھی باور نہ کریں جب تک کہ (وہاں سے) آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لاویں جسکو ہم پڑھ بھی لیں آپ فرما دیجئے کہ سبحان اللہ

بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٣﴾

میں بجز اُس کے کہ انسان ہوں (مگر) پیغمبر ہوں اور کیا ہوں۔

وَقَالُوْا اور وہ بولے	لَنْ نُّؤْمِنَ ہم ہرگز ایمان نہیں لائینگے	لَكَ تجھ پر	حَتّٰى یہانتک کہ	تَفْجُرَ تو رواں کر دے	لَنَا مِنَ الْاَرْضِ ہمارے لئے زمین سے	
يَنْبُوْعًا کوئی چشمہ	اَوْ تَكُوْنَ یا ہو جائے	لَكَ تیرے لئے	جَنَّةٌ ایک باغ	مِنْ سے۔کا	نَخِيْلٍ کھجور	وَعِنَبٍ اور انگور	فَتُفَجِّرَ پس تو رواں کر دے
الْاَنْهٰرَ نہریں	خِلٰلَهَا اسکے درمیان	تَفْجِيْرًا بہتی ہوئی	اَوْ یا	تُسْقِطَ تو گرا دے	السَّمَآءَ آسمان	كَمَا جیسا کہ	زَعَمْتَ تو کہا کرتا ہے	عَلَيْنَا ہم پر
كِسَفًا ٹکڑے	اَوْ تَاْتِيَ یا تو آوے	بِاللّٰهِ اللہ کو	وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتے	قَبِيْلًا روبرو	اَوْ یا	يَكُوْنَ ہو	لَكَ تیرے لئے	بَيْتٌ ایک گھر	مِنْ سے۔کا
زُخْرُفٍ سونا	اَوْ یا	تَرْقٰى تو چڑھ جائے	فِي السَّمَآءِ آسمان میں	وَلَنْ نُّؤْمِنَ اور ہم ہرگز نہ مانیں گے	لِرُقِيِّكَ تیرے چڑھنے کو	حَتّٰى یہاں تک کہ
تُنَزِّلَ تو اتارے	عَلَيْنَا ہم پر	كِتٰبًا ایک کتاب	نَّقْرَؤُهٗ ہم پڑھ لیں جسے	قُلْ آپ کہہ دیں	سُبْحَانَ پاک ہے	رَبِّيْ میرا رب	هَلْ كُنْتُ نہیں ہوں میں
اِلَّا مگر۔صرف	بَشَرًا ایک بشر	رَسُوْلًا رسول				

تفسیر و تشریح

ان آیات میں ان کفار و مشرکین کی سرکشی کی بعض باتیں نقل فرمائی جاتی ہیں۔ ان آیات کے سبب نزول کے متعلق بروایت حضرت ابن عباسؓ نقل کیا گیا ہے کہ ایک روز مغرب کے بعد خانہ کعبہ کے پیچھے بڑے بڑے سرداران قریش جمع ہوئے۔ جیسے ابوجہل، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، ابوسفیان وغیرہ سب نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلاؤ اور مباحثہ و مکالمہ کر کے اپنی طرف سے ایسی باتیں پیش کرو تا کہ مقابلہ قرآن کی دعوت سے جو مجبوری ہماری قوم میں ظاہر ہوگئی ہے وہ اس بہانہ سے دور ہو جائے اور کمزوری کا دھبہ دھل جائے۔ چنانچہ باتفاق رائے ایک قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور خبر دی کہ آپ کی قوم کے اشراف و سردار جمع ہوئے ہیں اور آپ کو یاد کیا ہے۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم تو قوم کی ہدایت کے شیفتہ ہی تھے۔ آپ کے جی میں آیا کہ بہت ممکن ہے خدا نے انہیں سمجھ دے دی ہو اور یہ راہ راست پر آجائیں اس لئے آپ فوراً ہی تشریف لے آئے۔ سردار ان قریش نے گفتگو شروع کی اور کہنے لگے کہ سنئے۔ آج ہم آپ پر حجت پوری کر دیتے ہیں تا کہ پھر ہم پر کسی قسم کا الزام نہ آئے۔ اسی لئے ہم نے آپ کو بلوایا ہے۔ واللہ! کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہ ڈالا ہوگا جو مصیبت تم نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے۔ تم ہمارے دین کو برا کہتے ہو۔ ہمارے باپ داداؤں پر عیب لگاتے ہو۔ ہمارے دیوتاؤں اور معبودوں کو برا کہتے ہو۔ تم نے ہم میں تفریق ڈال دی۔ لڑائیاں کھڑی کر دیں واللہ تم نے ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کسر نہیں اٹھا رکھی۔ (العیاذ باللہ) اب صاف صاف سن لیجئے اور سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔ اگر آپ کا ارادہ ان تمام باتوں سے جو آپ کہتے ہیں مال جمع کرنے کا ہے تو ہم موجود ہیں۔ ہم خود آپ کو اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ کے برابر ہم میں سے کوئی مالدار نہ ہو اور اگر آپ کا ارادہ اس سے یہ ہے کہ آپ ہم پر سرداری کریں تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ ہم آپ کی سرداری کو تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی تابعداری کو منظور کرتے ہیں۔ اگر آپ بادشاہت کے طالب ہیں تو بخدا ہم آج آپ کی بادشاہت کا اعلان کرتے ہیں۔ اگر آپ کے دماغ میں کوئی فتور ہے (نعوذ باللہ) کوئی جن آپ کو ستا رہا ہے تو ہم موجود ہیں۔ دل کھول کر رقمیں خرچ کر کے آپ کا معالجہ کریں گے۔ یہاں تک کہ آپ کو شفا ہو جائے۔ یہ سب سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو! بحمد للہ مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل آسیب وغیرہ نہیں۔ نہ ہی اپنی اس رسالت کی وجہ سے مالدار بننا چاہتا ہوں نہ کسی سرداری کی طمع ہے۔ نہ بادشاہ بننا چاہتا ہوں۔ بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف اپنا رسول برحق بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوشخبریاں سنادوں اور وعیدیں بھی بتلادوں۔ میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے۔ تمہاری سچی خیر خواہی کی۔ تم اگر قبول کر لو گے تو دونوں جہاں میں نصیب دار بن جاؤ گے اور اگر نا منظور کرو گے تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ جناب باری تعالیٰ شانہٗ مجھ میں اور تم میں سچا فیصلہ فرمادے۔ اب سرداران قوم نے کہا کہ اگر آپ کو ہماری ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں تو اب اور سنو۔ یہ تو خود تمہیں بھی معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ تنگ شہر کسی اور کا نہیں۔ ہم سے زیادہ کم مال کوئی قوم نہیں۔ ہم سے زیادہ کم روزی حاصل کرنے والی بھی کوئی قوم نہیں تو آپ اپنے رب سے جس نے آپ کو اپنی رسالت دے کر بھیجا ہے یہ کرا دو کہ یہ سامنے کے پہاڑ ہٹ جائیں اس میں نہریں، دریا چشمے جاری ہو جائیں جیسے کہ شام اور عراق میں ہیں اور یہ بھی کیجئے کہ ہمارے باپ دادا جو مر چکے ہیں زندہ ہو جائیں اور ہم ان سے پوچھ لیں وہ آپ کی بابت جو کہہ دیں گے ہمیں اطمینان ہو جائے گا۔ اگر آپ نے یہ کر دیا تو ہمیں آپ کی رسالت پر ایمان آ جائے گا اور ہم آپ کی دل سے تصدیق کرنے لگیں گے اور آپ کی بزرگی کے قائل ہو جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس لئے نہیں بھیجا گیا ہے نہ میں ایسا کر سکتا ہوں میں تو خدا کی باتیں تمہیں پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔ مان لو گے تو تمہیں دین و دنیا میں اجر ملے گا اور دونوں جہاں میں خوش رہو گے۔ نہ قبول کرو گے تو میں صبر کروں گا اور اللہ کے حکم پر منتظر رہوں گا یہاں تک کہ پروردگار عالم مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرمادے۔ قریش نے پھر اس پر کہا کہ اچھا یہ بھی نہ سہی تو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی فرشتہ آپ کے پاس بھیج دے جو آپ کی

باتوں کی سچائی کی تصدیق کر دے اور آپ کی طرف سے ہمیں جواب دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بھی پہلے کی طرح دیا۔ قریش پھر بولے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ ہماری طرح بازاروں میں طلب معاش میں چلتے پھرتے ہیں اللہ سے اتنا ہی کرالو کہ تمہارے لئے باغات ہوں جن کے اندر نہریں جاری ہوں اور کوئی خزانہ اور سونے کے مکان ہوں۔ اگر ایسا ہو جائے گا تو ہم پہچان لیں گے کہ اللہ کے نزدیک آپ کو ہم پر فضیلت حاصل ہے اور اس لئے آپ کو رسول بنایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بھی گذشتہ کی طرح دیا۔ پھر قریش نے کہا کہ تم کہا کرتے ہو کہ اگر اللہ چاہے تو دم بھر میں آسمانوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی ہم پر گرا دو۔ بغیر اس کے ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ پھر مشرکین نے کہا کہ کیا آپ کے رب کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تم سے ایسے سوالات کریں گے پھر اس نے تم کو پہلے سے ان کے جوابات کیوں نہ بتا دیئے اور جب ہم تمہاری نہ مانیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ ہم نے تو سنا ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک شخص ہے وہ سکھا جاتا ہے۔ واللہ ہم تو اس کی بابت کبھی نہیں مانیں گے ان میں سے ایک شخص بولا کہ ہم تو ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں۔ دوسرا بولا ہم کو تمہاری بات کا اس وقت تک یقین نہیں جب تک فرشتوں کو اور خدا کو ہمارے روبرو نہ لا کر کھڑا کر دو گے۔

غرض حضور اقدسؐ یہ بیہودہ باتیں سن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ کا ایک بیٹا عبداللہ بن ابی امیہ ساتھ ہو لیا اور راستہ میں کہنے لگا کہ یہ تو بڑے نا منصفی کی بات ہے کہ قوم نے جو کہا وہ بھی آپ نے منظور نہ کیا۔ پھر جو طلب کیا وہ بھی آپ نے پورا نہ کیا۔ پھر جس چیز سے آپ ڈراتے تھے وہ مانگا وہ بھی آپ نے نہ کیا۔ اب جس وقت تک میرے سامنے آسمان تک سیڑھی بنا کر اس پر نہ چڑھو گے اور وہاں سے چار فرشتے اپنے ساتھ ایک گواہ اور ایک کتاب جس میں تمہاری تصدیق ہو نہ لاؤ گے میں تمہاری بات کو نہیں مانوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام باتوں سے رنجیدہ ہو کر گھر تشریف لائے اور ان آیات کا نزول ہوا۔

معلوم ہوا کہ رسالت کے لئے نہ فرمائشی معجزات کی تکمیل لازم ہے نہ رسول اور پیغمبر کے قبضہ میں غیبی طاقت اور قدرت کے خزانہ ہیں۔ وہ تو مشیت الٰہی کے سراسر تابع ہیں۔ اس صراحت سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اس کور بصیرت طبقہ کو جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فوق البشریت ہستی خیال کرتا ہے اور کل الٰہی طاقتوں اور خزانوں کا خود مختار کہتا ہے جو قرآنی صراحت کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ پاک ہم کو دین کی سمجھ اور قرآن کا فہم عطا فرمائیں۔ تو یہاں کفار کے بعض شبہات متعلقہ رسالت کا جواب تھا۔ آگے بھی ان کے اس شبہ کا جواب ہے کہ رسول بشر نہ ہونا چاہئے فرشتہ ہونا چاہئے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان اور اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ اور قرآن جیسی کتاب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔ اللہ پاک ہم کو ان انعامات کی قدر اور حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک کا سچا متبع بنا دیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾

اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا

آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے (رہتے) ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔

رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ

آپ (اخیر بات) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے خوب دیکھتا ہے۔ اور اللہ جس کو راہ

يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ

پر لاوے وہی راہ پر آتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دے تو خدا کے سوا آپ کسی کو بھی ایسوں کا مددگار نہ پاویں گے اور ہم قیامت کے روز

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾

ان کو اندھا گونگا بہرا کر کے منہ کے بل چلاویں گے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہ جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی تب ہی ان کیلئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے

خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ

اٹھائے جاویں گے۔ کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کر دے

مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

اور ان کیلئے ایک میعاد معین کر رکھی ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں اس پر بھی بے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے۔

وَمَا اور نہیں	مَنَعَ روکا	النَّاسَ لوگ (جمع)	اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا کہ وہ ایمان لائیں	اِذْ جَآءَهُمْ جب انکے پاس آگئی	الْهُدٰٓى ہدایت	اِلَّآ مگر	اَنْ یہ کہ	قَالُوْٓا انہوں نے کہا
اَبَعَثَ کیا بھیجا	اللّٰهُ اللہ	بَشَرًا ایک بشر	رَّسُوْلًا رسول	قُلْ کہہ دیں	لَّوْ كَانَ اگر ہوتے	فِى الْاَرْضِ زمین میں	مَلٰٓئِكَةٌ فرشتے	يَّمْشُوْنَ چلتے پھرتے
مُطْمَئِنِّيْنَ اطمینان سے رہتے	لَنَزَّلْنَا ہم ضرور اتارتے	عَلَيْهِمْ ان پر	مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَلَكًا فرشتہ	رَّسُوْلًا رسول	قُلْ کہہ دیں	كَفٰى کافی ہے	
بِاللّٰهِ اللہ کی	شَهِيْدًا گواہ	بَيْنِىْ میرے درمیان	وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	بِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کا	خَبِيْرًا خبر رکھنے والا	
بَصِيْرًا دیکھنے والا	وَمَنْ اور جسے	يَّهْدِ ہدایت دے	اللّٰهُ اللہ	فَهُوَ پس وہی	الْمُهْتَدِ ہدایت پانیوالا	وَمَنْ اور جسے	يُّضْلِلْ گمراہ کرے	
فَلَنْ تَجِدَ پس تو ہرگز نہ پائے گا	لَهُمْ انکے لئے	اَوْلِيَآءَ مددگار	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	وَنَحْشُرُهُمْ اور ہم اٹھائیں گے انہیں	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن			

عَلٰی پر۔بل	وُجُوْهِهِمْ انکے چہرے	عُمْيًا اندھے	وَّبُكْمًا اور گونگے	وَّصُمًّا اور بہرے	مَاْوٰىهُمْ انکا ٹھکانا	جَهَنَّمُ جہنم	كُلَّمَا جب کبھی	خَبَتْ بجھنے لگے گی
زِدْنٰهُمْ ہم ان کیلئے زیادہ کردیں گے	سَعِيْرًا بھڑکانا	ذٰلِكَ یہ	جَزَآؤُهُمْ انکی سزا	بِاَنَّهُمْ کیونکہ وہ	كَفَرُوْا انہوں نے انکار کیا	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کا		
وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا	ءَاِذَا کیا جب	كُنَّا ہوجائینگے ہم	عِظَامًا ہڈیاں	وَّرُفَاتًا اور ریزہ ریزہ	ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَبْعُوْثُوْنَ ضرور اٹھائے جائینگے		
خَلْقًا پیدا کرکے	جَدِيْدًا ازسرنو	اَوَ کیا	لَمْ يَرَوْا انہوں نے نہیں دیکھا	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمان
وَالْاَرْضَ اور زمین	قَادِرٌ قادر	عَلٰٓی پر	اَنْ يَّخْلُقَ کہ وہ پیدا کرے	مِثْلَهُمْ ان جیسے	وَجَعَلَ اس نے مقرر کیا	لَهُمْ ان کے لئے		
اَجَلًا ایک وقت	لَا رَيْبَ نہیں شک	فِيْهِ اس میں	فَاَبٰى تو قبول نہ کیا	الظّٰلِمُوْنَ ظالم (جمع)	اِلَّا كُفُوْرًا ناشکری کے سوا			

تفسیر وتشریح

یہاں کفار ومشرکین کے بیہودہ سوالات کے جواب میں جو حق تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا نہ کفار و مشرکین کی بیوقوفی کا اظہار کیا گیا نہ ان کی معاندانہ شرارت کا ذکر کیا گیا بلکہ نہایت سادہ الفاظ میں اصل حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ تم لوگ شاید یہ سمجھتے ہو کہ جو شخص خدا کا رسول ہو کر آئے وہ سارے خدائی اختیارات کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہونا چاہئے اور اس کو ہر بات کرنے کی قدرت اور اختیار ہونا چاہئے تو یہ خیال ہی بالکل غلط اور فاسد ہے۔ اللہ کے رسول کا کام اللہ کے پیغام کا پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی رسالت و نبوت کو ثابت کرنے کے لئے ان کو مناسب حال معجزات عطا فرماتے ہیں اور ان معجزات کا ظہور اللہ کی قدرت اور مشیت سے ہوتا ہے نہ کہ رسولوں کے اختیار اور مشیت سے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا اور میری تصدیق کے لئے بہت سے معجزات دیئے جو تمہارے ان فرمائشی معجزات سے ہرگز کم نہیں۔ الغرض اول تو کفار مکہ ضرورت نبوت ہی کے قائل نہ تھے لیکن جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے براہین قاطعہ سے رسالت کی ضرورت ثابت فرمائی اور کفار لاجواب ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نبوت پر اعتراض کرنے لگے ان کا عقیدہ تھا کہ اگر نبی کا ہونا ہی ضروری ہے تو انسان کیسے نبی ہوسکتا ہے۔ یہ کھاتا پیتا ہے چلتا پھرتا ہے نکاح کرتا ہے بیوی بچے رکھتا ہے۔ دکھ سکھ اسے پہنچتا ہے۔ انسانیت اور بشریت کے لوازم جس میں موجود ہوں اس کا خدا سے تعلق کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر بنی نوع انسان کو ہدایت کرنی ضروری تھی تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجا جاتا جو کثافت مادہ سے پاک ہوتا جسمانی لوازم کی آلائش اس میں نہ ہوتی۔ خالص نور ہوتا وہ شمع ہدایت بنتا۔

ہر زمانہ کے جاہل اور پیغمبروں کے مخالفین ومنکرین اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ بشر کبھی پیغمبر نہیں ہوسکتا اسلئے جب کوئی رسول آیا تو انہوں نے یہ دیکھ کر یہ کھاتا ہے پیتا ہے بیوی بچے رکھتا ہے۔ گوشت پوست کا بنا ہوا ہے فیصلہ کردیا کہ یہ پیغمبر نہیں ہے کیونکہ بشر ہے چنانچہ کفار مکہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر یہی اعتراض کیا کہ آپ بشر ہیں اور بشر رسول ہو نہیں سکتا۔ حق تعالیٰ نے اسکے جواب میں آیات مذکورہ نازل فرمائیں اور بتلایا گیا کہ نور ہدایت پہنچنے کے بعد بھی ان منکرین اور معاندین کی آنکھیں نہ کھلیں اور یہی کہتے رہے کہ آدمی ہو کر رسول کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر خدا کو پیغمبر بھیجنا تھا تو آسمان سے کوئی فرشتہ اتارتا۔ اس لئے آگے انسانوں میں انسان کو رسول بنا کر بھیجنے کی حکمت بتلائی جاتی ہے۔ کہ اگر یہ زمین آدمیوں کے بجائے فرشتوں کی بستی ہوتی تو بیشک موزوں ہوتا کہ ہم فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ آدمیوں کی طرف اگر فرشتہ اس کی اصلی صورت میں بھیجا جائے تو آنکھیں اور دل تحمل بھی نہ کرسکیں۔ فائدہ اٹھانا تو الگ رہا اور انسان کی صورت میں آئے تو شبہ میں پڑے رہیں۔ زمین پر انسان کی بستی ہے ان کی اصلاح کے لئے بھی انسان کا ہی ہونا ضروری ہے تا کہ ہادی ہم نوع ہوتے ہوئے نمونہ عمل بن کر قولی اور عملی ہدایت کر سکے۔ چونکہ معاندین اس پر بھی نہ مانے اس لئے آگے آخری خطاب اور اس کے ساتھ قیامت کے روز وعید عذاب اور اس کے ضمن میں

قیامت کے متعلق شبہ کا جواب ارشاد ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ جب یہ لوگ باوجود دلائل واضحہ اور دفع شبہات کے بھی نہیں مانتے تو آپ اخیر بات کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کے اختلافات میں کافی گواہ ہے یعنی خدا جانتا ہے کہ میں واقع میں رسول ہوں۔ تم نہیں مانتے مت مانو ایک روز نتیجہ بھگتو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتا اور خوب دیکھتا ہے۔ تمہارے عناد کو بھی دیکھتا اور جانتا ہے تم کو اس کی سزا دے گا۔ آگے پھر اس حقیقت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ واقعی بات یہ ہے کہ خدا کی توفیق اور دستگیری ہی سے آدمی راہ حق پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ جس کی بدبختی، ہٹ دھرمی اور عناد حق کی وجہ سے خدا دستگیری نہ فرمائے اسے کون ہے جو ٹھیک راستہ پر لگا سکے۔ پھر اس کی کج راہی اور بے راہ روی کا نتیجہ قیامت کے دن یہ نکلے گا کہ جس طرح دنیا میں ٹیڑھی چال اختیار کی تھی اسی طرح آخرت میں الٹی چال سے یعنی منہ کے بل دوزخ کی طرف جانا ہوگا۔ اور قبروں سے اٹھنے کے وقت تو ایسی حیرت طاری ہوگی کہ ظاہری حواس بھی گم ہو جائیں گے۔ نہ آنکھوں سے کچھ دیکھے گا نہ کانوں سے کچھ سنائی دے گا اور نہ زبان میں گویائی کی طاقت ہوگی یہ قیامت کے بعض موقع پر ہوگا کہ کافر منہ کے بل اندھے گونگے کر کے چلائے جائیں گے۔ ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن لوگ تین طرح سے چلیں گے پاپیادہ۔ سوار ہو کر اور اوندھے منہ کے بل۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ کے بل کس طرح چلیں گے؟ ارشاد فرمایا جس نے آدمی کو پاؤں پر چلایا وہ قادر ہے کہ سر سے چلا دے۔ باقی جہنمیوں کو منہ کے بل گھسیٹنا وہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا۔ پھر عذاب جہنم کی کیفیت بتلائی جاتی ہے کہ عذاب معین اندازے سے کم نہیں ہونے دیں گے اگر بدن جل کر تکلیف میں کمی ہونے لگے گی تو پھر نئے چمڑے چڑھا دیئے جائیں گے۔ اور وہاں کے شدت عذاب کی یہ کیفیت ہوگی کہ جہنم کی آگ جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی تب ہی اس کو اور بھڑکایا جائے گا اور یہ سزا ان کو اس وجہ سے ملے گی کہ انہوں نے حشر نشر اور قیامت کا انکار کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ جب ہم مر کر ہڈیاں اور گل سڑ کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر از سر نو پیدا کر کے قبروں سے اٹھائے جائیں گے؟ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان و زمین جیسے بڑے اجسام پیدا کئے اسے تم جیسے آدمی چھوٹی سی چیز کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ بیشک وہ تم کو اور تمہارے جیسے سب آدمیوں کو بے تکلف پیدا کر سکتا ہے اور منکرین کو شاید یہ وسوسہ ہو کہ آخر اتنے مر چکے ہیں وہ اب تک کیوں نہیں اٹھائے گئے تو فرما دیا کہ سب کے واسطے قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے وہ ضرور آ کر رہے گا۔ تاخیر دیکھ کر انکار کرنا حماقت ہے اور ایسے واضح مضامین و دلائل سن کر بھی ناانصافوں کے کفر وضلال اور ناشکری میں ترقی ہی ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں ان آیات میں کفار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر یہ اعتراض کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ رسول تو کوئی فرشتہ نوری ہونا چاہئے تھا اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلوایا گیا کہ اگر زمین پر فرشتے رہتے ہوتے اور اس میں وہ چلتے بستے تو بیشک اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے مگر چونکہ زمین پر انسان بستے ہیں اس لئے انسان اور بشر ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ تو یہ آیت قابل غور اور یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ایسی کھلی ہوئی قرآنی تصریحات کے باوجود بھی بعض یہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت بخشیں اور قرآن کے مطابق ہم کو عقیدہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آگے کفار مکہ اور مشرکین عرب کی مذمت کی جاتی ہے اور ان کو فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد دلایا جاتا ہے جب کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو سرزمین مصر سے اکھاڑ پھینکنے کی تدبیر کی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں ہی کو غرق سمندر کر کے انہیں مٹا دیا جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانے کے مختار ہوتے تو اس صورت میں تم (اُس کے) خرچ کرنے کے اندیشہ سے ضرور ہاتھ روک لیتے اور آدمی

الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿١٠٠﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ

ہے بڑا تنگ دل۔ اور ہم نے موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزے دیئے جب کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے۔ سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھئے

فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿١٠١﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا

تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کردیا ہے۔ موسیٰ نے فرمایا تو (دل میں) خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿١٠٢﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ

آسمان اور زمین کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کیلئے ذرائع ہیں اور میرے خیال میں ضرور تیری کمبختی کے دن آگئے ہیں۔ پھر اس نے چاہا کہ بنی اسرائیل کا

مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿١٠٣﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اس سرزمین سے قدم اکھاڑ دے سو ہم نے اُس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کردیا۔ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ اب تم اس

اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿١٠٤﴾

سرزمین میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وعدہ آجاوے گا تو ہم سب کو جمع کرکے حاضر لاکریں گے۔

قُلْ آپ کہدیں	لَوْ اگر	اَنْتُمْ تم	تَمْلِكُوْنَ مالک ہوتے	خَزَآئِنَ خزانے	رَحْمَةِ رحمت	رَبِّيْٓ میرا رب	اِذًا جب	لَّاَمْسَكْتُمْ تم ضرور بند رکھتے
خَشْيَةَ ڈر سے	الْاِنْفَاقِ خرچ ہو جانا	وَكَانَ اور ہے	الْاِنْسَانُ انسان	قَتُوْرًا تنگ دل	وَ اور	لَقَدْ اٰتَيْنَا البتہ ہم نے دی	مُوْسٰى موسیٰ	تِسْعَ نو
اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ کھلی نشانیاں	فَسْئَلْ پس پوچھ تو	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل	اِذْ جب	جَآءَهُمْ ان کے پاس آیا	فَقَالَ تو کہا	لَهٗ اس کو	فِرْعَوْنُ فرعون	
اِنِّيْ بیشک میں	لَاَظُنُّكَ تجھ پر گمان کرتا ہوں	يٰمُوْسٰى اے موسیٰ	مَسْحُوْرًا جادو کیا گیا	قَالَ اس نے کہا	لَقَدْ البتہ	عَلِمْتَ تو نے جان لیا		
مَآ اَنْزَلَ نہیں نازل کیا	هٰٓؤُلَآءِ اس کو	اِلَّا مگر	رَبُّ پروردگار	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَالْاَرْضِ اور زمین	بَصَآئِرَ بصیرت	وَاِنِّيْ اور بیشک میں	
لَاَظُنُّكَ تجھ پر گمان کرتا ہوں	يٰفِرْعَوْنُ اے فرعون	مَثْبُوْرًا ہلاک شدہ	فَاَرَادَ پس اس نے ارادہ کیا	اَنْ کہ	يَّسْتَفِزَّهُمْ انہیں نکال دے			
مِّنَ سے	الْاَرْضِ زمین	فَاَغْرَقْنٰهُ تو ہم نے اسے غرق کردیا	وَمَنْ اور جو	مَّعَهٗ اسکے ساتھ	جَمِيْعًا سب	وَّقُلْنَا اور ہم نے کہا		
مِنْۢ بَعْدِهٖ اسکے بعد	لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو	اسْكُنُوا تم رہو	الْاَرْضَ زمین	فَاِذَا پھر جب	جَآءَ آئے گا	وَعْدُ الْاٰخِرَةِ آخرت کا وعدہ		
جِئْنَا ہم لے آئینگے	بِكُمْ تم کو	لَفِيْفًا جمع کرکے						

تفسیر و تشریح: گذشتہ رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا گیا تھا۔ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ پر بہت بڑا فضل کیا ہے کہ قرآن جیسی بے مثال دولت عطا فرمائی۔ مشرکین مکہ جن وجوہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت کا انکار کرتے تھے ان میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ اس طرح انہیں آپ کا فضل وشرف ماننا پڑتا تھا اور اپنے کسی معاصر اور ہم چشم کا فضل ماننے کے لئے انسان مشکل ہی سے آمادہ ہوا کرتا ہے اسی پر فرمایا جارہا ہے کہ جن لوگوں کی بخیلی کا حال یہ ہے کہ کسی کے واقعی مرتبہ کا اقرار اور اعتراف کرتے ہوئے بھی ان کا دل دکھتا ہے انہیں اگر کہیں خدا نے اپنے خزانہائے رحمت کی کنجیاں حوالہ کردی ہوتیں تو وہ کسی کو پھوٹی کوڑی بھی نہ دیتے تو یہ مشرکین کہاں گوارا کرسکتے تھے کہ مکہ وطائف کے بڑے بڑے متکبر، دولت منداور سرداران کو چھوڑ کر وحی ونبوت کی یہ بیش بہا دولت بنی ہاشم کے ایک ”دریتیم“ کو مل جائے۔ یہ حق تعالیٰ کا فیض ہے کہ جس میں جیسی قابلیت واستعداد دیکھی اس کے مناسب کمالات وانعامات کے خزانے انڈیل دیئے۔

جیسا کہ گذشتہ آیات میں بیان ہوا کفار مکہ کہتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ یہ یہ کام نہ کر کے دکھائیں جواب میں ان سے کہا جارہا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے قرآن مجید دیا اور بہت کچھ مہربانیاں آپ پر فرمائیں اسی طرح پہلے موسیٰ علیہ السلام کو صداقت کے نو کھلے ہوئے نشانات ان کے مناسب حال عطا فرما چکے ہیں جب کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس فرعون کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے تشریف لائے تھے۔

چونکہ مشرکین مکہ یہود کے مشورہ اور کہنے پر سوال کرتے تھے اس لئے حضرت موسیٰ اور آپ کے معجزات کے متعلق مشرکین سے کہا جارہا ہے کہ ان باتوں کی تصدیق کے لئے اگر چاہو تو بنی اسرائیل کے باخبر اور منصف مزاج علماء سے پوچھ دیکھو کہ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کہاں تک صحیح ہیں۔

تو یہاں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کا ایک بار پھر ذکر کرنے کا موقع آیا۔ جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جیسے مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسحور یعنی سحرزدہ کا خطاب دیا کرتے تھے ٹھیک اسی خطاب سے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو نوازا تھا اور کہا تھا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کردیا ہے

جس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو یہ دیا تھا کہ گو تو زبان سے انکار کرتا ہے مگر تیرا دل خوب جانتا ہے کہ یہ عظیم الشان نشان تیری آنکھیں کھولنے کے لئے اسی خدائے قادر مطلق نے دکھلائے ہیں جو آسمان اور زمین کا سچا مالک ہے۔ اب جو شخص جان بوجھ کر محض ظلم وتکبر کی راہ سے حق کا انکار کرے تو اس کی نسبت بجز اس کے کیا خیال کیا جاسکتا ہے کہ تباہی کی گھڑی اس کے سر پر آپہنچی۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ کا اثر بڑھتا جاتا ہے تو اس خیال سے کہ کہیں بنی اسرائیل زور نہ پکڑ جائیں اس لئے ان کو اور زیادہ ستانا شروع کیا۔ مگر آخر اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی جڑ کاٹ دی اور بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دی اور مصر وشام میں جہاں چاہیں آزادی سے رہنے کا موقع عطا فرمایا۔

اصل غرض اس قصہ کو یہاں بیان کرنے کی یہی ہے کہ مشرکین مکہ اس فکر میں تھے کہ مسلمانوں کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرزمین عرب سے ناپید کردیں اس پر انہیں یہ سنایا جاتا ہے کہ یہی کچھ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے ساتھ کرنا چاہا تھا مگر ہوا یہ کہ فرعون اور اس کے ساتھی ناپید کردیئے گئے اور زمین پر موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیرو ان ہی بسائے گئے۔

اب اگر اس روش پر تم چلو گے تو تمہارا انجام بھی یہی ہونا ہے۔

اخیر میں بتلایا گیا کہ جب قیامت آئے گی تو پھر ایک مرتبہ تم سب کو اکٹھا کر کے سعید وشقی، ہالک وناجی کا دائمی فیصلہ کردیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کفار ومشرکین کو تنبیہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ اور مسلمانوں کی کامیابی کی درپردہ بشارت دینی مقصود ہے اور فتح مکہ کی طرف لطیف اشارہ ہے چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ ایسا ہی ثابت ہوا فرعونیوں کی طرح کفار مکہ مٹ گئے اور اہل اسلام کو ان کی بستیوں کی حکومت دے دی گئی۔

اب آگے پھر اصل مضمون یعنی قرآن کی حقانیت کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ

اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا اور وہ راستی ہی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔اور قرآن میں ہم نے

لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

جا بجا فصل رکھا تا کہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو اتارنے میں بھی تدریجاً اتارا۔ کہہ دیجئے کہ تم اس قرآن پر خواہ ایمان لاؤ خواہ ایمان نہ لاؤ

الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ

جن لوگوں کو قرآن سے پہلے (دین کا) علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔اور کہتے ہیں ہمارا رب (وعدہ خلافی سے) پاک ہے۔

اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ (السجدۃ)

بیشک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا ہے اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے۔

وَبِالْحَقِّ اور حق کیساتھ	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسے نازل کیا	وَبِالْحَقِّ اور سچائی کے ساتھ	نَزَلَ نازل ہوا	وَمَآ اور نہیں	اَرْسَلْنٰكَ ہم نے آپ کو بھیجا	
اِلَّا مگر	مُبَشِّرًا خوشخبری دینے والا	وَّنَذِيْرًا اور ڈر سنانے والا	وَقُرْاٰنًا اور قرآن	فَرَقْنٰهُ ہم نے جدا جدا کیا	لِتَقْرَاَهٗ تاکہ تم اسے پڑھو	عَلٰى پر
النَّاسِ لوگ	عَلٰى مُكْثٍ ٹھہر ٹھہر کر	وَّنَزَّلْنٰهُ اور ہم نے اسے نازل کیا	تَنْزِيْلًا آہستہ آہستہ	قُلْ آپ کہہ دیں	اٰمِنُوْا تم ایمان لاؤ	بِهٖ اس پر
اَوْ یا	لَا تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہ لاؤ	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل	اِذَا جب — يُتْلٰى وہ پڑھا جاتا ہے
عَلَيْهِمْ انکے سامنے	يَخِرُّوْنَ وہ گر پڑتے ہیں	لِلْاَذْقَانِ ٹھوڑیوں کے بل	سُجَّدًا سجدہ کرتے ہوئے	وَ اور	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	سُبْحٰنَ پاک ہے
رَبِّنَا ہمارا رب	اِنْ بیشک	كَانَ ہے	وَعْدُ وعدہ	رَبِّنَا ہمارا رب	لَمَفْعُوْلًا ضرور پورا ہو کر رہنے والا	وَيَخِرُّوْنَ اور وہ گر پڑتے ہیں
لِلْاَذْقَانِ ٹھوڑیوں کے بل	يَبْكُوْنَ روتے ہوئے	وَيَزِيْدُهُمْ اور ان میں زیادہ کرتا ہے	خُشُوْعًا عاجزی			

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر فرمایا گیا تھا۔اب روئے سخن پھر قرآن کریم کی طرف پھیر دیا گیا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے معجزات تو تھے ہی لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معجزات عطا ہوئے ان میں سب سے بڑا علمی معجزہ یہ قرآن کریم ہے۔آگے پھر اس کی حقانیت وغیرہ کو بیان فرمایا جاتا ہے۔

مفسرین نے ان آیات کے سبب نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ان آیات میں کفار مکہ کو جواب دیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا۔ یعنی اس میں نہ کسی شیطان یا جن کو دخل ہے نہ کسی انسان کی ساخت کو پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا وہ عین حکمت کے موافق اور اپنے علم عظیم اور اعلیٰ درجہ کی سچائی پر مشتمل کر کے اتارا ہے۔اور ٹھیک اسی سچائی کے ساتھ وہ آپ تک پہنچ گیا۔ درمیان میں ادنیٰ ترین تغیر یا تبدل بھی نہیں ہوا۔ یعنی ایسے فرشتہ کی معرفت نازل کیا جو غلطی نسیان یا خودسازی سے پاک ہے۔ مجسم حق ہے اور جن پر نازل ہوا وہ بھی رسول امین ہیں جو دروغ بافی۔ غلط بیانی اور خودسازی سے بالکل پاک ہیں۔ پھر قرآن جن عقائد احکام واقعات، قصص اور پیشین گوئیوں کو لے کر نازل ہوا وہ سب حق ہیں۔ ایسی صورت میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ کا کام صرف تبلیغ ہے خواہ بصورت

ترغیب ہو یا بشکل ترہیب رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو عذاب الٰہی کی دھمکی سنادیں نیکوکار اور باعمل بندوں کو نجات ابدی و سعادت اخروی کی بشارت دیں اور نافرمان بدکردار کافروں کو ابدی ہلاکت سے ڈرائیں۔

قرآن پاک کی صداقت میں کفار مکہ کو ایک شبہ اور بھی تھا جس کو اب بھی مخالفین اسلام بڑے زوروشور کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ قرآن مجموعی طور پر یک دم کیوں نہ نازل ہوا۔ تھوڑا تھوڑا کیوں اترا اس سے معاندین اور مخالفین یہ الزام لگاتے ہیں کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا وقت دیکھا اور جو واقعہ پیش آیا اسی کے مطابق چند آیتیں اپنی طرف سے بنالیں۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ تدریجاً نزول قرآن کی وجہ مصلحت تبلیغ ہے کیونکہ انزال قرآن سے مقصود اصلی مطلب سمجھ کر اس پر عمل کرنا ہے۔ اگر یکدم نازل ہوتا تو اصل فائدہ یعنی سمجھنا اور عمل کرنا دشوار ہوتا۔ عرب کے صحرائی نہ پڑھے نہ لکھے اہل دانش اور ارباب علم کی صحبت سے محروم ہمیشہ سے قدامت پرستی اور آبائی رسم ورواج کے شیدائی وہ پوری کتاب کو یک دم کیسے سمجھتے اور کیسے عمل کرتے۔ ایک حکم کے نازل کرنے میں سمجھنا اور عمل کرنا سہل ہوگیا۔ رفتہ رفتہ بری عادتیں چھوٹ گئیں۔ غلط عقائد زائل ہوگئے۔ یکدم نزول سے ایک ہیجان برپا ہوجاتا اور اس پر عمل کے لئے کوئی آمادہ نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی یہی مصلحت وحکمت اور شفقت علی العباد تھی جو تدریجاً نزول کی باعث ہوئی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ منکرین قرآن سے فرمادیں کہ اب تم قرآن کو سچا مانو یا نہ مانو تم کو اختیار ہے اللہ اور اس کے رسول کی کوئی غرض نہیں ہے کہ تم ایمان لاؤ گے تو خدا اور رسول کو فائدہ پہنچے گا انکار کروگے تو ان کا نقصان ہوجائے گا۔ یہ تو اللہ کی اپنے بندوں پر شفقت تھی کہ اپنا ہدایت نامہ آہستہ آہستہ انسانی حالات کے مطابق نازل فرمایا۔ رسول کا کام تھا ہدایت نامہ پہنچانا۔ پڑھ کر سنانا مطلب سمجھانا اور خود احکام الٰہیہ پر عمل کر کے دکھلا دینا۔ فرمانبرداروں کو خوشخبری دینا اور نافرمانوں کو ڈرانا۔ سو یہ کام بھی پورا ہوگیا اب ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ نفع نقصان تمہارا ہے مانو یا نہ مانو تمہیں اختیار ہے۔

اس کے آگے عمومی ترغیب اسلام کے لئے ان اہل کتاب کی تعریف فرمائی جاتی ہے جو قرآنی آیات سن کر اللہ کے وعدوں کی تصدیق کرتے اور انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ میں گر پڑتے۔ مفسرین نے صراحت کی ہے کہ آیت میں حضرت نجاشی شاہ حبش اور ان کے بعض مومن ساتھیوں کی حالت کا اظہار فرمایا ہے جن کو حضرت جعفرؓ نے جب سورۂ مریم کی کچھ آیات سنائیں تو ان کے دل نرم پڑ گئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بے اختیار سجدہ میں گر پڑے۔ بعض علمائے تفسیر کا خیال ہے کہ آیت کا نزول حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ہوا جو کتب سابقہ کی تصریحات کے سبب نبی آخر الزمان کے منتظر تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر ان کو ملی تو بے اختیار کھچ کر آگئے اور کلام الٰہی کو سن کر رونے لگے۔ مطلب یہ کہ جو اہل علم قبل نزول سے موجود تھے وہ تو اس کتاب اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منتظر ہی تھے وہ اس کلام کو سن کر اپنی اگلی کتابوں کی پیشینگوئیوں اور خوشخبریوں کی تصدیق پاتے ہیں اور قرآن کو پاکر سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں کہ جس آخری کتاب کا آخری نبی پر نازل کرنے کا وعدہ کتب سابقہ میں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا فرمادیا۔

تنبیہ:۔ یہ آخری آیت سجدہ کی آیت ہے اس لئے سب پڑھنے اور سننے والوں پر سجدہ کرنا واجب ہے اس لئے سب حضرات دعا کے بعد ایک سجدۂ تلاوت کرلیں اور یہ بھی مسئلہ سمجھ لیں کہ ایک مجلس میں اگر آیت سجدہ کئی بار بھی پڑھی یا سنی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے خوف سے یا جذبۂ شکر سے سجدہ میں چلے جانا اور گریہ وزاری کرنا اور اللہ کی پاکی بیان کرنا قابل مدح عمل ہے اور جو لوگ روز ازل سے خوش نصیب ہیں ان کا عجز وانکسار اور تضرع وخشوع اور تعلق مع اللہ آیات قرآنی کو سن کر بڑھتا ہے اور جو کم نصیب ہیں ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر توحید کی تحقیق وتعلیم ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ

آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے سو اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ

پڑھیئے اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھیئے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے۔ اور کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں اُسی اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں

يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ

جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے

وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے۔

قُلِ آپ کہدیں	ادْعُوا تم پکارو	اللّٰهَ اللہ	اَوِ ادْعُوا یا تم پکارو	الرَّحْمٰنَ رحمٰن	اَيًّا مَّا جو کچھ بھی	تَدْعُوْا تم پکارو گے	فَلَهُ سو اسی کیلئے
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى سب سے اچھے نام	وَلَا تَجْهَرْ اور نہ بلند کرو تم	بِصَلَاتِكَ اپنی نماز میں	وَلَا تُخَافِتْ اور نہ بالکل پست کرو تم	بِهَا اس میں			
وَابْتَغِ اور ڈھونڈو	بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان	سَبِيْلًا راستہ	وَقُلِ اور کہدیں	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِيْ وہ جس نے	
لَمْ يَتَّخِذْ نہیں بنائی	وَلَدًا کوئی اولاد	وَ اور	لَمْ يَكُنْ نہیں ہے	لَهُ اس کیلئے	شَرِيْكٌ کوئی شریک	فِي الْمُلْكِ سلطنت میں	
وَلَمْ يَكُنْ اور نہیں ہے	لَهُ اس کا	وَلِيٌّ کوئی مددگار	مِّنَ سب	الذُّلِّ ناتوانی	وَكَبِّرْهُ اور اس کی بڑائی کرو	تَكْبِيْرًا خوب بڑائی	

تفسیر وتشریح

ان آیات کے اسباب نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایک روز دعاء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا اللہ یا رحمٰن فرمایا مشرکین نے سنا تو اعتراض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تو دو معبودوں کے پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو معبودوں کو پکارتے ہیں اس پر آیت کا پہلا ٹکڑا قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ نازل ہوا اور آیت کا دوسرا حصہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کے سبب نزول کی یہ روایت ہے کہ مکہ میں جب آپ نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے تو مشرکین جنہیں قرآن کے سننے سے نفرت تھی قرآن اور حق تعالیٰ اور جبرئیل علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے اس پر آیت کا دوسرا جزو وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ نازل ہوا اور سورۃ کے اخیر آیت میں وحدانیت کاملہ کے اظہار کے لئے یہودیوں عیسائیوں عرب کے مشرکوں اور مجوسیوں کے عقائد باطلہ کی تردید فرمائی گئی تا کہ اسلامی توحید اور غیر اسلامی توحید میں فرق نمایاں ہو جائے۔ یہودی اور عیسائی بھی زبان سے اللہ کو ایک کہتے تھے مگر یہود حضرت عزیر اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہما السلام کو نعوذ باللہ اللہ کا بیٹا قرار دے کر شرک میں گرفتار تھے اسی طرح عرب کے بعض قبائل زبان سے مدعیٔ توحید تھے مگر ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ فرقہ صابیہ اور فرقہ مجوس کا عقیدہ تھا کہ اگر اللہ کے مددگار نہ ہوتے تو وہ عاجز ہو جاتا۔ چونکہ یہ تمام عقائد شرک آمیز تھے اس لئے آخری آیت میں ان سب کی تردید فرما دی۔ یہ تو سبب نزول تھے ان آیات کے رہا مشرکین کا اعتراض کہ ہم کو دو معبودوں کے نام لینے سے منع کیا جاتا ہے اور خود اللہ کے سوا دوسرے خدا رحمٰن کو پکارتے ہیں اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ اللہ اور رحمٰن ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔ تم اس کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر بات ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات ہیں اور ہر ایک صفت کے لحاظ سے اس کا ایک علیحدہ نام ہے تو اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات ہیں اور ہر ایک صفت کے

لحاظ سے اس کا ایک علیحدہ نام ہے تو اللہ تعالیٰ کے جس قدر اسمائے حسنیٰ ہیں ان میں سے کوئی نام لے کر پکارو مقصود ایک ہی ہے۔ اس میں شرک سے کوئی علاقہ نہیں کیونکہ مسمّیٰ تو ایک ہی ہے ہاں اسماء متعدد ہیں۔ شرک تو جب ہوتا جب مسمّیٰ دوسرا ہوتا چنانچہ ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں یعنی ایک کم ۱۰۰ جو شخص یاد کرے ان کو داخل ہوگا جنت میں۔ نیز ان کو ورد کر کے ان کے توسل سے دعا مانگنا موجب قبولیت ہے۔

آگے مشرکین جو بلند آواز سے قرآن پڑھنے پر گستاخی کرتے تھے اسکے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ اپنی جہری نمازوں میں نہ تو قرآن بہت پکار کر پڑھئے کہ جسے سن سن کر مشرکین خرافات بکیں اور قلب نماز میں مشوش ہو اور نہ بالکل آہستہ پڑھئے جو نمازیوں کو بھی نہ سنائی دے بلکہ دونوں کے درمیان ایک متوسط طریقہ اختیار کر لیجئے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم صرف مکہ میں انہی حالات کیلئے تھا۔ مدینہ میں جب حالات بدل گئے تو یہ حکم باقی نہ رہا۔

آخری اور خاتمہ آیت میں کفار پر رد کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ آپ علی الاعلان کہہ دیجئے کہ ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنی ہر صفت وکمال میں یگانہ ہے اور ہر قسم کے عیب وقصور اور نقص وفتور سے بالکل پاک ومنزہ ہے۔ اس کی ذات میں کسی طرح کی کمزوری نہیں جس کی تلافی کے لئے دوسرے کی حاجت پڑے۔ دوسرے سے مدد لینے میں تین صورتیں ہوسکتی ہیں چھوٹے سے مدد لی جائے جیسے باپ اولاد سے لیتا ہے یا برابر والے سے جیسے کہ ایک شریک کو دوسرے شریک سے مدد پہنچتی ہے یا بڑے سے جس طرح کمزور وضعیف ذلت ومصیبت کے وقت بڑے آدمیوں سے مدد لیتے ہیں تو یہاں تینوں صورتوں کی نفی فرما دی گئی جس میں یہود ونصاریٰ اور مشرکین سب کے عقائد کا رد ہو گیا اور توحید خالص کا اعلان فرمایا گیا۔

خلاصہ یہ کہ اس سورۃ کی ابتداء سبحان اللہ سے ہوئی اور آخری آیت الحمدللہ سے شروع ہوئی اور اللہ اکبر کے مفہوم پر ختم ہوئی اور بیچ کا مضمون صاف لا الٰہ الا اللہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح یہ سورۃ اللہ کی توحید ومعرفت سے متعلق ہے جس کے مفہوم کا خلاصہ یہ کلمات ہوئے سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

اس سورۃ کی آخری آیت کے متعلق علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں کو یہ آیت سکھایا کرتے تھے اور آپ نے اس آیت کا نام آیت العز یعنی عزت والی آیت رکھا تھا۔ بعض آثار میں ہے کہ جس گھر میں رات کو یہ آیت پڑھی جائے اس گھر میں کوئی آفت یا چوری نہیں ہوسکتی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بنی عبدالمطلب میں جب کوئی بچہ زبان کھولنے کے قابل ہو جاتا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا

اس کو سکھا دیتے تھے (مظہری) اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا اس طرح کہ میرا ہاتھ آپکے دست مبارک میں تھا۔ آپ کا گزر ایک ایسے صاحب پر ہوا جو بہت شکستہ حال اور پریشان تھے۔ آپؐ نے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیسے ہو گیا؟ اس شخص نے عرض کیا کہ بیماری اور تنگدستی نے یہ حال کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں چند کلمات بتلاتا ہوں۔ وہ پڑھو گے تو تمہاری بیماری اور تنگدستی جاتی رہے گی۔ وہ کلمات یہ تھے۔ **توکلت علی الحی الذی لایموت. الحمد لله الذی لم یتخذولداً ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له ولی من الذل و کبره تکبیراً** اسکے کچھ عرصہ بعد پھر آپؐ اس طرف تشریف لے گئے تو اس کو اچھے حال میں پایا۔ آپؐ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ جب سے آپ نے مجھے یہ کلمات بتلائے تھے میں پابندی سے انکو پڑھتا ہوں۔ (مظہری)

الحمدللہ اس درس پر سورۂ بنی اسرائیل کا بیان ختم ہوا جس میں ۱۲ رکوع تھے۔ اس کے بعد ان شاء اللہ الرحمٰن سورۂ کہف کا بیان شروع ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْکَهْفِ مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ اٰیَاتٍ وَّ اثْنَا عَشَرَ رُکُوْعًا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴿۱﴾

تمام خوبیاں اس اللہ کیلئے ثابت ہیں جس نے اپنے (خاص) بندہ پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔

اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الَّذِیْ وہ جس نے	اَنْزَلَ نازل کی	عَلٰی عَبْدِهٖ اپنے بندہ پر	الْکِتٰبَ کتاب	وَلَمْ یَجْعَلْ اور نہ رکھی	
	لَهٗ اس میں	عِوَجًا کوئی کجی					

تفسیر وتشریح

الحمدللہ اب پندرھویں پارہ کی سورۂ کہف کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت صرف ایک ابتدائی آیت تلاوت کی گئی ہے اس کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی فضیلت، سبب نزول، مقام اور زمانۂ نزول، وجہ تسمیہ، موضوع ومباحث تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورۃ کے پہلے ہی رکوع میں کہف کا لفظ آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر اسی کو سورۃ کا نام دے دیا گیا۔ کہف کے معنٰی ہیں وسیع پہاڑی غار اس طرح اصحاب کہف کے معنٰی ہوئے غار والے۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے جب کہ مخالفین کی طرف سے ظلم وستم اور مزاحمت نے شدت اختیار کر لی تھی۔ اس وقت جو مسلمان ستائے جا رہے تھے ان کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا گیا تا کہ ان کی ہمت بندھے اور انہیں معلوم ہو کہ اہل ایمان اپنا ایمان بچانے کے لئے پہلے کیا کچھ کر چکے ہیں۔

یہ سورۃ مشرکین مکہ کے تین سوالات کے جوابات میں نازل ہوئی تھی جو انہوں نے یہود مدینہ کے مشورہ اور سکھلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے۔ مشرکین مکہ نے یہود سے جا کر کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کچھ ایسے سوال بتاؤ کہ جو امتحان کی غرض سے پوچھے جائیں۔ چنانچہ یہود مدینہ نے تین سوال سکھلائے کہ یہ جا کر پوچھو۔ اب یہاں دو روایات ہیں کہ یہود کے تین سوالات کیا تھے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ تین سوال یہ تھے۔

۱- ایک سوال روح کے متعلق تھا۔

۲- دوسرا سوال اصحاب کہف کے متعلق تھا اور تیسرا سوال ذوالقرنین کے متعلق تھا جس میں سے روح کے متعلق جواب گذشتہ سورۃ بنی اسرائیل میں دیا گیا اور باقی دو سوالوں کے جواب میں یہ سورۂ کہف نازل ہوئی اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کے تین سوالات یہ تھے۔

۱- اصحاب کہف کون تھے؟

۲- قصہ خضر اور موسیٰؑ کی کیا حقیقت ہے؟

۳- ذوالقرنین کا کیا قصہ ہے؟

یہ تینوں قصے عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخ سے متعلق تھے۔ حجاز میں اہل عرب میں ان کا کوئی چرچا نہ تھا اس لئے یہود نے امتحان کی غرض سے ان سوالات کا انتخاب کیا تھا تا کہ یہ بات کھل جائے کہ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی غیبی ذریعہ علم ہے یا نہیں۔ چنانچہ ان کے پوچھے ہوئے سوالات کے جوابات دیئے بلکہ ان تینوں قصوں کو پوری طرح اس صورتحال پر چسپاں بھی کر دیا جو اس وقت مکہ میں کفر و اسلام کے درمیان درپیش تھی۔ اصحاب کہف کے قصہ سے اہل ایمان کو یہ سبق دیا گیا کہ اگر کفار کا کہیں

غلبہ بے پناہ ہو اور ایک مومن کو ظالم معاشرے میں دین و ایمان پر قائم رہنا مشکل ہو تب بھی اس کو باطل کے آگے سر نہ جھکانا چاہئے۔ جس طرح خدائے قادر مطلق نے اصحاب کہف کو ایک مدت دراز یعنی کچھ اوپر تین سو سال تک مدت کی نیند سلا کر پھر جلا اٹھایا اسی طرح اس کی قدرت سے دوبارہ قیامت میں تمام انسانوں کو زندہ کر کے اٹھانا کچھ بعید نہیں۔ جس سے کفار انکار کرتے تھے۔

گویا اصحاب کہف کا واقعہ قیامت کی دلیل اس اعتبار سے ہے کہ جو خدا کئی سو سال سلانے کے بعد بیدار کر سکتا ہے وہ صدہا اور ہزارہا سال کی مدت کے بعد بھی زندہ کر سکتا ہے کیونکہ نیند اور خواب موت کا بھائی ہے۔ پس دونوں بھائیوں کا حکم یکساں ہے۔

اس کے بعد قصہ ذوالقرنین سنایا گیا۔

ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لے وہ آٹھ روز تک (یعنی اگلے جمعہ تک) ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ اور اگر دجال نکل آئے تو یہ اس کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص سورۂ کہف جمعہ کے دن تلاوت کرے اس کے قدم سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ہو جائے گا جو قیامت کے دن روشنی دے گا اور پچھلے جمعہ سے اس دن تک اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

حضرت ابو درداءؓ سے ایک روایت ہے کہ جس شخص نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اور ایک دوسری روایت میں یہی مضمون سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں یاد کرنے کے متعلق ہے۔

اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ کہف پوری کی پوری ایک وقت میں نازل ہوئی۔ اور ۷۰ ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے جس سے اس کی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے۔

اس تمہیدی بیان کے بعد اب ابتدائی آیت کی تشریح سنئے۔ سورۃ کی ابتداء اللہ عزوجل اپنی حمد و تعریف سے فرماتے ہیں یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ تعریف اور حمد و ثنا اور شکر کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے۔

سورۃ کے شروع میں نزول قرآن کا ذکر اس لئے فرمایا کہ قرآن عظیم آپ کی نبوت و رسالت کی برہان عظیم ہے اس لئے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی دلیل کو ذکر فرمایا اس کے بعد اصحاب کہف کا قصہ منکرین نبوت کے شبہ کے جواب میں ذکر فرمایا۔ اور اس قرآن کریم کی صفت یہ بتلائی وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا یعنی اس کتاب یعنی قرآن مجید فرقان حمید میں ذرہ برابر کسی قسم کی کجی نہیں رکھی یعنی اس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ نہ عبارت میں کہیں سے تناقص نہ عقائد میں کوئی اینچ پینچ۔ ہر بیان مدلل ہر حکم واضح تعلیم نہایت متوسط اور معتدل افراط و تفریط سے پاک ہر زمانہ اور طبیعت کے مناسب اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔

آگے قرآن پاک کی مزید صفات اور اس کے نازل کرنے کی غرض کو بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے قرآن پاک جیسی کتاب ہم کو عطا فرمائی۔

یا اللہ قیامت کے دن قرآن پاک کے متبعین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمائیے یا اللہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا یہاں قرآنی حکومت ہم کو دیکھنا نصیب فرما۔ اور قرآن کریم کے احکام کا یہاں نفاذ ہونے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

(اس کتاب کو) بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا تاکہ وہ ایک سخت عذاب سے جو کہ منجانب اللہ ہوگا ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دے

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝۲ مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝۳ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝۴ مَا لَهُمْ

کہ ان کو اچھا اجر ملے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ نہ تو اسکی

بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا

کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کے پاس تھی بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ لوگ بالکل ہی جھوٹ بکتے ہیں۔

كَذِبًا ۝۵ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۶ اِنَّا

سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دیدیں گے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ قریب بہ ہلاکت کردے) ہم نے

جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ

زمین پر کی چیزوں کو اس زمین کیلئے باعث رونق بنایا تاکہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے۔ اور ہم زمین پر کی

مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸

تمام چیزوں کو ایک صاف میدان (یعنی فنا) کردیں گے۔

قَيِّمًا ٹھیک سیدھی	لِيُنْذِرَ تاکہ ڈرسنائے	بَأْسًا عذاب	شَدِيْدًا سخت	مِنْ لَّدُنْهُ اس کی طرف سے	وَيُبَشِّرَ اور خوشخبری دے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں		
الَّذِيْنَ وہ جو	يَعْمَلُوْنَ عمل کرتے ہیں	الصّٰلِحٰتِ اچھے	اَنَّ لَهُمْ کہ ان کیلئے	اَجْرًا حَسَنًا اچھا اجر	مّٰكِثِيْنَ وہ رہیں گے	فِيْهِ اس میں	اَبَدًا ہمیشہ	
وَيُنْذِرَ اور وہ ڈرائے	الَّذِيْنَ قَالُوا وہ جن لوگوں نے کہا	اتَّخَذَ اللّٰهُ اللہ نے بنالیا ہے	وَلَدًا بیٹا	مَا نہیں	لَهُمْ بِهٖ ان کو اس کا	مِنْ عِلْمٍ کوئی علم		
وَّلَا اور نہ	لِاٰبَآئِهِمْ ان کے باپ دادا کو	كَبُرَتْ بڑی ہے	كَلِمَةً بات	تَخْرُجُ نکلتی ہے	مِنْ سے	اَفْوَاهِهِمْ ان کے منہ	اِنْ نہیں	
يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	اِلَّا مگر	كَذِبًا جھوٹ	فَلَعَلَّكَ تو شاید آپ	بَاخِعٌ ہلاک کرنیوالا	نَّفْسَكَ اپنی جان	عَلٰى پر	اٰثَارِهِمْ ان کے پیچھے	اِنْ اگر
لَّمْ يُؤْمِنُوْا وہ ایمان نہ لائے	بِهٰذَا اس	الْحَدِيْثِ بات	اَسَفًا غم کے مارے	اِنَّا بیشک ہم	جَعَلْنَا ہم نے بنایا	مَا جو	عَلَى الْاَرْضِ زمین پر	
زِيْنَةً زینت	لَهَا اس کیلئے	لِنَبْلُوَهُمْ تاکہ ہم انہیں آزمائش	اَيُّهُمْ کون ان میں سے	اَحْسَنُ بہتر	عَمَلًا عمل میں	وَاِنَّا اور بیشک ہم		
لَجٰعِلُوْنَ البتہ کرنے والے	مَا عَلَيْهَا جو اس پر	صَعِيْدًا صاف میدان	جُرُزًا بنجر					

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں بیان ہوا تھا کہ حمد وستائش اور تمام خوبیاں اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے لئے ہیں کہ جس نے اپنے خاص بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب یعنی قرآن مجید نازل فرمایا اور اس کتاب کے دو وصف بیان فرمائے گئے۔ ایک وصف تو گذشتہ آیت میں بیان ہوا تھا۔ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا یعنی اس کتاب میں ذرا بھی کسی قسم کی کجی نہیں رکھی گئی۔ یہ تو

اس کتاب کے کمال ذاتی کی طرف اشارہ تھا۔ دوسرا وصف ان آیات میں فرمایا قَيِّمًا یعنی یہ کتاب قیم بھی ہے۔ یعنی بنی آدم کی سعادت دارین کی کسوٹی اور راہ راست اور ان کے تمام دنیوی و اخروی مصالح کی متکلف ہے۔ قیم اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کی مصالح کا متکلف ہو۔ اس قیم کے لئے دو باتیں ضروری ہیں۔ اول یہ کہ جس کا یہ قیم ہو اس کو پیش آنے والی ہلاکتوں سے مطلع کرے اور خوف دلادے دوسرے یہ کہ تدابیر حسنہ اور اعمال صالحہ کا مژدہ وخوشخبری بھی دے۔ تاکہ بری باتوں سے نفرت اور اعمال صالحہ کی طرف رغبت ہو اسی طرح قرآن پاک کی صفت قیم فرمائی یعنی قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے برے اعمال پر جو ہلاکتیں اور عذاب پیش آتے ہیں خواہ دنیا میں خواہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں ان سب سے بندوں کو متنبہ کرتا ہے اور مومنین کو دائمی خوشی اور ابدی راحت کی خوشخبری دیتا ہے۔ پھر مومنین کا وصف ذکر فرمایا گیا کہ مومنین کون ہیں؟ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ جو عمل صالح کرتے ہیں تو ظاہر ہوا کہ قرآن پاک ان مومنین کو خوشخبری دیتا ہے جو کہ نیک کام کرنے والے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سعادت اخروی کے لئے محض ایمان لانا کافی نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ضروری ہے تو سعادت اخروی کے لئے دو چیزیں لازم ہوئیں۔ ایمان اور عمل صالح پھر ان دو چیزوں پر دو ہی وعدہ فرمائے جاتے ہیں۔ ایک اَجْرًا حَسَنًا یعنی ان کے لئے اچھا بدلہ ملے گا یعنی حیات ابدی اور نعمائے جنت۔ دوسرے مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا کہ وہ اس اجر یعنی بہشت میں ہمیشہ رہا کریں گے یہ نہیں کہ وہ چند روزہ ہو پھر خوف دلانا ایک تو عام لوگوں کو عام باتوں پر ہوتا ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اور ایک خاص امر پر خوف دلانا ہوتا ہے تو عرب کے مشرکین فرشتوں کو نعوذ باللہ خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے بلکہ اب تک کہتے ہیں اور بعض یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی نسبت بھی یہی اعتقاد رکھتے تھے۔ تو بالخصوص ان لوگوں کو قرآن پاک عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے جو نعوذ باللہ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس اعتقاد باطل پر ان کے پاس تو کیا ان کے باپ دادا کے پاس بھی کوئی یقین دلانے والی سند نہیں۔ محض وہم فاسد ہے کوئی تحقیق اور اصول نہ ان کے ہاتھ میں ہے نہ ان کے باپ دادا کے ہاتھ میں تھا جن کی اندھی تقلید میں ایسی بھاری بات یہ زبان سے نکال رہے ہیں۔ گویا خداوند تعالیٰ کی شان قدوسیت وسبوحیت کی ان لوگوں کو کچھ خبر نہیں جو اس کی جناب میں ایسی گستاخیاں کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے اور بالکل جھوٹ بکتے ہیں۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے چونکہ آپ تمام دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

اگر یہ کافر آپ کی اور قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ ان کے غم میں اپنے کو نہ گھلایئے۔ آپ کو اس قدر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ تبلیغ ودعوت کا فرض ادا کر چکے اور کر رہے ہیں۔ آپ تو بہر حال کامیاب ہیں۔ اشقیا اگر قبول نہ کریں تو ان ہی کا نقصان ہے۔ لہذا آپ ان کے کفر کے نتیجہ کی فکر میں نہ پڑیئے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی اسی طرح آپ کے متبعین مومنین صادقین کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ یہ جو کچھ دنیا کی زینت اور سامان بہار ہم نے پیدا کیا ہے یہ اس لئے ہے کہ اس میں اچھے اور بروں کا امتحان ہو جائے کہ کون اس کی رونق اور چند روزہ بہار اور دلفریبی پر دوڑتا ہے اور کون اسے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے اور حلال حرام جائز وناجائز کی تمیز

کر کے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف جھپٹتا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ دنیا تو آزمائش کی جگہ ہے اس عالم کو اللہ نے اسی لئے زینت دے رکھی ہے کہ جانچ لیں کون اس پر جھک کر آخرت سے غافل ہوتا ہے اور کون اس میں رہ کر سامان آخرت فراہم کرتا ہے۔ آخر کار ایک دن اللہ تعالیٰ سب کو نیست و نابود کر کے اس زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے جس میں گھاس پھونس اور درخت کا ایک پتہ تک نہ رہے گا۔ جو لوگ اس کے بناؤ سنگھار پر ریجھ رہے ہیں وہ خوب سمجھ لیں کہ یہ زرق برق کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں۔ دنیا کے زمینی سامان خواہ کتنے ہی جمع کر لو اور مادی ترقی سے کیسا ہی ساری زمین کو لالہ و گلزار بنا لو جب تک آسمانی ہدایت اور روحانی دولت سے تہی دست رہو گے ابدی نجات اور فلاح سے ہم آغوش نہیں ہو سکتے۔ آخری اور دائمی کامیابی صرف انہی کے لئے ہے جو مولائے حقیقی کی خوشنودی پر دنیا کی ہر ایک زائل اور فانی خوشی کو قربان کرتے ہیں اور راہ حق پر چلنے سے کسی صعوبت سے نہیں گھبراتے۔

اسی سلسلہ میں آگے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی تسلی بھی کر دی کہ جس دنیا کی زندگی اور عیش و بہار پر مغرور ہو کر یہ منکرین حق کو ٹھکراتے ہیں وہ سب ایک دن کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی جائے گی۔ اور آخر کار سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا اس وقت سارے جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔

الغرض اصحاب کہف کے واقعہ حیرت خیز کا ذکر اگلی آیات سے شروع فرمایا جا رہا ہے جس کو قریش مکہ نے پوچھا تھا جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس دنیا میں جو آزمائش گاہ ہے، مجھ کو اور آپ کو اور تمام امت مسلمہ کو حق پر قائم رہنے اور دین پر جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور اللہ پاک کی نازل کی ہوئی اس کتاب کا ہم کو متبع بنا دیں اور اس طرح ہمارے وجود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک بننا نصیب ہو۔ اللہ پاک نے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عرب کے کفار و مشرکین کو اپنی رحمت و ہدایت سے نوازا اور ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں نصیب فرمائیں اسی رحمت اور اسی رحمۃ للعالمین کے طفیل سے آج بگڑی ہوئی امت مسلمہ کو ہدایت و سنورنے کی غیب سے صورتیں ظاہر فرماویں۔ اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر قائم رہنے والے کفار و مشرکین کو سرزمین عرب سے نیست و نابود فرمایا اسی طرح آج بھی اعدائے دین اور مخالفین اسلام کی ہلاکت کی غیب سے صورتیں ظاہر فرماویں۔ اور اسلام کو غلبہ اور دشمنان دین کو مغلوب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور پہاڑ والے ہماری عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز ہے۔وہ وقت قابل ذکر ہے

إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى

جب کہ ان نوجوانوں نے اس غار میں جا کر پناہ لی پھر کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمایئے اور ہمارے لئے کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے۔

اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿١١﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصٰى لِمَا

سو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک نیند کا پردہ ڈال دیا۔ پھر ہم نے اُن کو اُٹھایا تا کہ ہم معلوم کر لیں کہ ان دونوں گروہ میں سے کونسا گروہ

لَبِثُوْٓا أَمَدًا ﴿١٢﴾

ان کے رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا۔

أَمْ حَسِبْتَ کیا تم نے گمان کیا؟	أَنَّ کہ	أَصْحٰبَ الْكَهْفِ اصحاب کہف	وَ اور	الرَّقِيْمِ رقیم	كَانُوْا وہ تھے	مِنْ سے
اٰيٰتِنَا عَجَبًا ہماری نشانیاں عجیب	إِذْ جب	أَوَى پناہ لی	الْفِتْيَةُ جوان	إِلَى طرف	الْكَهْفِ غار	فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	رَبَّنَا اے ہمارے رب
اٰتِنَا ہمیں دے	مِنْ لَّدُنْكَ اپنی طرف سے	رَحْمَةً رحمت	وَهَيِّئْ اور مہیا کر	لَنَا ہمارے لئے	مِنْ أَمْرِنَا ہمارے کام میں	رَشَدًا درستی
فَضَرَبْنَا پس ہم نے مارا	عَلٰى پر	اٰذَانِهِمْ ان کے کان	فِي الْكَهْفِ غار میں	سِنِيْنَ عَدَدًا کئی سال	ثُمَّ پھر	بَعَثْنٰهُمْ ہم نے انہیں اُٹھایا
لِنَعْلَمَ تا کہ ہم دیکھیں	أَيُّ کون	الْحِزْبَيْنِ دونوں گروہ	أَحْصٰى خوب یاد رکھا	لِمَا لَبِثُوْا کتنی دیر رہے	أَمَدًا مدت	

تفسیر وتشریح

یہ گذشتہ درسوں میں بتلایا جا چکا ہے کہ قریش مکہ نے یہود کے سکھلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ اصحاب کہف کون تھے؟ اصحاب کہف کے قصہ کو عجیب ہونے کی حیثیت سے انہوں نے خاص اہمیت دی تھی اس لئے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔ ان آیات میں اجمالاً أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ کے نام سے ان کا ذکر فرمایا گیا۔

اکثر مفسرین کے نزدیک اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں اور ان کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ یہ لوگ کون اور کس زمانہ کے تھے اس کی جزم و وثوق کے ساتھ قرآن پاک یا احادیث صحیحہ میں تفصیل نہیں۔ قرآن مجید کو بحث وسروکار چونکہ صرف عبرتوں، بصیرتوں اور اخلاقی اسباق و نتائج سے رہتی ہے اس لئے وہ تاریخی اور جغرافی تفصیلات کو اکثر نظر انداز کر دیتا ہے۔ بہر حال مفسرین قدیم وجدید کی اکثریت نے اسے مسیحی دور کی حکایت قرار دیا ہے۔ رومی شہنشاہ دقیانوس جس کا سن وفات ۲۵۱ء مورخین نے بیان کیا ہے اپنے مذہب بت پرستی میں بڑا سخت تھا۔ اس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت اور شاہی خاندان سے تھا اور خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں ان کے دل خشیت الٰہی اور نور سے بھرپور تھے۔

بادشاہ کے روبرو جا کر بھی انہوں نے ایمانی جرأت اور استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو کچھ ان کی نوجوانی کا خیال آیا کچھ اور دوسرے مصالح مانع آئے کہ فوراً انہیں قتل نہ کیا۔ چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور اور نظر ثانی کر لیں۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جب کہ جبر و تشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا بہر حال خطرہ ہے مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں اور واپسی کے لئے مناسب موقع کا انتظار کریں۔ آخر ان نوجوانوں نے شہر سے خاموشی سے نکل کر کسی قریب پہاڑی غار میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے تا کہ ضروریات خرید کر لا سکے اور شہر کے احوال سے بقیہ سب ساتھیوں کو مطلع کرتا رہا کرے۔ ان میں سے ایک جو اس کام پر معمور تھا اس نے ایک روز اطلاع دی کہ شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے اور ہمارے اقارب و اعزہ کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں۔ غار کے اندر یہ مذاکرہ ہو رہا تھا کہ ان سبھوں نے حق تعالیٰ سے فریاد اور دعاء کی۔ حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی تشویش اور بے چینی دفع کرنے کے لئے ان پر دفعۃً نیند طاری کر دی۔ لکھا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا پتہ نہ لگا اور وہ کچھ اوپر تین سو سال تک سوتے رہے۔ ان کے ساتھ غار میں جاتے وقت ایک کتا بھی ساتھ ہو لیا تھا اور وہ غار کی دہلیز پر بیٹھ گیا اور خواب و بیداری میں اس کا بھی انہیں جیسا حال ہوا۔ تین صدیاں یونہی گزر گئیں۔ تخت روم پر کئی بادشاہ بدلے۔ آخر تین صدی بعد ایسا بادشاہ آیا کہ جو بت پرستی چھوڑ کر عیسائی مذہب پر تھا مگر اس کے عہد میں مر کر زندہ ہونے پر باہم بحث تھی۔ ایک فریق منکر تھا اور ایک فریق قائل۔ خود بادشاہ کو تردد تھا۔ اور خدا تعالیٰ سے التجا کرتا تھا کہ اس امر میں اس کو کوئی شافی دلیل دکھا دے۔ خدا کی قدرت کہ ۳۰۹ برس بعد اصحاب کہف کی آنکھ کھلی۔ اللہ تعالیٰ نے اتنے عرصہ تک اپنی قدرت سے انہیں محفوظ رکھا۔ اب جب جاگے اور از سر نو زندگی عطا ہوئی تو انگڑائیاں لیتے ہوئے اور آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے اور باہم ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کس قدر سوئے۔ جس وقت اصحاب کہف غار میں سوئے تھے تو غروب آفتاب کا وقت تھا اور بیداری کا بھی قریب وہی وقت تھا۔ اس لئے ان میں سے کچھ کہنے لگے کہ تقریباً پورے دن ہم سوئے ہوں گے مگر جب اپنے سر کے بال اور ناخن بڑھے ہوئے دیکھے تو سمجھے کہ ہم عرصہ دراز تک سوئے ہیں اس لئے کچھ کہنے لگے کہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ ہم کتنی دیر سوئے۔ اب بھوک و پیاس بھی معلوم ہوئی۔ پھر یہ بھی فکر تھا کہ خدا جانے ہمارے بھاگنے کے بعد کیا فیصلہ ہوا اس لئے اپنے میں سے ایک کو شہر کی طرف روپیہ دے کر بھیجا کہ سرکاری آدمیوں سے بچتے بچاتے خوش تدبیری کے ساتھ شہر میں جائے اور چپکے سے کچھ کھانا خرید کر لائے۔ اور یہ ہدایت کی کہ اس طرح چھپ کر جائے کہ کسی کو معلوم نہ ہو کیونکہ یہ سمجھ رہے تھے کہ بادشاہ دقیانوس موجود ہے اور اسی کا زمانہ ہے اگر وہ قابو پا جاوے گا تو یا قتل کر ڈالے گا یا اپنے مذہب بت پرستی پر مجبور کرے گا۔ پس ایک شخص ان میں سے غار سے نکلا اور لوگوں سے بچتے ہوئے شہر کے دروازہ پر آیا تو اس کی ہیئت بدلی ہوئی پائی۔ حیرت ہوئی کہ یہ شہر کیا ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے دروازہ پر گیا تو اس کا نقشہ بھی بدلا ہوا پایا۔ اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ نہ وہ بازار ہے نہ وہ آدمی ہیں نہ وہ قدیم عمارتیں ہیں۔ نہ وہ طرز معاشرت ہے۔ یا تو کوئی عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیوا نہ تھا یا اب بہتیرے آدمی دین دار اور شکل و شباہت سے نیکوکار نظر آتے

ہیں۔غرض اسی حیرانی میں ایک دوکاندار سے کچھ کھانے کا سامان خریدنے کے لئے سکہ نکالا۔ دوکاندار پرانا سکہ دیکھ کر حیران اور متعجب ہوا اور شبہ ہوا کہ اس کو کہیں گڑا ہوا خزانہ ملا ہے۔ بازار میں بھیڑ لگ گئی۔ لوگ پوچھنے لگے کہ سچ بتاؤ تم کون ہو اور یہ روپیہ تم کو کہاں سے ملا؟ ضرور کوئی پرانا دفینہ تم نے پایا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ وقت کے روبرو پیش ہوئے۔ اس نے پوچھا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ کہاں کے ہو؟ اور یہ روپیہ کہاں سے لائے ہو؟ آخرالامر انہوں نے سب سرگذشت بیان کی۔

اس بادشاہ نے تسلی دی کہ دقیانوس کے زمانہ کو کئی سو برس گزر گئے۔ اب میں بادشاہ عیسائی مذہب رکھتا ہوں۔ ارکان دولت اور بادشاہ نے دیگر قرائن اور تحقیقات سے معلوم کرلیا کہ یہ وہی لوگ ہیں۔ اس طرح سب کو مرکر دوبارہ زندہ ہونے پر یقین آ گیا۔ پھر بادشاہ مع ارکان دولت ان کو ساتھ لے کر غار پر پہنچا جہاں ان کے دوسرے ساتھی چھپے ہوئے تھے۔ اور انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے غار کے اندر مجھے جانے دو تا کہ میرے ساتھی بھیڑ دیکھ کر نہ گھبرائیں۔ وہ غار میں گئے اور پھر باہر نہ آئے۔ بادشاہ نے بہت کوشش کی کہ اندر جا کر تلاش کرے مگر قضاوقدر نے راستہ نہ دیا۔ خدا جانے وہ دوبارہ سو گئے۔ یا وفات پا گئے بادشاہ نے پتھر یا سیسہ کی تختی کا کتبہ غار کے دہانہ پر اصحاب کہف کے متعلق لگوادیا اور وہاں بطور یادگار ایک عبادت گاہ بنوا دی۔ انہی کے قصہ کی طرف اجمالاً ان آیات میں اشارہ فرمایا گیا۔

یہاں جو اصحاب کہف کی دعاء نقل فرمائی

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَـنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا اس سے یہ تعلیم دینی مقصود ہے کہ جو شخص دنیوی جور وستم اور کفر وشرک سے بھاگ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اس کو سب سے پہلے اللہ سے نزول رحمت کی دعاء اور انجام بخیر ہونے کی التجا کرنی ضروری ہے۔

پھر یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ جو قوم اللہ کی ہو جاتی ہے اور تضرع و زاری کے ساتھ اللہ سے دعاء کرتی ہے تو خداوند تعالیٰ اس کی بہبودی اور عافیت کے سامان خود فراہم کر دیتا ہے اور کوئی قہار جابر حکومت بھی اس کا بال بیکا نہیں کرسکتی۔

الغرض ان آیات میں تو اصحاب کہف کا قصہ اجمالاً ذکر فرمایا گیا۔ اگلی آیات سے تفصیلاً یہ قصہ ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو بھی نوازے اور ہمارے ہر کام میں کامیابی اور درستی عطا فرمائے۔ اور ہمیں ہر حال میں اپنے طرف رجوع کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

یا اللہ ہماری بہبودی اور صلاح وفلاح دارین کے اسباب ظاہر فرمادے اور ہم سب کو انجام کی خیر خوبی نصیب فرمادے۔

یا اللہ ہم کو بھی دین حق پر سختی اور مضبوطی سے ہر حال میں جمے رہنے کی توفیق عطا فرما اور ہر طرح کے ظاہری وباطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ نَبَاَهُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّهُمۡ فِتۡيَةٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّهِمۡ وَزِدۡنٰهُمۡ هُدًى ۞۱۳ وَّرَبَطۡنَا

ہم اُن کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی کردی تھی۔ اور ہم نے

عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَنۡ نَّدۡعُوَا۟ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ

اُن کے دل مضبوط کردیئے۔ جبکہ وہ (دین میں) پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے) جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم تو اُس کو چھوڑ کر کسی معبود کی

اِلٰهًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۞۱۴ هٰٓؤُلَاۤءِ قَوۡمُنَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوۡلَا يَاۡتُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ

عبادت نہ کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی ہی بیجا بات کہی۔ یہ جو ہماری قوم ہے انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں یہ لوگ ان معبودوں پر

بِسُلۡطٰنٍۢ بَيِّنٍ ؕ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۞۱۵ وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ

کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے تو اس شخص سے زیادہ کون غضب ڈھانے والا ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگاوے۔ اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہو گئے ہو اور اُن کے معبودوں سے بھی

اِلَّا اللّٰهَ فَاۡوٗۤا اِلَى الۡـكَهۡفِ يَنۡشُرۡ لَـكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَيُهَيِّئۡ لَـكُمۡ مِّنۡ اَمۡرِكُمۡ مِّرۡفَقًا ۞۱۶

مگر اللہ سے (الگ نہیں ہوئے) تو تم (فلاں) غار میں چل کر پناہ لو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کردیگا۔

نَحۡنُ ہم	نَقُصُّ بیان کرتے ہیں	عَلَيۡكَ تجھ سے	نَبَاَهُمۡ انکا حال	بِالۡحَقِّ ٹھیک ٹھیک	اِنَّهُمۡ بیشک وہ	فِتۡيَةٌ چند نوجوان	اٰمَنُوۡا وہ ایمان لائے	
بِرَبِّهِمۡ اپنے رب پر	وَزِدۡنٰهُمۡ هُدًى اور ہم نے اور زیادہ دی انہیں۔ ہدایت	وَرَبَطۡنَا اور ہم نے گرہ لگادی	عَلٰى پر	قُلُوۡبِهِمۡ ان کے دل	اِذۡ جب			
قَامُوۡا وہ کھڑے ہوئے	فَقَالُوۡا تو انہوں نے کہا	رَبُّنَا ہمارا رب	رَبُّ پروردگار	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالۡاَرۡضِ اور زمین	لَنۡ نَّدۡعُوَا۟ ہم ہرگز نہ پکاریں گے		
مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اس کے سوائے	اِلٰهًا کوئی معبود	لَقَدۡ قُلۡنَاۤ البتہ ہم نے کہی	اِذًا اس وقت	شَطَطًا بے جا بات	هٰٓؤُلَاۤءِ یہ ہے	قَوۡمُنَا ہماری قوم		
اتَّخَذُوۡا انہوں نے بنالئے	مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اس کے سوا	اٰلِهَةً اور معبود	لَوۡ کیوں	لَا يَاۡتُوۡنَ وہ نہیں لاتے	عَلَيۡهِمۡ ان پر	بِسُلۡطٰنٍ کوئی دلیل		
بَيِّنٍ واضح	فَمَنۡ پس کون	اَظۡلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنِ اس سے جو	افۡتَرٰى افترا کرے	عَلَى پر	اللّٰهِ اللہ	كَذِبًا جھوٹ	وَاِذِ اور جب
اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ تم نے ان سے کنارہ کرلیا	وَ اور	مَا يَعۡبُدُوۡنَ جو وہ پوجتے ہیں	اِلَّا اللّٰهَ اللہ کے سوا	فَاۡوٗۤا تو پناہ لو	اِلَى طرف	الۡـكَهۡفِ غار		
يَنۡشُرۡ لَـكُمۡ پھیلا دے گا تمہیں	رَبُّكُمۡ تمہارا رب	مِّنۡ سے	رَّحۡمَتِهٖ اپنی رحمت	وَيُهَيِّئۡ مہیا کرے گا	لَـكُمۡ تمہارے لئے	مِّنۡ سے		
اَمۡرِكُمۡ تمہارے کام	مِّرۡفَقًا سہولت							

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا تذکرہ اجمالاً فرمایا گیا تھا۔ اب یہاں سے اس قصہ کی تفصیلات شروع ہوتی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ ان نوجوانوں نے یعنی اصحاب کہف نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تھا اور اپنے پروردگار پر ان سب کا ایمان تھا۔ چونکہ وہ دل سے مومن ہو چکے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو مزید ہدایت اور ایمان پر استقلال عطا فرمایا اور ان کے دلوں میں ہمت و جرأت پیدا کردی۔ انہوں نے اپنے ظالم بت پرست بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم تیری دھمکیوں میں آ کر شرک کرنے والے نہیں۔ ہمارا رب تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم سے یہ ہرگز نہ ہوگا کہ اسے چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا رب کہیں جنہیں تم نادانی سے پوجتے ہو۔ یہ ہماری عقل

کے خلاف ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ سوائے اس تمام کائنات کے بنانے والے کے ہمارا رب کوئی اور بھی ہوسکتا ہے۔ معاذ اللہ اگر ہم ایسی بات منہ سے نکالیں۔ یعنی معبود حقیقی کو چھوڑ کر اور کسی کو اپنا رب کہیں تو یہ پرلے درجے کی حماقت ہوگی جسے عقل کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس کے بعد ان صاحب ایمان جوانوں نے کہا کہ معلوم نہیں ہماری قوم کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ ایسے قدرت والے اللہ کو جو سب کو پال رہا ہے اور ہر ایک کی ضرورت کی ساری چیزیں اپنی رحمت سے عطا کر رہا ہے۔ جس کی بخشش کی کوئی انتہا نہیں اور جس کا رحم و کرم بے حد و حساب ہے۔ اسے چھوڑ کر بے جان بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کے پاس کفر و شرک کی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ عزوجل کے ماننے والوں کے پاس تو فقط ایک اللہ کو ماننے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں بے بس نظر آتی ہے نہ کسی کے اپنے بس میں جینا ہے نہ مرنا۔ پھر ان بے بس مخلوقات سے جنہیں اپنے ہلنے جلنے تک کی بھی قدرت نہیں یہ توقع رکھنا کہ یہ کسی کی مدد کریں گے۔ عقل سلیم کے بالکل خلاف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کی اوچھی نظر اور بے بنیاد خیالات نے ان کی عقل کو دبا دیا ہے اور بے ہودہ توہمات میں پھنسا دیا ہے یہ ایک بالکل بے بنیاد بات کو واقعی بات سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ خود ان کی عقل اگر اسے ان توہمات کی الجھنوں سے نکلنا نصیب ہو جائے تو صاف گواہی دے گی کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کو معبود بنانا جھوٹی بات ہے جس کا کوئی سر پیر نہیں پھر ان سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوسکتا ہے۔ یہ اہل ایمان نوجوان ان بادشاہ کے ملازم بھی تھے۔ ان کی اس تقریر پر بادشاہ جابر بہت برہم ہوا اور حکم دیا کہ یا تو بتوں کو سجدہ کرو ورنہ قتل کیئے جاؤ گے یا روئی میں لپیٹ کر جلائے جاؤ گے۔ تب ان نوجوانوں نے کچھ مہلت طلب کی یا خود کسی مصلحت کی بناء پر بادشاہ نے ان کو مہلت دی۔ تو انہوں نے اپنے مقام پر واپس آ کر مشورہ کیا اور آپس میں کہنے لگے کہ جب تم اپنی مشرک قوم اور ان کے بتوں سے کھلم کھلا الگ ہو گئے اور ان سے کنارہ کشی کر لی تو اب پہاڑوں کے بیچ میں جو غار ہے چلو اس غار میں جا چھپو اور وہاں اپنا ٹھکانا بناؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت تم پر نازل فرمائے گا اور ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ تمہیں آرام و چین نصیب ہوگا اور اس بادشاہ کی تم تک پہنچ نہ ہوگی۔

اس قصہ کی ان آیات سے کئی باتیں معلوم ہوئیں (۱) ایک یہ کہ جو لوگ راہ خدا کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پروردگار پر ایمان صادق رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہدایت عطا فرماتا ہے اور ہدایت پر ثابت قدم رکھتا ہے (۲) دوسرے یہ کہ اہل ایمان کو اظہار حقانیت و اعلان صداقت میں بے باک اور نڈر ہونا چاہئے۔ کسی پر جبروت طاقت سے مرعوب نہ ہونا چاہئے (۳) تیسرے یہ کہ شرک اور غیر اللہ کی پرستش کا کوئی واضح ثبوت ممکن نہیں اور جس بات کا ثبوت نہ ہو وہ واجب الترک ہے۔ (۴) چوتھے یہ کہ اپنی طرف سے شرعی مسائل یا عقائد کا فیصلہ کرنا اور اس فیصلہ کو بغیر کسی ثبوت کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا بڑا ظلم اور حق تعالیٰ پر بہتان تراشی اور افترا بندی ہے۔

(۵) پانچویں یہ کہ جو مادی وسائل و ذرائع سے نظر اٹھا کر اللہ عزوجل کی طرف دل و جان سے متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ یقیناً ان کی مدد فرماتا ہے۔

یہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ قصہ اصحاب کہف ٹھیک اس صورت حال پر چسپاں ہوتا ہے جو اس سورۃ اور ان آیات کے نزول کے وقت مکہ میں کفر و اسلام کے درمیان درپیش تھی۔ ان مومنین صادقین کو استقامت اور دین پر ثابت قدم رکھنے اور کفار مکہ کے ظلم و ستم کے مقابلہ میں بلند ہمت بنانے اور وہاں سے ہجرت کی ترغیب دینے میں کس درجہ مؤثر تعلیم و تلقین اس قصہ میں دی گئی ہے۔

مقصود قرآن یعنی توحید کی دعوت و تبلیغ اور شرک کا رد و ابطال کس معنیٰ خیز پیرایۂ میں فرمایا گیا ہے۔ نیز اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سابق اہل کتاب میں سے بھی پکے موحدین گزرے ہیں یہ نہیں کہ موجودہ عیسائیوں کی طرح ابتدا ہی سے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نعوذ باللہ خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ موجود تھا۔ یہ باطل اور شرک آمیز عقیدہ تو بعد کے گمراہ نصاریٰ کی پیداوار ہے۔

ابھی اصحاب کہف کا قصہ اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ

اور اے مخاطب جب دُھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ غار سے داہنی جانب کو بچی رہتی ہے اور جب وہ چھپتی ہے تو (غار کے) بائیں طرف

ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ

ہٹی رہتی ہے اور وہ لوگ اُس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ

اور جس کو وہ بے راہ کر دیں تو آپ اُس کیلئے کوئی مددگار راہ بتلانے والا نہ پاویں گے۔اور اے مخاطب تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے تھے

وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِاطَّلَعْتَ

اور ہم انکو (کبھی) داہنی طرف اور (کبھی) بائیں طرف کروٹ دے دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا اگر (اے مخاطب) تو

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر اُن کی دہشت سما جاتی۔

وَتَرَى اور تم دیکھو گے	الشَّمْسَ سورج	اِذَا جب	طَلَعَتْ وہ نکلتی ہے	تَزٰوَرُ بچ کر جاتی ہے	عَنْ سے	كَهْفِهِمْ انکا غار	ذَاتَ الْيَمِيْنِ دائیں طرف	
وَاِذَا اور جب	غَرَبَتْ وہ ڈھل جاتی ہے	تَقْرِضُهُمْ اُن سے کترا جاتی ہے	ذَاتَ الشِّمَالِ بائیں طرف	وَهُمْ اور وہ	فِيْ میں	فَجْوَةٍ کھلی جگہ	مِنْهُ اس کی	
ذٰلِكَ یہ	مِنْ سے	اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی نشانیاں	مَنْ جو	يَهْدِ ہدایت دے	اللّٰهُ اللہ	فَهُوَ الْمُهْتَدِ پس وہ ہدایت یافتہ	وَمَنْ اور جو	يُضْلِلْ وہ گمراہ کرے
فَلَنْ تَجِدَ پس تو ہرگز نہ پائے گا	لَهٗ اس کیلئے	وَلِيًّا کوئی رفیق	مُرْشِدًا سیدھی راہ دکھانے والا	وَتَحْسَبُهُمْ اور تو انہیں سمجھے	اَيْقَاظًا بیدار			
وَهُمْ حالانکہ وہ	رُقُوْدٌ سوئے ہوئے	وَنُقَلِّبُهُمْ اور ہم بدلواتے ہیں انہیں	ذَاتَ الْيَمِيْنِ دائیں طرف	وَ اور	ذَاتَ الشِّمَالِ بائیں طرف	وَكَلْبُهُمْ اور انکا کتا		
بَاسِطٌ پھیلائے ہوئے	ذِرَاعَيْهِ دونوں ہاتھ	بِالْوَصِيْدِ دہلیز پر	لَوِاطَّلَعْتَ اگر تو جھانکتا	عَلَيْهِمْ ان پر	لَوَلَّيْتَ تو پیٹھ پھیرتا	مِنْهُمْ ان سے		
فِرَارًا بھاگتا ہوا	وَلَمُلِئْتَ اور تو بھر جاتا	مِنْهُمْ ان سے	رُعْبًا دہشت میں					

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا قصہ یہاں تک بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ آپس میں مشورہ کر کے ایک پہاڑی غار میں چھپ کر چلے گئے اور حق تعالیٰ سے دعا کی رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا جس پر حق تعالیٰ نے ان پر ایک نیند غار میں طاری کر دی اور لیٹ کر سو گئے۔اسی قصہ میں آگے یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ ۳۰۹ برس تک اسی غار میں سوتے رہے۔

اب ان آیات میں اس کیفیت کو بیان کیا جا رہا ہے جو اصحاب کہف پر نیند طاری ہونے کی حالت میں گزری۔یعنی اس غار کی اندر سے کیا حالت تھی۔دھوپ یا تازہ ہوا پہنچنے یا نہ پہنچنے کی کیا کیفیت تھی؟

ایک طویل مدت تک خواب کی حالت میں رہنے کی کیا شکل تھی؟ کیا ایک ہی کروٹ پر سویا کیے؟ یا زندہ انسانوں کی طرح کروٹیں

بدلتے رہتے تھے؟ ان کے ساتھ جو کتا ہولیا تھا وہ کس طرح وفاداری کا حق ادا کر رہا تھا۔ اس مجموعی کیفیت کا اثر باہر سے جھانک کر دیکھنے والے انسان پر کیسا پڑتا تھا؟ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی جہاں مامون اور مطمئن ہو کر آرام کرتے رہے۔ غار ایسی وضع اور ہیئت پر واقع ہوا تھا کہ جس میں دھوپ بقدر ضرورت پہنچتی اور بدوں ایذا دیئے نکل جاتی یعنی دھوپ نہ ان پر چڑھتے وقت پڑتی تھی اور نہ ڈھلتے وقت۔ کوہستانی غار اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ اندر ہی اندر بہت دور تک چلے جاتے ہیں کہیں تنگ اور کہیں کشادہ یہ جگہ جہاں یہ اصحاب کہف اہل توحید مقیم تھے تنگ نہ تھی خوب کشادہ تھی۔ بیچ میں فرمایا جاتا ہے کہ یہ قصہ جو اوپر بیان ہوا یہ حق تعالیٰ کی قدرت حکمت اور ربوبیت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اور ظاہری و باطنی رہنمائی سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ دیکھو جب دنیا بچل رہی تھی کس طرح اصحاب کہف کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ظاہری طور پر بھی کیسے عجیب غار کی راہ بتلائی کہ جس کا دہانہ اگرچہ تنگ ہے مگر اس کے اندر بہت کافی وسعت ہے کہ وہاں برسوں تک خدا کے نیک بندے دنیا کے علائق سے جدا ہو کر بحالت خواب بسر کر سکے جب کہ سامان خورد ونوش اور دیگر وسائل دنیوی سے قطعاً محروم تھے یہ ایسے امور ہیں جو خدا تعالیٰ کی کھلی نشانیاں کہی جا سکتی ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس طرح کے خدائی نشانات کو دیکھ کر اور سن کر سب ہی توحید کے قائل ہو جاتے لیکن ہدایت پاتا وہی ہے جس کے شامل حال توفیق الٰہی ہوتی ہے اور جسے وہ ان کے پاداش عمل میں گمراہی میں پڑا رہنے دے ان کی ہدایت یابی کی کوئی صورت نہیں۔

آگے پھر اصحاب کہف کی حالت کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اگرچہ ان پر اعجازی رنگ میں نیند مسلط کر دی گئی تھی مگر ان کے نورانی چہروں کی رونق و تازگی اور ان کی آنکھوں کا سوتے میں کھلا ہوا دیکھ کر انہیں جاگتا ہوا ہی سمجھے جو دیکھے۔ حق تعالیٰ نے ان لوگوں میں شان ہیبت و جلال اور اس مکان میں دہشت ایسی رکھی تا کہ لوگ تماشہ نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں اور وہ سوتے ہی میں کبھی داہنی اور کبھی بائیں طرف کروٹ لیتے۔ پھر ان کے کتے کا ذکر فرمایا کہ جو ان کے ساتھ غار نشین ہو گیا تھا کہ وہ غار کی دہلیز پر اپنے دونوں بازو پھیلائے بیٹھا تھا جیسا کہ اس جانور کی عام عادت ہے تو یہ سب امور ان کے اسباب حفاظت تھے کہ ان کو اس حالت میں کوئی دور سے جھانک کر بھی دیکھتا تو ان سے بوجہ دہشت کے وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا۔

یہاں ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ اور ان کا کتا دونوں ہاتھ پھیلائے غار کے دہانہ پر موجود تھا۔ تو اس جملہ کی تفسیر کے سلسلہ میں علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے "سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے اس کتے کی کتنی شان ہوگئی اور اس کو کیسی عزت بخشی گئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر خیر کیا گیا۔ پھر علامہ لکھتے ہیں کہ ان اصحاب کہف میں سے کسی کا یہ شکاری کتا تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا تھا چونکہ وہ باورچی بھی اصحاب کہف میں شامل تھا ان کا کتا ان کے پیچھے لگ لیا تھا۔ واللہ اعلم مگر علامہ ابن کثیرؒ نے اس موقع پر ایک نکتہ یہ خوب لکھا ہے کہ کتا بطور پہرہ دار کے غار کے باہر دہلیز پر بیٹھا تھا اور باہر اس لئے بیٹھا تھا کہ جس گھر کے اندر کتا تصویر یا جنبی یعنی نہانے کی حاجت والا آدمی ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے"۔

یہاں اس موقع پر اصحاب کے کتے کا حال سن کر ہمارے اس زمانہ کے بعض فرنگی تہذیب کے دلدادہ کہیں اپنی سگ پروری کی

شوقینی کی وقعت اپنے ذہن میں نہ لے آویں اس لئے یہ بتادینا بھی ضروری ہے کہ شریعت اسلامیہ میں باوجود اس جانور کی عام عادت وفاداری اور آقا پرستی کے اس کو خبیث اور نجس قرار دیا گیا ہے۔اور بلاضرورت کتا پالنا ناجائز اور ممنوع ہے اور احادیث صحیحہ میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ (۱) ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتے یعنی رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

(۲) ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو (یعنی جاندار کی تصویر) یا جنبی یعنی نہانے کی حاجت والا آدمی ہو یا کتا موجود ہو۔ (ابوداؤد نسائی ابن ماجہ)

غرض حکم شرعی کو بلانزاع مان لینا واجب ہے ہاں ماننے کے بعد تحقیق حکمت کے لئے بطور استفادہ کے اگر غور کیا جاوے تو وجہ بھی نکل آتی ہے۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ نے خود اپنا ایک واقعہ آگے لکھا ہے کہ میں ایک بار ریل میں سفر کرتا تھا ایک نوجوان کتا لئے ہوئے سوار تھے اور انہوں نے کتے کے کمالات بیان کر کے یہی سوال کیا۔ میں نے عرض کیا کہ جناب بیشک کتے میں یہ کمالات ہیں مگر اس میں ایک عیب ایسا سخت ہے جس نے تمام کمالات پر خاک ڈال دی کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہے۔ اپنے ہم جنس کو دیکھ کر اس کی جو کیفیت ہوتی ہے سب کو معلوم ہے۔ چونکہ جواب صحیح تھا اور سائل کے مذاق کے موافق بھی تھا بس دم بخود ہو گئے۔ بلکہ خوش ہو کر موافقت کر لی۔ آگے حضرتؒ لکھتے ہیں کہ بعض لوگ زبردستی کی ضرورتیں تراش لیتے ہیں کہ ہم نے حفاظت مکان کے لئے پالا ہے۔ صاحبو اللہ تعالیٰ ارادہ اور نیت کو دیکھتے اور جانتے ہیں۔ جب خاص مقصد تفریح سے پالتے ہیں تو ایسی تصنیفی ضرورت سے اجازت نہیں ہو سکتی"۔

یہاں اس درس میں کتے اور ضمناً تصویر کے متعلق درمیان میں یہ مضمون اصحاب کہف کے کتے کے سلسلہ میں آ گیا تھا جو ضروری سمجھ کر عرض کیا گیا۔ ابھی اصحاب کہف کا قصہ اور حالات اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہدایت آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو آپ ہدایت بخشیں وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو آپ ہدایت نہ دیں اس کے لئے ہدایت پانے کی کوئی صورت نہیں۔ یا اللہ ہم آپ ہی سے ہدایت کے طالب ہیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے واسطے سے درخواست کرتے ہیں کہ اس پرفتن دور میں ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھئے اپنا کرم و رحم ہمارے شامل حال رکھئے۔ اپنے احکام کی اطاعت اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرمایئے اور اصحاب کہف کی دعا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ہمارے حق میں قبول فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا

اور اسی طرح ہم نے اُن کو جگا دیا تاکہ وہ آپس میں پوچھ پاچھ کریں' اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (حالتِ نوم میں) کس قدر رہے ہوگے؟ بعضوں نے کہا

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى

کہ (غالباً) ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے دوسرے بعضوں نے کہا کہ یہ تو تمہارے خدا ہی کو خبر ہے کہ تم کس قدر رہے اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو

الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ

پھر وہ شخص تحقیق کرے کہ کونسا کھانا حلال ہے سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آوے اور (سب) کام خوش تدبیری سے کرے' اور کسی کو تمہاری خبر

اَحَدًا ۝۱۹ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا

نہ ہونے دے (کیونکہ) اگر وہ لوگ کہیں تمہاری خبر پا جاویں گے تو تم کو یا تو پتھروں سے مار ڈالیں گے یا تم کو (جبراً) اپنے طریقہ میں پھر کرلیں گے اور ایسا ہوا تو تمکو

اِذًا اَبَدًا ۝۲۰ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا

کبھی فلاح نہ ہوگی۔ اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کر دیا تاکہ وہ لوگ اس بات کا یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کوئی شک نہیں

رَيْبَ فِيْهَا ڃ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ

وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اُس زمانہ کے لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑ رہے تھے سو ان لوگوں نے کہا کہ ان کے پاس کوئی عمارت بنوا دو ان کا رب انکو خوب جانتا تھا

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے انہوں نے کہا' کہ ہم تو ان کے پاس ایک عبادت خانہ بنادیں گے۔

وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	بَعَثْنٰهُمْ ہم نے انہیں اٹھایا	لِيَتَسَآءَلُوْا تاکہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں	بَيْنَهُمْ آپس میں	قَالَ کہا	قَآئِلٌ ایک کہنے والا		
مِنْهُمْ ان میں سے	كَمْ لَبِثْتُمْ تم کتنی دیر رہے	قَالُوْا انہوں نے کہا	لَبِثْنَا ہم رہے	يَوْمًا ایک دن	اَوْ یا	بَعْضَ يَوْمٍ ایک دن کا کچھ حصہ	
قَالُوْا انہوں نے کہا	رَبُّكُمْ تمہارا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا لَبِثْتُمْ جتنی مدت تم رہے	فَابْعَثُوْٓا پس بھیجو تم	اَحَدَكُمْ اپنے میں سے ایک		
بِوَرِقِكُمْ اپنا روپیہ دے کر	هٰذِهٖٓ یہ	اِلَى طرف	الْمَدِيْنَةِ شہر	فَلْيَنْظُرْ پس وہ دیکھے	اَيُّهَآ کونسا	اَزْكٰى پاکیزہ تر	طَعَامًا کھانا
فَلْيَاْتِكُمْ تو وہ تمہارے لئے لے آئے	بِرِزْقٍ کھانا	مِّنْهُ اس سے	وَلْيَتَلَطَّفْ اور نرمی کرے	وَ اور	لَا يُشْعِرَنَّ اور وہ خبر نہ دے بیٹھے		
بِكُمْ تمہاری	اَحَدًا کسی کو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	اِنْ يَّظْهَرُوْا اگر وہ خبر پالیں گے	عَلَيْكُمْ تمہاری	يَرْجُمُوْكُمْ تمہیں سنگسار کردیں گے	اَوْ یا	
يُعِيْدُوْكُمْ تمہیں لوٹالیں گے	فِيْ میں	مِلَّتِهِمْ اپنی ملت	وَ اور	لَنْ تُفْلِحُوْٓا تم ہرگز فلاح نہ پاؤگے	اِذًا اس صورت میں	اَبَدًا کبھی	
وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	اَعْثَرْنَا ہم نے خبردار کردیا	عَلَيْهِمْ ان پر	لِيَعْلَمُوْٓا تاکہ وہ جان لیں	اَنَّ کہ	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	وَّاَنَّ اور یہ کہ
السَّاعَةَ قیامت	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں	فِيْهَا اس میں	اِذْ جب	يَتَنَازَعُوْنَ وہ جھگڑتے تھے	بَيْنَهُمْ آپس میں	اَمْرَهُمْ ان کا معاملہ	

فَقَالُوا تو انہوں نے کہا	ابْنُوا بناؤ	عَلَيْهِمْ ان پر	بُنْيَانًا ایک عمارت	رَبُّهُمْ ان کا رب	أَعْلَمُ بِهِمْ خوب جانتا ہے انہیں	قَالَ کہا
الَّذِينَ غَلَبُوا وہ لوگ جو غالب تھے	عَلَىٰ پر	أَمْرِهِمْ اپنے کام	لَنَتَّخِذَنَّ ہم ضرور بنائیں گے	عَلَيْهِمْ ان پر	مَسْجِدًا ایک مسجد	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کی اس کیفیت کو بیان فرمایا گیا تھا جو ان پر غار میں نیند طاری ہونے کے بعد گزری تھی اور حق تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے وہاں جو اسباب جمع فرما دیئے تھے اس کے بعد آگے ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اصحاب کہف کو مدت دراز تک بغیر کسی تغیر کے محفوظ رکھا اور اتنی لمبی نیند سلایا اسی طرح کمال قدرت کے اظہار کے لئے ان کو بیدار کیا اور ان کو اس لمبی نیند سے جگایا۔ اب جب اصحاب کہف بیدار ہوئے تو اٹھے اور آپس میں مذاکرہ کرنے لگے اور باہم ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ ان میں سے بعض نے جواب دیا کہ غالباً ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم سوئے ہوں گے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ اس تفتیش کی اب کیا ضرورت ہے۔ یہ تو ٹھیک ٹھیک تمہارے خداوند تعالیٰ ہی کو خبر ہے کہ تم یہاں کتنا سوئے۔ اس وقت تک سینکڑوں برس سونے کا انہیں علم نہ تھا اور یہی سمجھ رہے تھے کہ وہی جابر ظالم بت پرست بادشاہ دقیانوس موجود ہوگا۔ اور ہماری تلاش میں سرکاری آدمی گھوم رہے ہوں گے۔ سو کر اٹھنے کے بعد بھوک و پیاس بھی معلوم ہو رہی تھی اور کھانے کا کچھ سامان موجود نہ تھا اس لئے اپنوں میں سے ایک کو دقیانوسی سکہ دیکر شہر جانے کو کہا اور ہدایت اور تاکید کی کہ خوش تدبیری سے چھپتے چھپاتے جانا اور دانشمندی کے ساتھ کھانے کا حلال سامان خرید کرنا۔ کیونکہ ان کے غار میں پوشیدہ ہونے کے وقت بتوں کا ذبیحہ بکثرت بکتا تھا۔ اس لئے جانے والے کو بتاکید سب کام خوش تدبیری سے کرنے کی ہدایت کی تاکہ کسی شہر والے کو پتہ نہ چل سکے۔ ایسا نہ ہو کہ شہر والوں کو پتہ لگ جائے اور پھر شاہی آدمی ہمیں پکڑ لیں۔ کیونکہ گرفتار کرنے کے بعد یا تو ہم کو سنگسار کر کے مار ڈالا جائے گا یا بجبر واکراہ دین حق سے ہٹایا جائے گا۔ ایسا ہوا تو جو اعلیٰ کامیابی اور فلاح کی صورت ہم چاہتے ہیں وہ کبھی حاصل نہ ہوگی۔

الغرض ایک ان میں سے روپیہ لے کر شہر میں داخل ہوا۔ اب اس کے بعد کا قصہ یعنی ان کا شہر میں جانا شہر کی عمارت، بازار طرز معاشرت، اور مذہبی کیفیت کا متغیر پانا ایک دوکان پر پہنچ کر سکہ دینا۔ پرانا سکہ دیکھ کر لوگوں کا تعجب کرنا، شدہ شدہ بادشاہ وقت تک اطلاع پہنچنا۔ پھر ان کا حاضر دربار ہونا اور دریافت کئے جانے پر اور بادشاہ وقت کی تسلی دینے پر کہ دقیانوس ظالم و بت پرست بادشاہ کا زمانہ نہیں بلکہ دین عیسوی کا وہاں پھیل جانا پھر ان کا اپنا سارا واقعہ بیان کرنا اور پھر تحقیق سے یہ ثابت ہو جانا کہ یہ وہی مفقودالخبر جماعت ہے۔ پھر بادشاہ وقت کا مع اپنے ارکان حکومت کے غار پر دوسرے اصحاب کہف کی زیارت اور ملاقات کے لئے آنا۔ یہ تمام واقعات یہاں آیات میں مذکور نہیں ہیں۔ کتب تفسیر میں مفصلاً مذکور ہیں۔ قرآن پاک قصص اور روایات کی کتاب نہیں اس کا مقصد تاریخی افسانے بیان کرنا نہیں ہے۔ جتنے قصص قرآن پاک میں مذکور ہوئے ہیں۔ سب کی غرض عبرت ونصیحت و اصلاح ہے۔ کہیں عقائد کی راستی کہیں اعمال کی درستگی مقصود ہوتی ہے چنانچہ اصحاب کہف کو تین سو نو برس تک نیند کی حالت میں رکھنا اور پھر بیدار کرنا اور ان کا قصہ بیان کر کے اس سے بھی یہی مقصود ہے۔ الغرض جب اصحاب کہف غار میں پوشیدہ ہوئے تھے تو اس وقت شہر میں حکومت ایک ظالم و جابر بت پرست بادشاہ کی تھی اور جب ان میں سے ایک شہر میں دوبارہ آئے تو بت پرست بادشاہ کے بجائے دین عیسوی کے پیروکار اور

ایک نیک خصلت بادشاہ کی حکومت تھی اور اس وقت شہر میں "بعث بعد الموت" یعنی قیامت میں دوبارہ زندہ ہو کر کھڑا ہونا اس کے متعلق بڑا جھگڑا اور قتل وقتال ہو رہا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جینا نہیں کوئی کہتا تھا کہ محض روحانی بعث ہے جسمانی نہیں کوئی روحانی وجسمانی دونوں کا قائل تھا۔ بادشاہ وقت حق پرست اور منصف تھا۔ چاہتا تھا کہ ایک طرف کی کوئی ایسی نظیر ہاتھ لگے جس سے سمجھانے میں آسانی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نظیر بھیج دی۔ آخر منکرین آخرت بھی یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھنے اور سننے کے بعد آخرت پر یقین لائے۔ یہ نظارہ خاص طور پر ان کی طبائع پر اثر انداز ہوا اور سمجھے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو تنبیہ کی ہے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ تحقیق لکھی ہے کہ یہ صحیح پتہ نہیں کہ دوبارہ ظاہر ہونے کے بعد اصحاب کہف زندہ رہے یا انتقال کر گئے۔ انتقال ہوا تو کب ہوا۔ زندہ رہے تو کب تک رہے یا کب تک رہیں گے۔ بہر حال اہل شہر نے ان کے عجیب وغریب احوال پر مطلع ہو کر فرط وعقیدت سے چاہا کہ اس غار کے پاس کوئی مکان بطور یادگار تعمیر کر دیں جس سے زائرین کو سہولت ہو اس میں اختلاف رائے ہوا ہو گا کہ کس قسم کا مکان بنایا جائے اس اختلاف کی تفاصیل تو خدا کو معلوم ہیں اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ یہ تجویز ان کی موت کے بعد ہوئی یا اس سے قبل دوبارہ نیند طاری ہونے کی حالت میں اور لوگوں کو غار تک پہنچ کر ان کی ملاقات میسر ہو سکی یا نہیں تاہم جو بارسوخ اور ذی اقتدار لوگ تھے ان کی رائے یہ قرار پائی کہ غار کے پاس عبادت گاہ تعمیر کر دی جائے۔

یہاں ایک امر قابل ذکر یہ بھی ہے کہ قرآن پاک کی ہر طرح کی خدمت کرنے والے اللہ تعالیٰ نے اس امت مسلمہ میں پیدا فرمائے ہیں یہ خدمت اس مقدس کلام الٰہی کی قرأت، تجوید، تفسیر، معانی ومطالب وترجمہ وغیرہ سے صرف نہیں کی گئی بلکہ اس کے حروف اور کلمات اور حتیٰ کہ زیر زبر پیش مد تشدید اور نقطے تک کے اعداد وشمار کی خدمات انجام دی ہیں۔ ہر ہر حرف یعنی الف سے لے کر ی تک جتنی مرتبہ قرآن پاک میں ایک ایک حرف آیا ہے ان کی تعداد وشمار تک قلمبند کر دی گئی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں لفظ ولیتلطف آیا ہے جس میں حروف کے اعداد کے اعتبار سے قرآن پاک کا نصف حرف تاء پر ہوتا ہے۔ یعنی لفظ ولیتلطف میں نصف اول ی پر ختم ہوا۔ باعتبار حروف کے اور آخر نصف ت کے بعد جو لام ہے اس سے شروع ہوا۔ اس طرح بحمد للہ تعالیٰ قرآن پاک کے نصف اول کا بیان باعتبار حروف کے پورا ہوا۔ اور دوسرا نصف شروع ہو گیا۔ اصحاب کہف کے متعلق بقیہ بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے اس کلام اعجاز سے ہمارے قلوب کو بھی منور فرمائیں اور اس کی لائی ہوئی ہدایات پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرما دیں اور اس کا ذوق وشوق اور انس ومحبت نصیب فرما دیں اور اس کی شب وروز کی تلاوت سے ہمارے ایمان و یقین میں ترقی پر ترقی عطا فرما دیں۔ یا اللہ اس وقت اس پرفتن ماحول میں دین کا سنبھالنا بڑا مشکل ہو رہا ہے آپ ہی اپنی رحمت سے ہماری مدد فرمائیں اور مرتے دم تک دین اسلام پر استقامت نصیب فرمائیں اور ایمان کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کرنا نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَۃٌ رَّابِعُھُمْ کَلْبُھُمْ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ خَمْسَۃٌ سَادِسُھُمْ کَلْبُھُمْ رَجْمًا بِالْغَیْبِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ

بعضے لوگ تو کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا اُن کا کتا ہے اور بعضے کہیں گے کہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے۔ (اور) یہ لوگ بے تحقیق بات کو ہانک رہے ہیں اور بعضے کہیں گے کہ

سَبْعَۃٌ وَّثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ ؕ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِھِمْ مَّا یَعْلَمُھُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ ۟ فَلَا تُمَارِ فِیْھِمْ

وہ سات آٹھواں ان کا کتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب اُن کا شمار خوب (صحیح صحیح) جانتا ہے اُن (کے شمار) کو بہت قلیل لوگ جانتے ہیں سو آپ ان کے بارے

اِلَّا مِرَآءً ظَاھِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِیْھِمْ مِّنْھُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ﴿۲۳﴾

میں بجز سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے اور آپ ان کے بارے میں ان لوگوں میں سے کسی سے بھی کچھ نہ پوچھئے۔ اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کر دوں گا۔

اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ۡ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّھْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ ھٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کیجئے اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوت کی) دلیل بننے کے اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے۔

سَیَقُوْلُوْنَ اب وہ کہیں گے	ثَلٰثَۃٌ تین	رَّابِعُھُمْ ان کا چوتھا	کَلْبُھُمْ ان کا کتا	وَیَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے	خَمْسَۃٌ پانچ	سَادِسُھُمْ ان کا چھٹا			
کَلْبُھُمْ ان کا کتا	رَجْمًا بات پھینکنا	بِالْغَیْبِ بن دیکھے	وَیَقُوْلُوْنَ اور کہیں گے وہ	سَبْعَۃٌ سات	وَّثَامِنُھُمْ اور ان کا آٹھواں	کَلْبُھُمْ ان کا کتا			
قُلْ کہدیں آپ	رَّبِّیْٓ میرا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِعِدَّتِھِمْ انکی گنتی	مَا یَعْلَمُھُمْ انہیں نہیں جانتے ہیں	اِلَّا مگر صرف	قَلِیْلٌ تھوڑے			
فَلَا تُمَارِ پس نہ جھگڑو	فِیْھِمْ ان میں	اِلَّا سوائے	مِرَآءً بحث	ظَاھِرًا ظاہری	وَّ اور	لَا تَسْتَفْتِ نہ پوچھ	فِیْھِمْ انکے بارہ میں		
مِنْھُمْ ان میں سے	اَحَدًا کسی	وَلَا تَقُوْلَنَّ اور ہرگز نہ کہنا تم	لِشَایْءٍ کسی کام کو	اِنِّیْ کہ میں	فَاعِلٌ کرنیوالا ہوں	ذٰلِکَ یہ	غَدًا کل		
اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	یَّشَآءَ چاہے	اللّٰہُ اللہ	وَاذْکُرْ اور تو یاد کر	رَّبَّکَ اپنا رب	اِذَا جب	نَسِیْتَ تو بھول جائے	وَقُلْ اور کہہ	عَسٰٓی امید ہے
	اَنْ یَّھْدِیَنِ کہ مجھے ہدایت دے	رَبِّیْ میرا رب	لِاَقْرَبَ بہت زیادہ قریب کی	مِنْ ھٰذَا اس سے	رَشَدًا بھلائی				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا ضروری قصہ بیان فرمایا گیا تھا۔ چونکہ اس قصہ میں پہلے سے اہل کتاب میں اختلاف چلا آتا تھا۔ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ آپ جس وقت یہ صحیح قصہ بیان کریں گے تو سامعین یہ اصحاب کہف کا قصہ سن کر جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے اٹکل کے تیر چلائیں گے اور ان کی تعداد میں اختلاف کریں گے۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا۔ اور بعضے کہیں گے کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔ لیکن یہ سب اقوال ایسے ہیں جیسے کوئی بے نشانہ دیکھے تیر چلاتا رہے۔ اور بعضے کہیں گے کہ اصحاب کہف تعداد میں سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ہدایت کی جاتی ہے کہ آپ ان اہل اختلاف سے کہہ دیجئے کہ اس قسم کی غیر معتدبہ باتوں میں جھگڑنا لا حاصل ہے۔ عدد کے معلوم ہونے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں۔ جتنی بات خدا نے بتلا دی اس سے زیادہ تحقیق کے درپے ہونا یا جس قدر تردید خدا تعالیٰ کر چکا اس سے زیادہ جھگڑنا اور تردید کرنا فضول ہے۔ حق تعالیٰ ان کی تعداد صحیح جانتے ہیں دوسرے لوگ ان کو صحیح نہیں جانتے بجز تھوڑے لوگوں کے یعنی یہ مستثنیٰ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کو دیکھا تھا اور یا وہ لوگ جن کو کسی ذریعہ سے صحیح خبر پہنچی چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں ان قلیل

لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے معلوم کر لیا کہ اصحاب کہف سات ہی تھے کیونکہ حق تعالیٰ نے پہلے دو قول کو رجماً بالغیب فرمایا یعنی بے تحقیق بات ہانک رہے ہیں اور تیسرے قول کے ساتھ یہ نہیں فرمایا۔ غرض ہدایت یہ فرمائی گئی کہ آپ وحی کے موافق ان کے روبرو قصہ بیان کر دیجئے اور زیادہ سوال و جواب نہ کیجئے اور نہ ان سے کچھ پوچھ گچھ کیجئے کیونکہ وحی میں ضروری تعلیم ہو چکی اور غیر ضروری غیر ضروری ہے۔

آگے ایک دوسری ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جاتی ہے جس کا تعلق اس سورۃ کے سبب نزول سے بتلایا جاتا ہے۔ مشرکین نے یہود کے سکھانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوالات کئے تھے جس سے مقصود آپ کی نبوت کی آزمائش تھی۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ ان کے جوابات کل بتاؤں گا اور یہ اس بھروسہ پر کہ جبرئیل امین آئیں گے تو دریافت کروں گا لیکن جبرئیل امین ۱۵ دن تک نہ آئے جس پر مشرکین نے ہنسنا شروع کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تو یہ سورت نازل ہوئی اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی آئی کہ آئندہ کی بات کے متعلق بغیر انشاء اللہ کے وعدہ نہ کرنا چاہئے چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر یہ لوگ آپ سے کوئی بات قابل جواب دریافت کریں اور آپ جواب کا وعدہ کریں تو اس کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ یا اس کے ہم معنی کوئی کلمہ ضرور ملا لیا کریں۔

آگے تیسری ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ ان لوگوں سے جنہوں نے امتحان نبوت کے لئے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا تھا کہہ دیجئے کہ تم نے جو اصحاب کہف کے متعلق امتحاناً پوچھا تھا جس کا جواب میری نبوت کے دلائل میں سے ہے تو یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس سوال کا جواب دیدینا میرے نبوت کے لئے کوئی اعظم دلیل اور سرمایہ ناز و افتخار ہے جیسا تم نے اس قصہ کو عجیب تر سمجھ کر پوچھا ہے۔ مطلب یہ کہ میری نبوت ایسا امر محقق اور یقینی ہے کہ اس پر استدلال کرنے کے لئے جس دلیل کو تم اعظم سمجھتے ہو میں اس سے بھی اعظم دلیلیں اس پر رکھتا ہوں۔

الغرض ان آیات میں اصحاب کہف کی تعداد کے بارہ میں بیان فرمایا گیا۔ آگے ان کی مدت نوم اور اس میں لوگوں کے اختلاف کے متعلق مضمون فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

ہم کو جو باتیں دین کی قرآن و حدیث سے معلوم ہو جائیں۔ حق تعالیٰ ہم کو ان پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمائیں۔ اور دین کی باتوں میں ناحق اختلاف سے ہم کو بچائیں۔ یا اللہ جب آپ نے اپنے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اشرف و سید الانبیاء والمرسلین کا امتی ہونا ہم کو نصیب فرمایا اور آپ کو ہمارے لئے کامل نمونہ دنیا میں بنا کر بھیجا تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عظمت کے ساتھ آپ کی پوری اطاعت اور کامل فرمانبرداری بھی نصیب فرما اور ہر حال میں آپ کے اتباع کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ بے تحقیق کسی بات کو کہنا جو آپ کو پسند نہیں اس سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں اور ہر آن میں اپنی ذات پاک پر بھروسہ رکھنے کی دولت عطا فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا لَهُ غَيْبُ

اور وہ لوگ اپنے غار میں (حالت خواب میں) تین سو برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے۔آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے رہنے کی مدت کو زیادہ جانتا ہے

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ مَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ﴿٢٦﴾

تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے۔وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک کرتا ہے۔

وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَن تَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾

اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعے سے آئی ہے وہ (لوگوں کے سامنے) پڑھ دیا کیجئے اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور آپ خدا کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہ پاویں گے۔

وَلَبِثُوا اور وہ رہے	فِي كَهْفِهِمْ اپنے غار میں	ثَلَاثَ مِائَةٍ تین سو	سِنِينَ سال	وَازْدَادُوا اور ان کے اوپر	تِسْعًا نو	قُلِ آپ کہہ دیں	اللَّهُ اللہ
أَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا لَبِثُوا کتنی مدت وہ ٹھہرے	لَهُ غَيْبُ اسی کو غیب	السَّمَاوَاتِ آسمانوں	وَالْأَرْضِ اور زمین	أَبْصِرْ بِهِ کیا وہ دیکھتا ہے		
وَأَسْمِعْ اور کیا وہ سنتا ہے	مَا لَهُم ان کیلئے نہیں	مِّن دُونِهِ اس کے سوا	مِن وَلِيٍّ کوئی مددگار	وَلَا يُشْرِكُ اور وہ شریک نہیں کرتا	فِي حُكْمِهِ اپنے حکم میں		
أَحَدًا کسی کو	وَاتْلُ اور آپ پڑھیں	مَا أُوحِيَ جو وحی کی گئی	إِلَيْكَ آپ کی طرف	مِنْ سے	كِتَابِ کتاب	رَبِّكَ آپکا رب	
لَا مُبَدِّلَ نہیں کوئی بدلنے والا	لِكَلِمَاتِهِ اس کی باتوں کو	وَ اور	لَن تَجِدَ تم ہرگز نہ پاؤ گے	مِن دُونِهِ اس کے سوا	مُلْتَحَدًا کوئی پناہ گاہ		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا تھا کہ آپ جس وقت یہ صحیح قصہ اصحاب کہف کا جو وحی کے ذریعہ آپ پر نازل کیا گیا بیان کریں گے تو جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے سامعین رائے زنی کر کے اٹکل کے تیر چلائیں گے۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی تھی کہ آپ اصحاب کہف کی تعداد وغیرہ کے متعلق ان کے ساتھ بحث و مباحثہ میں نہ پڑیں۔وحی الٰہی کے ذریعہ سے قصہٴ اصحاب کہف کے متعلق جتنی معلومات آپ کو دے دی گئی ہیں وہ بالکل کافی ہے۔

گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کی تعداد کے بارہ میں مضمون تھا اور جیسا کہ اصحاب کہف کی تعداد میں اختلاف تھا اسی طرح ان کی مدت نوم میں بھی اختلاف تھا کہ وہ پہاڑی غار میں کتنا عرصہ سوئے۔اس لئے ان آیات میں اس معاملہ میں امر واقعی بتلایا جاتا ہے کہ وہ لوگ یعنی اصحاب کہف اپنے غار میں حالت خواب میں ۳۰۹ برس رہے۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اہل اختلاف اگر اس کو سن کر بھی اختلاف کریں تو آپ فرما دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے غار میں رہنے کی مدت کو تم سے تو زیادہ جانتا ہے پس حق تعالیٰ نے جو بتلایا وہی صحیح ہے۔اور اسی واقعہ مدت خواب اصحاب کہف پر کیا موقوف ہے۔اللہ تعالیٰ پر تو ہر چھوٹا بڑا واقعہ روشن ہے۔اس کی تو یہ شان ہے کہ تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے۔وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے۔مطلب یہ ہوا کہ صحیح علم اللہ ہی کو ہے اور جب اس نے یہ مدت قطعی طور پر بتا دی تو اب کسی چون و چرا کی گنجائش ہی نہیں۔

پس اہل اختلاف کو چاہئے کہ ایسے صاحب علم محیط کے ساتھ دعویٰ معلومات میں معارضہ نہ کریں ورنہ مستحق سزا ہوں گے اور سزا کے وقت ان کا خدا کے سوا جتنے ہیں ان میں سے کوئی بھی مددگار نہیں

ہوگا اور جس طرح حق تعالیٰ کا علم محیط ہے اس کی قدرت اور اختیار بھی سب پر حاوی ہے۔ جیسے اس کے علم غیب میں کوئی شریک نہیں اختیارات اور قدرت میں بھی کوئی شریک اور سہیم نہیں ہوسکتا۔ اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا کام صرف اس قدر ہے کہ آپ اپنے فرض منصبی کے انجام دہی میں مشغول رہئے۔ جو جامع و مانع کافی وشافی کتاب آپ کے رب نے آپ کو مرحمت فرمائی اسے پڑھ کر سناتے رہئے۔ خدا نے جو باتیں اس میں سنائیں اور جو وعدے کئے کوئی طاقت نہیں جو انہیں بدل یا ٹال سکے یا غلط ثابت کر سکے اگر کوئی ان باتوں کے بدلنے کے درپے ہوگا یا اس کتاب سے اعراض کرے گا تو وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں۔ ہاں وفاداروں کو پناہ دینے کے لئے اس کی رحمت وسیع ہے۔ چنانچہ دیکھ لو اصحاب کہف کو جو خدا کی باتوں پر جمے رہے کیسے جگہ ان کو مرحمت فرمائی۔

اصحاب کہف کا قصہ تو گذشتہ آیات میں ختم ہوگیا تھا اس پر ضروری تبصرہ بھی ان آیات میں ختم ہوا۔ اب وہ خاص سبق و اہم نصیحتیں جو اس قصہ اصحاب کہف سے ملتی ہیں مختصراً حسب ذیل ہیں:۔

۱:۔ ایک سچے مومن کو کسی حال میں حق میں منہ موڑنے اور باطل کے آگے سر جھکانے کے لئے ہرگز تیار نہ ہونا چاہئے۔

۲: مومن کا اعتماد اسباب دنیا پر نہیں بلکہ اللہ کی ذات پاک پر ہونا چاہئے اور پھر جب اللہ پر بھروسہ کیا جاتا ہے تو وہ غیب سے امداد فرماتے ہیں۔

۳: جو عادت جاریہ یا قانون فطرت دنیا میں جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اور جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں اس عادت کو بدل کر غیر معمولی کام لے سکتے ہیں۔

۴: نوع انسانی کی تمام اگلی پچھلی نسلوں کو بیک وقت زندہ کر کے اٹھا دینا جس کی خبر انبیاء اور کتب آسمانی نے دی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ مشکل نہیں اور ایک دن ایسا ہونا ہے۔

۵: آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے کا وعدہ یا اقرار کرنا ہو تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کا کلمہ ضرور ملا لینا چاہئے۔

۶: اہل ایمان کو اپنی توجہ بس کام کی بات پر رکھنا چاہئے۔ غیر ضروری باتوں میں نہ الجھنا چاہئے۔

یہ تو چند خاص اور اہم امور ہیں ورنہ علمائے حق نے تو اس قصہ کی ایک ایک آیت سے مسائل و نتائج اخذ کئے ہیں اور قرآن پاک میں قصص بیان کرنے کی جو غرض و غایت ہے ان کو خوب نمایاں کیا ہے جن کے بیان کی اس مختصر درس میں گنجائش نہیں۔ شروع سورۃ میں رسالت کے متعلق مضمون بیان ہوا تھا اور اسی کی تائید میں یہ قصہ اصحاب کہف کا بیان کیا گیا۔ آگے بھی منصب رسالت کے بعض حقوق و آداب مذکور ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی توفیق عطا فرمائیں کہ جو قرآنی احکام وہدایات ہم پڑھتے اور سنتے جائیں ان پر غور وفکر کر کے ان پر عمل پیرا ہوجائیں۔ یا اللہ آپ کی قدرت کامل ہے کہ آپ اسباب دنیا کی عادت جاریہ کو جب اور جس طرح چاہیں بدل سکتے ہیں جس کی مثال اصحاب کہف کے اس قصہ میں دکھلا دی گئی اور آپ کی مشیت اور حکم کو نہ کوئی ٹال سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے۔

یا اللہ آپ کے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں سوائے آپ ہی کی ذات کے لاملجا و لامنجا من اللہ الآ الیہ

یا اللہ ہماری ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمایئے اور ہماری دستگیری فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ

اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اُس کی رضا جوئی کیلئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگی

عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ

کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں اُن سے ہٹنے نہ پائیں۔ اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے

وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ

اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے اور آپ کہہ دیجئے کہ (دین) حق تمہارے رب کی طرف سے ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔ بے شک

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ

ہم نے ایسے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں اس کو گھیرے ہوں گی اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے انکی فریاد رسی

يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

کی جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا' مونہوں کو بھون ڈالے گا' کیا ہی برا پانی ہوگا اور دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہے۔

وَاصْبِرْ اور روکے رکھو	نَفْسَكَ اپنا نفس	مَعَ ساتھ	الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ وہ لوگ جو پکارتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	بِالْغَدٰوةِ صبح	وَالْعَشِيِّ اور شام		
يُرِيْدُوْنَ وہ چاہتے ہیں	وَجْهَهٗ اس کا چہرہ	وَلَا تَعْدُ نہ دوڑیں	عَيْنٰكَ تمہاری آنکھیں	عَنْهُمْ ان سے	تُرِيْدُ تم طلبگار ہو جاؤ	زِيْنَةَ آرائش	الْحَيٰوةِ زندگی	
الدُّنْيَا دنیا	وَ لَا تُطِعْ اور کہنا نہ مانو	مَنْ جس	اَغْفَلْنَا ہم نے غافل کر دیا	قَلْبَهٗ اسکا دل	عَنْ سے	ذِكْرِنَا اپنا ذکر	وَاتَّبَعَ اور پیچھے پڑ گیا	هَوٰىهُ اپنی خواہش
وَكَانَ اور ہے	اَمْرُهٗ اسکا کام	فُرُطًا حد سے بڑھا ہوا	وَقُلِ اور کہدیں	الْحَقُّ حق	مِنْ سے	رَّبِّكُمْ تمہارا رب	فَمَنْ پس جو	شَآءَ چاہے
فَلْيُؤْمِنْ سو ایمان لائے	وَّمَنْ اور جو	شَآءَ چاہے	فَلْيَكْفُرْ سو کفر کرے	اِنَّآ بیشک ہم	اَعْتَدْنَا ہم نے تیار کیا	لِلظّٰلِمِيْنَ ظالموں کیلئے	نَارًا آگ	
اَحَاطَ گھیر لیں گے	بِهِمْ انہیں	سُرَادِقُهَا اسکی قناتیں	وَاِنْ اور اگر	يَّسْتَغِيْثُوْا وہ فریاد کریں گے	يُغَاثُوْا وہ دادرسی کئے جائینگے	بِمَآءٍ پانی سے		
كَالْمُهْلِ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند	يَشْوِى وہ بھون ڈالے گا	الْوُجُوْهَ منہ	بِئْسَ الشَّرَابُ برا ہے پینا	وَسَآءَتْ اور بری ہے	مُرْتَفَقًا آرام گاہ			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید و تصدیق کے سلسلہ میں بیان فرمایا گیا تھا۔ اس قصہ کو ختم کرنے کے بعد اب پھر منصب رسالت کے بعض حقوق و آداب مذکور ہیں۔

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ قریش کے دولتمند سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ یہ بلال اور صہیب اور عمار اور خباب اور ابن مسعود وغیرہ جیسے غریب و مفلس لوگ جو تمہاری صحبت میں بیٹھا کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہم نہیں بیٹھ سکتے۔ انہیں ہٹا دیا جائے تو ہم تمہاری مجلس میں آ سکتے ہیں اور معلوم کر سکتے ہیں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ جو لوگ رضائے الٰہی کی خاطر آپ کے گرد جمع ہوئے ہیں اور شب و روز اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں مثلاً ذکر کرتے ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں۔ نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں۔ حلال و حرام میں تمیز کرتے ہیں۔ خالق و مخلوق دونوں کے حقوق

پہچانتے ہیں۔ آپ ایسے مومنین و مخلصین کو گو دنیوی حیثیت سے وہ کیسے ہی غریب و مفلس ہوں اپنی صحبت و مجالست سے مستفید کرتے رہئے اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔

چنانچہ اصحاب کہف کے واقعہ میں خدا کو یاد کرنے والوں اور اس سے صحیح تعلق رکھنے والوں کا حال معلوم ہو چکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوش وانہماک تبلیغ میں قدرۃً اس کی فکر رہا کرتی تھی کہ سرداران اور روسائے قریش ایمان لے آئیں تو امت کے جمال و کمال میں نمایاں اضافہ ہو جائے تو یہاں اشارہ اس جانب فرمایا گیا کہ اسلام کا جمال و کمال ظاہری ساز و سامان دنیوی اور مال و جاہ مادی سے نہیں بلکہ وہ اخلاص اور اطاعت کاملہ سے ہے گو فقراء اور غرباہی سے ہو۔ چنانچہ آگے خطاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جاتا ہے کہ وہ لوگ جن کے دل دنیا کے نشہ میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل اور ہر وقت نفس کی خوشی اور خواہشات کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں۔ خدا کی اطاعت میں ہٹنے اور ہواپرستی میں آگے رہنا ان کا شیوہ ہے۔ ایسے بدمست غافلوں کی بات پر آپ کان نہ دھریں خواہ وہ بظاہر کیسے ہی دولت مند اور جاہ و ثروت والے ہوں۔ یہ اشارہ ان سرداران قریش کی طرف ہے جنہوں نے یہ بیہودہ فرمائش کی تھی کہ آپ غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے ہٹادیں تا کہ سردار اور روسا آپ کے پاس بیٹھ سکیں تو ممکن ہے کہ آپ کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرا ہو کہ ان غرباء کو تھوڑی دیر علیحدہ کر دینے میں کیا مضائقہ ہے۔ وہ تو پکے اور سچے مسلمان ہیں۔ مصلحت پر نظر کر کے رنجیدہ نہ ہوں گے اور یہ دولتمند ممکن ہے اس صورت میں اسلام قبول کر لیں۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ہدایت فرمائی گئی کہ آپ ہرگز ان متکبرین کا کہنا نہ مانئے کیونکہ یہ بیہودہ فرمائش ظاہر کرتی ہے کہ ان میں حقیقی ایمان کا رنگ قبول کرنے کی استعداد نہیں۔ پھر محض موہوم فائدہ کی خاطر مخلصین کا احترام و اکرام کیوں نظر انداز کیا جائے۔ اللہ اللہ کیا قدر تھی حق تعالیٰ کے ہاں ان غریب مفلس اور شکستہ حال صحابہ کرام کی جیسے حضرت بلالؓ حضرت صہیبؓ حضرت خبابؓ حضرت عمارؓ حضرت ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ جن کے اکرام کی خاطر یہاں آیت میں صاف ممانعت فرمادی گئی کہ ان کفار قریش کی فرمائش ہرگز پوری نہ کی جائے۔ متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہٗ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری امت میں ایسے لوگ شامل فرمائے جن کی مجلس میں اور جن کے ساتھ میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں۔ اور اسی آیت میں دوسری جماعت کا حکم بھی ارشاد فرمایا کہ جن کے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں جو اپنی خواہشات کا اتباع کرتے اور حدود سے بڑھ جاتے ہیں ان کا کہنا بالکل نہ مانا جائے۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر خطاب کر کے مزید ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ ان روسا کفار سے صاف کہہ دیجئے کہ یہ دین حق تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے اور خدا کی طرف سے سچی باتیں سنا دی گئیں اب جس کا جی چاہے ایمان لے آوے۔ جس کا جی چاہے کافر رہے۔ کسی کے ماننے نہ ماننے کی اسے کچھ پروا نہیں جو کچھ نفع و نقصان ہوگا صرف تمہارا ہوگا ماننے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا اپنا انجام سن لیں۔ ایمان نہ لانے والوں کا تو یہ انجام ہونا ہے کہ ایسے ظالموں کے لئے تو جہنم کی آگ تیار رکھی گئی ہے کہ جس کی چار دیواری کے جیل خانہ میں یہ بے بس ہوں گے۔ اور اس کی چار دیواری اور قناتیں بھی آگ کی ہونگی اور جب گرمی کی شدت سے پیاس لگے گی اور فریاد کرینگے تو تیل کی تلچھٹ یا پیپ کی طرح کا پانی دیا جائے گا جو سخت حرارت اور تیزی کی وجہ سے منہ کو بھون ڈالے گا حتیٰ کہ چہرہ کی کھال اتر کر گر پڑیگی، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے تو منکرین سن لیں کہ کیا ہی وہ برا پانی ہوگا جو انہیں پینا پڑے گا اور کیا ہی وہ بری دوزخ ہوگی جہاں انہیں رہنا پڑیگا۔

الغرض یہاں تو انجام بیان ہوا ان کا جو اس قرآن اور دین حق اور برحق رسول کا دنیا میں انکار کریں گے۔ آگے ان کے مقابل ان لوگوں کا انجام بتلایا گیا ہے جو دنیا میں خدا اور رسول کے ماننے والے اور اس کی کتاب اور پیغمبر پر ایمان رکھنے والے اور نیک عمل کرنے والے ہوں گے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ إِنَّا لَا نُضِيْعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ

بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے۔ (پس) ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ

عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا

رہنے کے باغ ہیں انکے (مساکن کے) نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جاویں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز

خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

ریشم کے پہنیں گے اور وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا صلہ ہے اور (بہشت) کیا ہی اچھی جگہ ہے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جولوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	إِنَّا یقیناً ہم	لَا نُضِيْعُ ہم ضائع نہیں کریں گے		
أَجْرَ اجر	مَنْ جس	أَحْسَنَ اچھا کیا	عَمَلًا عمل	أُولٰٓئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	جَنّٰتُ باغات	عَدْنٍ ہمیشگی	تَجْرِيْ بہتی ہیں
مِنْ تَحْتِهِمُ ان کے نیچے	الْأَنْهٰرُ نہریں	يُحَلَّوْنَ پہنائے جائیں گے	فِيْهَا اس میں	مِنْ سے	أَسَاوِرَ کنگن	مِنْ سے	ذَهَبٍ سونا	
وَّيَلْبَسُوْنَ اور وہ پہنیں گے	ثِيَابًا کپڑے	خُضْرًا سبز رنگ	مِنْ سے	سُنْدُسٍ باریک ریشم	وَّإِسْتَبْرَقٍ اور دبیز ریشم			
مُّتَّكِئِيْنَ تکیہ لگائے ہوئے	فِيْهَا اس میں	عَلَى الْأَرَآئِكِ تختوں پر	نِعْمَ اچھا	الثَّوَابُ بدلہ	وَحَسُنَتْ اور خوب ہے	مُرْتَفَقًا آرام گاہ		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں دنیا میں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان نہ لانے والوں کا انجام بیان فرمایا گیا تھا۔ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو دنیا میں خدا اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ کی ہوئی نیکی بھی ضائع اور گم نہ ہوگی اور ان کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ بدلہ یہ ہوگا کہ ان کے لئے جنت کی دائمی نعمتیں ہوں گی جہاں ان کے رہنے سہنے کے لئے عالیشان محلات اور بالا خانے ہوں گے اور جہاں سرسبز شاداب باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان کے شاہانہ اعلیٰ درجہ کے ریشمی لباس ہوں گے اور انہیں زیورات خصوصاً سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ شاہانہ شان و شوکت سے مسہریوں پر تکیہ لگائے نہایت عزت و آرام سے بیٹھیں گے اور یہ ان کے دنیا میں ایمان اور عمل صالح کا بدلہ ہوگا کہ وہ جنت جیسی اچھی اور آرام دہ جگہ میں ہوں گے۔

قدیم زمانہ میں بادشاہ سونے کے کنگن پہنتے تھے تو اہل جنت کے لباس اور زیب و زینت میں اس چیز کا ذکر کرنے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہاں ان کو شاہانہ لباس پہنائے جائیں گے اور شاہانہ زیب و زینت حاصل ہوگی۔ دنیا کا بڑے سے بڑا کافر بادشاہ وہاں ذلیل وخوار ہوگا اور عذاب جہنم کی ذلت وخواری میں گرفتار ہوگا۔ اور ایک غریب سے غریب اور مفلس سے مفلس مومن صالح وہاں بادشاہوں کی سی شان وشوکت سے جنت کی نعمتوں میں رہے گا۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث ومفسر دہلویؒ اپنی تفسیر موضح القرآن میں ان آیات کے تحت لکھتے ہیں کہ "سونا اور ریشمی کپڑا مردوں کو جنت میں ملنا ہے جو یہ چیزیں یہاں پہنے گا۔ تو وہاں نہ پہنے گا" شریعت اسلامیہ میں ریشمی کپڑا جس کا تانا بانا خالص ریشم کا ہو مردوں کو پہننا حرام ہے۔ عورت کو ہر قسم کا ریشمی

کپڑا جائز ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لباس حریر اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور ان کی عورتوں پر حلال ہے۔ (نسائی)

قرآن و حدیث کے الفاظ سے بھی جنت و دوزخ کی چیزوں کی اصل کیفیت اور اصل حقیقت کو ہم یہاں پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے اور دراصل قرآن یا احادیث میں جنت اور دوزخ کا جو ذکر فرمایا گیا ہے اس کا یہ مقصد ہی نہیں ہے کہ لوگوں کے سامنے وہاں کا مکمل جغرافیہ اور وہاں کے احوال کا پورا نقشہ آ جائے بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں میں دوزخ اور اس کے عذاب کا خوف پیدا ہو اور وہ ان برائیوں سے بچیں جو دوزخ میں لے جانے والی ہیں اور جنت اور اس کی نعمتوں کا شوق پیدا ہو تا کہ وہ اچھے اعمال اختیار کریں جو جنت میں پہنچانے والے ہیں اور وہاں کی نعمتوں کا مستحق بنانے والے ہیں۔ پس ان آیات کا جن میں کہ جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اصل حق یہی ہے کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی مطلوبہ کیفیتیں پیدا ہوں جس کے نتیجہ میں اللہ کی رضا والی زندگی پر دنیا میں چلنے کی آمادگی ہو۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ''اعمال صالحہ'' کے لئے شریعت مطہرہ کے متعلقہ ظاہری و باطنی احکام کا علم ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جب علم نہ ہو گا تو عمل اس کے موافق کیسے کرے گا۔ اب یہ علم دین حاصل کرنا جو لازمی اور ضروری ٹھہرا یہ خواہ کتابیں پڑھ کر یا سن کر یا صحبت سے جس طرح ممکن ہو حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور اسی نقطہ نظر کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ **طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم** یعنی علم دین کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی علم دین کے حاصل کرنے کا ذوق وشوق عطا فرمائیں۔

الغرض گذشتہ آیات میں ایمان نہ لانے پر جہنم کی وعید اور ان آیات میں ایمان اور عمل صالح پر جنت کی بشارت سنائی گئی۔ اب آگے اسی مضمون کی تائید میں ایک قصہ بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی شریعت کا علم حاصل کرنے کا ذوق وشوق نصیب فرمائیں اور اس علم پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم سب کو حقیقی ایمان کی دولت عطا فرما دے۔ اور ایمان کے ساتھ حقیقی ''اعمال صالحہ'' کی بھی توفیق عطا فرما دے۔ اور اپنے فضل و کرم سے جنت کی ابدی و دائمی نعمتوں سے ہم سب کو آخرت میں نواز دے۔

یا اللہ ہمارے اعمال تو اس لائق نہیں کہ جن کی بدولت ہم جنت میں پہنچ سکیں۔ مگر آپ کے فضل و کرم اور انعام واحسان کے امیدوار ہیں۔

یا اللہ محض اپنے فضل و کرم سے ہماری مغفرت فرما کر اپنی دائمی اور ابدی جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے اور عذاب جہنم سے کامل طور پر بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ

اورآپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے ان دو شخصوں میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے اور ان دونوں (باغوں) کا کھجور کے درختوں

وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا

سے احاطہ بنا رکھا تھا اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی (اور) دونوں اپنا پورا پھل دیتے تھے۔ اور کسی کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی، اور ان دونوں

نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ

کے درمیان میں نہر چلا رکھی تھی۔ اور اس شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان تھا سو (ایک بار) اپنے اس (دوسرے) ملاقاتی سے ادھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں

جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ

اور مجمع بھی میرا زبردست ہے۔ اور وہ اپنی جان پر ظلم کر رہا تھا اپنے باغ میں پہنچا (اور) کہنے لگا کہ میرا خیال نہیں ہے کہ یہ باغ (میری حیات میں) کبھی بھی برباد ہو۔ اور میں قیامت کو نہیں خیال کرتا کہ آوے گی

لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی۔

وَاضْرِبْ اور بیان کریں آپ	لَهُمْ ان کیلئے	مَثَلًا مثال	رَّجُلَيْنِ دو آدمی	جَعَلْنَا ہم نے بنائے	لِاَحَدِهِمَا ان میں ایک کیلئے	جَنَّتَيْنِ دو باغ		
مِنْ سے	اَعْنَابٍ انگور	وَّحَفَفْنٰهُمَا اور ہم نے انہیں گھیر لیا	بِنَخْلٍ کھجوروں کے درخت	وَّجَعَلْنَا اور بنادی	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	زَرْعًا کھیتی		
كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ دونوں باغ	اٰتَتْ لائے	اُكُلَهَا اپنے پھل	وَلَمْ تَظْلِمْ اور کم نہ کرتے تھے	مِّنْهُ اس سے	شَيْـًٔا کچھ	وَّفَجَّرْنَا اور ہم نے جاری کردی		
خِلٰلَهُمَا دونوں کے درمیان	نَهَرًا ایک نہر	وَّكَانَ اور تھا	لَهٗ اس کیلئے	ثَمَرٌ پھل	فَقَالَ تو وہ بولا	لِصَاحِبِهٖ اپنے ساتھی سے	وَهُوَ اور وہ	
يُحَاوِرُهٗٓ اس سے باتیں کرتے ہوئے	اَنَا اَكْثَرُ میں زیادہ تر	مِنْكَ تجھ سے	مَالًا مال میں	وَّاَعَزُّ اور زیادہ باعزت	نَفَرًا آدمیوں کے لحاظ سے			
وَدَخَلَ اور وہ داخل ہوا	جَنَّتَهٗ اپنا باغ	وَهُوَ اور ہو	ظَالِمٌ ظلم کر رہا تھا	لِّنَفْسِهٖ اپنی جان پر	قَالَ وہ بولا	مَآ اَظُنُّ میں گمان نہیں کرتا		
اَنْ کہ	تَبِيْدَ برباد ہوگا	هٰذِهٖٓ یہ	اَبَدًا کبھی	وَّ اور	مَآ اَظُنُّ میں گمان نہیں کرتا	السَّاعَةَ قیامت	قَآئِمَةً قائم	وَّلَئِنْ اور اگر
رُّدِدْتُّ میں لوٹایا گیا	اِلٰى طرف	رَبِّيْ اپنا رب	لَاَجِدَنَّ میں ضرور پاؤں گا	خَيْرًا بہتر	مِّنْهَا اس سے	مُنْقَلَبًا لوٹنے کی جگہ		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ان سرداران قریش مشرکین مکہ کا ذکر ہوا تھا جو مال کی وسعت اولاد کی کثرت اور دنیوی عزت وشوکت پر نازاں تھے اور فقرائے صحابہ افلاس کے سبب ان کی نظروں میں (معاذ اللہ) حقیر اور قابل نفرت تھے اور کم مایہ مخلص مومنین ان کے نزدیک ذلیل تھے جس بناء پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ان غریب اور مفلس لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیجئے تو ہم آپ کے پاس آ کر بیٹھ سکتے ہیں لیکن انجام کار وہ مغرور اور متکبر طبقہ تباہ ہوا۔ ان کا سب عیش وآرام اور دولت وثروت سب خاک میں مل گئی۔ دنیا بھی برباد ہوئی اور دین میں روسیاہی نصیب ہوئی اور وہ طبقہ جو مالدار کافروں کی نظر میں ذلیل وحقیر تھا اس کو خدا تعالیٰ نے دنیوی عروج اور دینی فلاح عطا فرمائی۔ دنیا میں بھی عزت، شوکت، حکومت اور دولت مرحمت کی اور اجر آخرت بھی

عنایت کیا۔تو دنیا کی بے ثباتی اوراس کے اسباب اور تجمل پر غرور کر کے خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور راہ حق سے گمراہی کا نتیجہ جو کبھی دنیا ہی میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ان آیات میں دو شخصوں کی تمثیل سے بیان فرمایا جارہا ہے۔

یہ قصہ قرآن پاک میں بہت مجمل آیا ہے جس میں اہل قصہ کا نام ونشان نہیں بتلایا اس لئے بعض مفسرین نے اس کو فرضی قصہ کہا ہے جو محض تمثیل وتشبیہ کے لئے لایا گیا ہے بعض مفسرین کا قول ہے کہ جن دو بھائی یا ساتھیوں کی تشبیہ دی ہے وہ واقعی موجود تھے۔

علماء کے اس میں مختلف قول ہیں۔مثال کا فائدہ بہر حال حاصل ہے جس میں کافر غنی اور مومن فقیر کی مثال دے کر دنیا کی بے ثباتی۔کفر وتکبر کی بدانجامی اور ایمان وتقویٰ کی مقبولیت پر متنبہ کرنا ہے۔اس مثال سے دین دار مسلمانوں کو تسلی دینی مقصود ہے کہ ناداری کا غم نہ کریں اور حصول دولت عقبیٰ پر شکر کریں اور کفار کو تنبیہ ہے کہ دنیوی جاہ وحشم اور عیش ونعم پر مغرور نہ ہوں۔یہ ناپائیدار چیزیں ہیں۔

مثال یہاں یہ بیان کی گئی کہ دو شخص تھے جن میں ایک مالدار تھا۔جس کو اللہ تعالیٰ نے دو باغ عطا فرمائے تھے جن میں انگوروں کی بیلیں بکثرت پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے اردگرد کھجوروں کے درخت لگے ہوئے تھے۔دونوں باغوں کے درمیان کھیتی لگی ہوئی تھی۔پھل پھول بھرپور آرہے تھے۔کسی قسم کا نقصان نہیں۔ادھر ادھر نہریں جاری۔اس کے پاس طرح طرح کی ہر وقت پیداوار موجود۔دولت چاروں طرف سے اس کے پاس اُمڈی آرہی تھی۔ الغرض اس مالدار نے ایک دن اپنے ایک ملاقاتی سے جو ایماندار اور غریب آدمی تھا فخر وغرور کرتے ہوئے کہا کہ میں مالداری میں عزت واولاد میں جاہ وحشم میں نوکر چاکر میں تجھ سے زیادہ حیثیت والا ہوں۔میرے پاس کس قدر ساز وسامان ہے۔میرے گرد میرے کنبے رشتہ والے جمع ہیں۔مجھے ان کی وجہ سے کتنی عزت حاصل ہے۔تو مفلس وقلاش ہے کوئی تجھے منہ نہیں لگاتا۔پھر تجھے ایمانداری اور پرہیزگاری سے کیا حاصل ہوا؟ پھر یہ مالدار اس ملاقاتی کو لے کر اپنے ایک باغ میں پہنچا اس کے دل میں کبر وغرور بھرا ہوا تھا اور اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ اللہ عزوجل کی قدرت کا انکار کر کے اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے۔اپنے پاؤں میں کلہاڑی مار رہا ہے۔چنانچہ اپنے ظاہری سامان پر ایسا مست تھا کہ اپنے ملاقاتی سے کہنے لگا کہ میری لہلہاتی کھیتیاں یہ پھل دار درخت۔یہ لبریز نہریں یہ شاداب سبزہ ناممکن ہے کہ کبھی فنا ہو جائیں۔ میرے پاس تمام سامان موجود ہیں اب اس کو برباد کرنے والا کون۔ایک تم ہو کہ خدا کا نام لے کر برباد ہوئے اور آخرت کی موہومی پر آس لگائے بیٹھے ہو۔کیسی قیامت اور کیسا حشر؟ مجھے تو قیامت آنے کا گمان بھی نہیں۔اور اگر بالفرض تمہارے خیال کے مطابق آئی بھی تو ظاہر ہے کہ خدا کا میں پیارا ہوں ورنہ وہ مجھے اس قدر مال ومتاع کیسے دے دیتا تو وہاں بھی مجھے اس سے بہتر مال و متاع دے گا۔تمہاری حالت آخرت میں بھی خستہ ہوگی۔جب خدا نے دنیا میں تمہیں کچھ نہیں دیا تو آخرت میں کیا دے گا اور میں جس طرح دنیا میں فارغ البال خوشحال ہوں آخرت میں بھی چین وآرام سے رہوں گا۔(استغفر اللہ)

اس قصہ میں یہ تقریر اس مالدار کافر کی نقل فرمائی گئی کہ جو اس دنیا ہی کو اپنی جنت سمجھ رہا تھا۔آج بھی کفار اور وہ کم ظرف بد دین جنہیں دنیا میں کچھ شان وشوکت اور مال ودولت حاصل ہو جاتا ہے اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ انہیں دنیا ہی میں جنت نصیب ہو چکی ہے اب اور کونسی جنت ہے جسے وہ حاصل کرنے کی فکر کریں۔اس مغرور مالدار کی تقریر کا جواب جو غریب دین دار ملاقاتی نے دیا اور پھر جو انجام دنیا ہی میں اس مغرور مالدار کا ہوا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ

اُس نے اُس کے ملاقاتی نے (جو کہ دیندار اور غریب تھا) جواب کے طور پر کہا کہ کیا تو کفر کرتا ہے اُس ذات (پاک) کے ساتھ جس نے تجھ کو (اول) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھکو

رَجُلًا ۳۷ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ۳۸ وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ

صحیح وسالم آدمی بنایا۔لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب (حقیقی) ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتا۔اور تو جس وقت اپنے باغ میں پہنچا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا

لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۳۹ فَعَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ

کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے (اور) بدوں خدا کی مدد کے (کسی میں) کوئی قوت نہیں۔اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے۔تو مجھ کو وہ وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے

جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۴۰ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا

کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دے دے اور اس (تیرے باغ) پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے بھیج دے جس سے وہ باغ دفعۃً ایک صاف میدان ہو کر رہ جاوے

فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۴۱ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ

یا اُس سے اس کا پانی اندر (زمین میں) اتر (کر خشک) ہو جاوے پھر تو (اس کے لانے اور نکالنے) کی کوشش بھی نہ کر سکے۔اور اس شخص کے سامان تمول کو آفت نے آگھیرا پھر اس نے جو کچھ

عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ۴۲ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ

اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراتا۔اور اُس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوا کہ

دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۴۳ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۴۴

خدا کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود (ہم سے) بدلا لے سکا۔ایسے موقع پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے اُسی کا ثواب سب سے اچھا اور اُسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے۔

قَالَ کہا	لَهٗ اس سے	صَاحِبُهٗ اس کا ساتھی	وَهُوَ اور وہ	يُحَاوِرُهٗ اس سے باتیں کر رہا تھا	اَكَفَرْتَ کیا تو کفر کرتا ہے	بِالَّذِيْ اسکے ساتھ جس نے			
خَلَقَكَ تجھے پیدا کیا	مِنْ تُرَابٍ مٹی سے	ثُمَّ پھر	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	ثُمَّ پھر	سَوّٰىكَ تجھے پورا بنایا	رَجُلًا مرد	لٰكِنَّا لیکن میں	هُوَ وہ	اللّٰهُ اللہ
رَبِّيْ میرا رب	وَلَاۤ اُشْرِكُ اور میں شریک نہیں کرتا	بِرَبِّيْۤ اپنے رب کیساتھ	اَحَدًا کسی کو	وَلَوْلَاۤ اور کیوں نہ	اِذْ دَخَلْتَ جب تو داخل ہوا	جَنَّتَكَ اپنا باغ			
قُلْتَ تو نے کہا	مَا شَآءَ اللّٰهُ جو چاہے اللہ	لَا قُوَّةَ نہیں قوت	اِلَّا مگر	بِاللّٰهِ اللہ کی	اِنْ تَرَنِ اگر تو مجھے دیکھتا ہے	اَنَا مجھے	اَقَلَّ کم تر		
مِنْكَ اپنے سے	مَالًا مال میں	وَّوَلَدًا اور اولاد میں	فَعَسٰى تو قریب	رَبِّيْۤ میرا رب	اَنْ کہ	يُّؤْتِيَنِ مجھے دے	خَيْرًا بہتر	مِّنْ سے	
جَنَّتِكَ تیرا باغ	وَيُرْسِلَ اور بھیجے	عَلَيْهَا اس پر	حُسْبَانًا آفت	مِّنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	فَتُصْبِحَ پھر وہ ہو کر رہ جائے	صَعِيْدًا مٹی کا میدان		
زَلَقًا چٹیل	اَوْ یا	يُصْبِحَ ہو جائے	مَآؤُهَا اس کا پانی	غَوْرًا خشک	فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ پھر تو ہرگز نہ کر سکے	لَهٗ اس کو	طَلَبًا طلب	وَاُحِيْطَ اور گھیر لیا گیا	
بِثَمَرِهٖ اس کے پھل	فَاَصْبَحَ پس وہ رہ گیا	يُقَلِّبُ وہ ملنے لگا	كَفَّيْهِ اپنے ہاتھ	عَلٰى پر	مَاۤ اَنْفَقَ جو اس نے خرچ کیا	فِيْهَا اس میں	وَهِيَ اور وہ		
خَاوِيَةٌ گرا ہوا	عَلٰى پر	عُرُوْشِهَا اپنی چھتریاں	وَيَقُوْلُ اور وہ کہنے لگا	يٰلَيْتَنِيْ اے کاش	لَمْ اُشْرِكْ میں شریک نہ کرتا	بِرَبِّيْۤ اپنے رب کے ساتھ			

اَحَدًا کسی کو	وَلَمْ تَكُنْ اور نہ ہوتی	لَهٗ اس کیلئے	فِئَةٌ کوئی جماعت	يَنْصُرُوْنَهٗ اس کی مدد کرتی وہ	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	وَمَا اور نہ	
كَانَ وہ تھا	مُنْتَصِرًا بدلہ لینے کے قابل	هُنَالِكَ یہاں	الْوَلَايَةُ اختیار	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	الْحَقِّ برحق	هُوَ وہ	خَيْرٌ بہتر	ثَوَابًا ثواب دینے میں
وَخَيْرٌ اور بہتر	عُقْبًا بدلہ دینے میں							

تفسیر وتشریح

دنیا کی بے ثباتی اور عقبیٰ کی ثبات ظاہر کرنے اور اہل ایمان کو تسلی اور کافروں کو تنبیہ کے لئے گذشتہ آیات میں ایک مالدار کافر اور غریب مومن کا قصہ شروع فرمایا گیا تھا اور اس مغرور و متکبر مالدار کے اقوال نقل فرمائے گئے تھے۔ اس مالدار کافر کی ملحدانہ تقریر کا جو جواب اس کے غریب مومن ملاقاتی نے دیا اور اس مالدار متکبر کے باغات جن پر اس کو بڑا ناز تھا ان کا جو حشر ہوا وہ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس غریب مومن نے جوابی گفتگو کرتے ہوئے مالدار متکبر سے کہا کہ تو نے جو اپنے باغ کو غیر فانی کہا تو کیا اس قادر مطلق کا منکر ہو گیا جس نے تیری اصل یعنی آدم علیہ السلام کو بے جان مٹی سے پیدا کیا اور تجھ کو ایک قطرۂ ناچیز سے پیدا کر کے زندگی بخشی اور ہٹا کٹا مرد بنا دیا۔ تو ذرا اپنی ابتدا تو دیکھ۔ تجھے کس بات پر غرور ہے۔ تیری پیدائش کیسے ذلیل نطفہ سے ہوئی پھر جس طرح خدا نے تجھے پہلی بار پیدا کیا وہی دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔ اور اپنی دی ہوئی نعمت چھین بھی سکتا ہے اور قیامت میں مردے زندہ بھی کر سکتا ہے تو انکار کرے تو کر میں تو ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں تو یہی کہوں گا اور میں تو یہی عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں اس کے حکم و اختیار کے سامنے کون دم مار سکتا ہے میں تیری اس گفتگو کو پسند نہیں کرتا جو تو نے باغ میں داخل ہو کر کی تھی۔ تو خدا کو کیوں بھول گیا کیا تجھے نہیں معلوم کہ تمام قوت کا مالک صرف اللہ ہے وہی جو چاہے ہوتا ہے اس کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔ ان ظاہری اسباب میں کچھ بھی تاثیر نہیں سب حکم الٰہی کے تابع ہیں۔ خدا جو چاہے عطا فرمائے اور وہ چاہے تو ایک دم میں دیا ہوا سب سلب کر لے۔ جب تو اپنے باغ میں گیا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا تھا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور بدوں خدا کی مدد کے کسی میں کوئی قوت نہیں چنانچہ یہ باغ اللہ جب تک چاہے گا قائم رکھے گا اور اگر وہ چاہے گا ویران ہو جائے گا۔ اس کی مشیت کے روبرو سب اسباب معطل ہیں۔ اور تو جو میری ناداری اور اولاد کی کمی پر طعن کرتا ہے اور اپنے مال و اولاد کی کثرت پر ناز کرتا ہے اور اس بنا پر تو مجھے حقیر اور اپنے کو بڑا سمجھتا ہے تو یہ بھی تیری غلطی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ خدا مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا فرما دے۔ اور تیرے باغ پر کوئی غیبی طوفان اور برق لرزاں بھیج کر ایک دم میں برباد کر دے۔ یا پانی بالکل سوکھ جائے اور یہ شادابی جاتی رہے اور تیرا باغ ایک چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔ غرض کہ آسمان و زمین کے تمام اسباب و حوادث اللہ کے قبضہ میں ہیں وہ جس طرح چاہے ان میں تصرف کر سکتا ہے اس گفتگو کے بعد آخر وہی ہوا جو اس مرد مومن کے منہ سے نکلا تھا رات کو یہ متکبر مالدار نہ جانے کیا کیا خیالی پلاؤ پکاتا ہوا سویا ہو گا۔ صبح اٹھا تو نہ وہ باغ تھے نہ کھیت باغ پر بجلی گری اور ساری کھیتی اور پھل پھلاری سب جل جلا کر خاک سیاہ ہو گئی اور پانی کو خشک کر دیا۔ اب یہ متکبر ہاتھ مل مل کر کہنے لگا کہ افسوس اس پر کتنی لاگت لگائی تھی ساری کی ساری اکارت گئی۔ اب ہوش آیا کہ یہ اللہ کی ناشکری اور کفران نعمت کا بدلہ ہے اور کہنے لگا کہ اے کاش میں اللہ ہی کو اپنا رب مانتا اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتا۔ اب اس کا نہ کوئی یار تھا نہ مددگار اور وہ مجمع جس پر اسے ناز تھا اس کی کچھ مدد نہ کر سکا اور نہ خود اس کے اپنے بس کا کچھ تھا بجز پچھتانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا سچ ہے جس کو اللہ ہی چھوڑ بیٹھے اس کا مددگار کون ہو سکتا ہے اللہ سے بڑھ کر نہ کوئی انعام دے سکتا ہے۔ نہ کام کا بدلہ اور مصیبت کے وقت وہی سچا معبود آفتوں سے بچانے والا ہے۔

قرآن کریم یہ مختصر سا قصہ سنا کر متعدد عبرتیں اور نصیحتیں دینا چاہتا ہے۔

ایک تو یہ کہ انسان کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیۓ کہ دنیا میں اسے جو نعمتیں مل رہی ہیں وہ اللہ عزوجل کی طرف سے مل رہی ہیں۔اس لئے ان سے فائدہ اٹھاتے وقت حق تعالیٰ سے غافل نہ ہونا چاہیۓ اور ہر وقت اس کا شکر گزار رہنا چاہیۓ اور ان نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی میں نہ خرچ کرنا چاہیۓ۔

۲: دوسرے اپنے مال و دولت ساز و سامان پر اترانا اور فخر و تکبر کرنا یہ خالص کافرانہ خصلت ہے لہٰذا مومن کی یہ شان ہی نہیں ہوسکتی۔

۳: تیسرے اہل ایمان کو اس سے یہ تعلیم و تلقین ملتی ہے کہ اپنی ناداری اور محتاجی کا غم نہ کریں اور کافروں کی دولت مندی و راحت کی تمنا نہ کریں۔

۴: چوتھے غرور اور تکبر سے اکثر و بیشتر مال و دولت برباد ہو جاتا ہے۔ مادی اسباب کو کارساز سمجھنا اور ان پر بھروسہ کرنا نہ چاہیۓ۔زمین اور آسمان کے کل معمولی اور غیر معمولی حوادث اور تمام غیبی اسباب سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

۵: پانچویں دولت کی فراوانی۔اولاد کی کثرت و طاقت دیکھ کر مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنے اور اس کے مفہوم کا یقین رکھنے کی ضمناً ہدایت ہے۔انہیں آیات کو سامنے رکھ کر بعض سلف کا مقولہ ہے کہ جسے اپنی اولاد یا مال یا حال پسند آئے اسے یہ کلمہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لینا چاہیۓ۔ روایات میں ہے کہ جب آدمی کو اپنے گھر بار میں آسودگی نظر آئے تو یہی کلمہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لینا چاہیۓ۔شعب الایمان میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز دیکھے اور وہ اس کو پسند آئے تو اگر اس نے یہ کلمہ کہہ لیا مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو اس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی یعنی وہ پسندیدہ چیز محفوظ رہے گی اور بعض روایات میں ہے کہ جس نے کسی محبوب اور پسندیدہ چیز کو دیکھ کر یہ کلمہ پڑھ لیا تو اس کو نظر بد نہ لگے گی۔ حضرت امام مالک بن انسؒ نے اپنے مکان کے دروازہ پر یہ لکھ رکھا تھا کہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیوں لکھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

۶: چھٹے جیسا کہ یہاں اس مثال میں اس کافر متکبر نے اخیر میں اظہار حسرت کی یہی حال تمام کفار و مشرکین کا ہوگا جب کہ عالم فانی تباہ ہوگا اور وہ اپنی اس عمر رفتہ پر افسوس کریں گے جو وہ اس میں کھو چکے ہیں اور پچھتائیں گے کہ ناحق ہم نے کفر و شرک کیا مگر اس وقت پچھتانے اور افسوس کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

۷: ساتویں اس پورے قصہ سے قیامت کی حقانیت بھی ثابت کرنا مقصود ہے کہ جس طرح ایک دم میں خدا تعالیٰ روزمرہ عالم میں انقلاب کرتا ہے۔کائنات ارضی میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں اسی طرح ایک دن کل عالم کو برباد کر کے از سر نو پیدا کردے گا۔

آگے دنیوی زندگی کی بے ثباتی کی ایک اور مثال دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکر گزار بندہ بنا کر رکھیں اور دنیا کی ہر ایک نعمت جو ہم کو عطا فرمائی ہے اس کو آخرت اور اپنی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں۔

یا اللہ کفران نعمت اور کبر و غرور جیسی کافرانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک صاف رکھئے اور ہر حال میں ہم کو آخرت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمایئے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات

الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ

خوب گنجان ہوگئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاوے کہ اس کو ہوا اُڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ مال و اولاد حیاتِ دنیا

زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں۔

وَاضْرِبْ اور بیان کردیں	لَهُمْ ان کیلئے	مَثَلَ مثال	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	كَمَآءٍ جیسے پانی	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے اسکو اتارا	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	
فَاخْتَلَطَ پس مل جل گیا	بِهٖ اس سے	نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کی نباتات	فَاَصْبَحَ وہ پھر ہوگیا	هَشِيْمًا چورا چورا	تَذْرُوْهُ اڑاتی ہے اسکو	الرِّيٰحُ ہوا		
وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہر شے پر	مُقْتَدِرًا بڑی قدرت رکھنے والا	اَلْمَالُ مال	وَالْبَنُوْنَ اور بیٹے	زِيْنَةُ زینت	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	
وَالْبٰقِيٰتُ اور باقی رہنے والی	الصّٰلِحٰتُ نیکیاں	خَيْرٌ بہتر	عِنْدَ رَبِّكَ تیرے رب کے نزدیک	ثَوَابًا ثواب میں	وَخَيْرٌ اور بہتر	اَمَلًا آرزو میں		

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں ایک مثال کے ذریعہ سے مال و جاہ اور دنیا کا فانی اور حقیر ہونا اور اعمال عقبیٰ کا باقی ہونا ذکر فرمایا گیا تھا اسی طرح ان آیات میں بھی دنیوی زندگی کی ایک اور مثال دی جا رہی ہے جس سے دنیا کا سریع الزوال ہونا اور اعمال صالحہ کا باقی رہنا اور آخرت کا قابل اہتمام ہونا بیان فرمایا جا رہا ہے۔ قرآن مجید انسان کی توجہ دنیا کی بے ثباتی کی طرف بار بار دلاتا ہے۔ توحید و رسالت کے بعد یہ اس کا خاص موضوع ہے اور اس حقیقت کو متعدد جگہ عبارتیں بدل بدل کر انسان کے ذہن نشین کیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی سے دل لگانے کا نتیجہ اور انجام برا ہوتا ہے۔ ان آیات میں بھی دنیا کی زندگی کی حقیقت کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کی عارضی بہار فانی اور ایک دن ختم ہو جانے والی ہے اور اس کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا وہ یک بیک جی اٹھی۔ ہر طرف سبزہ لہلہانے لگا۔ طرح طرح کے پودے اور پھل و پھول نظر آنے لگے۔ ہری بھری کھیتیاں آنکھوں کو بھلی معلوم ہونے لگیں مگر تھوڑے ہی دنوں بعد وہ لہلہاتی کھیتی زرد ہو کر سوکھنا شروع ہو جاتی ہے آخر ایک وقت آتا ہے کہ کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی جاتی ہے اور چورہ چورہ ہو کر ہوا میں اڑائی جاتی ہے۔ اور ہوا اُسے تتر بتر کر دیتی ہے۔ نہ اس میں گذشتہ شادابی رہتی ہے۔ نہ وہ سبزی۔ نہ پھل نہ پھول۔ اسی طرح انسان کی حالت ہے۔ غیبی فیضان سے رحم مادر کی زمین میں اس کا تخم بویا جاتا ہے۔ وقت خاص پر پیدا ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ بڑھتا۔ ترقی کرتا اور جوان ہوتا ہے۔ جوانی۔ رعنائی حسن۔ طاقت۔ صحت سب ہی کچھ حاصل ہوتا ہے لیکن کچھ ہی عرصہ بعد بڑھاپا آتا ہے اور وہ حسن و جمال اور قوت و طاقت سب معدوم ہو جاتی ہے اور بالآخر مر کر خاک کے ساتھ خاک ہو جاتا ہے۔

ہاں اگر کوئی چیز باقی رہنے والی اور آخرت میں کام آنے والی ہے تو وہ اعمال صالحہ ہیں۔ انہیں کی وجہ سے فرحت دائمی کا سامان حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر وہاں کی کامیابی اور آسائش کوئی چاہتا ہے تو دنیا میں ایسے نیک کام کرے۔ جو ہمیشہ ہمیشہ کو باقی رہنے

والے ہیں۔ اللہ عزوجل ایسے کاموں کا اچھا بدلہ عنایت فرمائے گا۔ تو یہ باقیات صالحات دنیا کے سازوسامان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جزا کے لحاظ سے بھی اچھے ہیں اور امید کے لحاظ سے بھی یعنی اعمال صالحہ پر جو اُمیدیں وابستہ ہوتی ہیں وہ آخرت میں پوری ہوں گی اور اُس سے بھی زیادہ اجروثواب ملے گا بخلاف متاع دنیا کے کہ اُس سے خود دنیا ہی میں امیدیں پوری نہیں ہوتیں اور آخرت میں تو احتمال ہی نہیں۔

یہاں آیات میں باقیات الصالحات کے الفاظ فرمائے گئے ہیں یعنی باقی رہنے والی نیکیاں یا اعمال صالحہ ان کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ باقی رہنے والی نیکیاں سبحان اللہ۔ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوہ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ کلمات ماثورہ ہیں۔ اور اس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ مسند احمد وغیرہ میں بروایت حضرت ابوسعید خدریؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ باقیات صالحات کو زیادہ سے زیادہ جمع کیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ لا الہ الا اللہ۔ الحمدللہ۔ اللہ اکبر۔ ولا حول ولاقوۃ الا باللہ۔ اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا کہ سبحان اللہ لا الہ الا اللہ و الحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر یہی باقیات صالحات ہیں۔ اور ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمے یعنی سبحان اللہ۔ والحمدللہ۔ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں جن پر آفتاب کی روشنی پڑتی ہے یعنی سارے جہان سے۔ اس لئے آیت میں باقیات صالحات کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ نے یہی کی ہے کہ مراد اس سے یہی کلمات پڑھنا ہیں۔

اکثر مفسرین نے فرمایا کہ باقیات صالحات سے وہ تمام اعمال صالحہ مراد ہیں جن کے ثمرات ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں جیسے کسی کو دین کا علم سکھایا جائے جو جاری رہے۔ یا کوئی نیک رسم جاری کرے۔ یا مسجد یا کنواں یا مسافر خانہ یا باغ وکھیت وغیرہ اللہ کے واسطے وقف کر دیا جائے یا اولاد کو تربیت کر کے صالح یا عالم باعمل چھوڑ جائے تو یہ سب صدقات جاریہ ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ اور یہی قول اکثر مفسرین کے نزدیک راجح اور صحیح ہے کہ جس میں نماز۔ روزہ۔ اعمال حج۔ اور کلمات ماثورہ یعنی سبحان اللہ۔ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ وغیرہ اور تمام پاکیزہ اقوال وافعال جن کا ثمرہ آخرت کے لئے باقی رہے وہ سب باقیات صالحات میں داخل ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ باقیات صالحات انسان کی نیت اور ارادہ ہیں کہ اعمال صالحہ کی قبولیت اسی پر موقوف ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہاں آیات میں یہ سمجھانا مقصود ہے کہ دنیا سے ضرورت سے زائد دلچسپی لینا اور اس کے سازوسامان پر فخرو ناز نہ کرنا چاہئے بلکہ آخرت اور اعمال صالحہ کا اہتمام اور قیامت کے لئے تیاری کرنا چاہئے۔ اسی سلسلہ میں آگے بعض واقعات و حالات قیامت ذکر فرمائے جاتے ہیں کہ جس سے آخرت کا قابل اہتمام ہونا سمجھایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اس چندروزہ دنیا کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیں اور اس عارضی اور فانی دنیا کی زندگی کو آخرت کی دائمی اور باقی رہنے والی زندگی کے حصول کا ذریعہ بنادیں۔ یا اللہ دنیا اور اس کے سازوسامان سے قلبی تعلق اور دل لگاؤ سے ہمکو محفوظ فرما اور ہر آن وہر حال میں ہم کو آخرت کی اور اپنی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر مرحمت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿۴۷﴾

اور اُس دن کو یاد کرنا چاہیئے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹادیں گے اور زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کردیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے۔

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍۭ ۚ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ نَّجْعَلَ

اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو برابر برابر کھڑے کرکے پیش کیے جائیں گے دیکھو آخر تم ہمارے پاس آئے بھی جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ

لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا

تم یہی سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے۔ اور نامۂ اعمال رکھدیا جاوے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ (لکھا) ہوگا اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً إِلَّا أَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ

کہ ہائے ہماری کم بختی اس نامۂ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ قلمبند کیے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ (چھوڑا) اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴿۴۹﴾

اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

وَ يَوْمَ اور جس دن	نُسَيِّرُ ہم چلائیں گے	الْجِبَالَ پہاڑ	وَتَرَى اور تو دیکھے گا	الْأَرْضَ زمین	بَارِزَةً کھلی ہوئی	وَ حَشَرْنٰهُمْ اور ہم انہیں جمع کریں گے	
فَلَمْ نُغَادِرْ پھر نہ چھوڑیں گے ہم	مِنْهُمْ ان سے	أَحَدًا کسی کو	وَعُرِضُوْا اور وہ پیش کیے جائیں گے	عَلٰى سامنے	رَبِّكَ تیرا رب	صَفًّا صف بستہ	
لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا البتہ تم ہمارے سامنے آگئے	كَمَا جیسے	خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا	أَوَّلَ مَرَّةٍ پہلی بار	بَلْ زَعَمْتُمْ بلکہ تم سمجھتے تھے			
أَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ کہ ہم ہرگز نہ ٹھہرائیں گے تمہارے لئے	مَوْعِدًا کوئی وقت موعود	وَوُضِعَ اور رکھی جائے گی	الْكِتٰبُ کتاب	فَتَرَى سو تم دیکھو گے			
الْمُجْرِمِيْنَ مجرم	مُشْفِقِيْنَ ڈرتے ہوئے	مِمَّا اس سے جو	فِيْهِ اس میں	وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہیں گے	يٰوَيْلَتَنَا ہائے ہماری شامت اعمال	مَالِ کیسی ہے	
هٰذَا الْكِتٰبِ یہ کتاب	لَا يُغَادِرُ یہ نہیں چھوڑتی	صَغِيْرَةً چھوٹی بات	وَلَا اور نہ	كَبِيْرَةً بڑی بات	إِلَّا أَحْصٰهَا مگر وہ اسے گھیرے ہوئے		
وَ اور	وَجَدُوْا وہ پالیں گے	مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کیا	حَاضِرًا سامنے	وَلَا يَظْلِمُ اور ظلم نہیں کرے گا	رَبُّكَ تمہارا رب	أَحَدًا کسی پر	

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں مثال کے ذریعہ دنیا کا فانی اور اعمال صالحہ کا باقی ہونا بتلایا گیا تھا جس سے مقصود یہ سمجھانا تھا کہ یہ دنیا دل لگانے اور مقصود بنانے کی جگہ نہیں ہے اور نہ اس کے سازوسامان پر فخر کرنا چاہیئے بلکہ آخرت اور اعمال صالحہ کا اہتمام کرنا چاہیئے اور اسی کی ترغیب کے لئے بعض واقعات قیامت ذکر کیے جاتے ہیں اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت آئے گی پہاڑ جیسی مضبوط اور سخت مخلوق بھی اپنی جگہ سے چلائی جائے گی اور اس کی بھاری بھاری چٹانیں دھنی ہوئی اون کی طرح فضا میں اڑتی پھریں گی۔ زمین کے سارے ابھار مٹ مٹا کر سطح ہموار رہ جائے گی۔ زمین پر کوئی درخت، کوئی مکان کہ کوئی چھت کوئی سایہ کوئی بلندی و پستی نہ ہوگی۔ صاف چٹیل میدان ہوگا اور تمام انسان قبروں سے اٹھ کر صف بستہ ہو کر خدا کے سامنے لائے جائیں گے۔ جس طرح آدمی دنیا میں بے بس و بے کس نادار خالی

ہاتھ ننگے بدن' غیر مختون آئے تھے ایسے ہی قیامت کے دن نہتے' برہنہ اور محتاج ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔ نہ وہاں دولت و مال ساتھ ہوگا نہ حشمت وجاہ' نہ نوکر چاکر' تن وتنہا بے یار ومددگار ہر شخص اپنی دھن میں سرشار ہوگا اور کوئی شخص خدائی عدالت سے غیر حاضر نہ ہو سکے گا اور منکرین حشر کو توبیخ کے طور پر یہ کہا جائے گا کہ تم تو قیامت وغیرہ کو جھٹلاتے تھے اور اس کو محض ڈھکوسلہ سمجھتے تھے۔ آج سب اپنا جتھا اور اثاثہ چھوڑ کر ننگ دھڑنگ خالی ہاتھ کہاں آ پہنچے۔ اب تو تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا اور تم کو یقین آ گیا کہ خدا تعالیٰ کس طرح دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

بخاری ومسلم میں بروایت حضرت ابن عباسؓ منقول ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو تم قیامت میں اپنے رب کے سامنے ننگے پاؤں ننگے بدن پیدل چلتے ہوئے آؤ گے اور سب سے پہلے جس کو لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے سوال کیا یارسول اللہ کیا سب مرد وعورت ننگے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس روز ہر ایک کو ایسا شغل اور ایسی فکر گھیرے رہے گی کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ سب کی نظریں اوپر اٹھی ہوئی ہوں گی۔ پھر اعمال نامہ ہر ایک کو دیا جائے گا۔ غرض ہر چھوٹی بڑی حرکت اس میں مندرج نظر آئے گی۔ حیرت سے کہیں گے ارے یہ کیا ہوا یہ تو ہماری زندگی کا پورا فوٹو ہے کوئی نقل وحرکت ایسی نہیں جو اس میں مذکور نہ ہو۔ لیکن یہ تمام روئداد انسانی زندگی کی ہوگی۔ جیسا کوئی بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ کسی نے کوئی جرم نہ کیا ہو اور وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے اور نہ یہی ہوگا کہ کسی بے گناہ کو پکڑ کر سزا دے ڈالی جائے۔ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر کسی کی حق تلفی نہ فرمائیں گے۔

یہاں کس مؤثر طریقہ سے منکرین حشر کو قیامت کا منظر دکھلا کر سمجھایا گیا کہ قیامت ضرور آئے گی۔ حشر نشر یقینی ہوگا اور انسان کے سارے اعمال جو اس نے دنیا کے اندر نڈر ہو کر کئے تھے اور سمجھ بیٹھا تھا کہ کوئی پوچھنے والا نہیں ایک ایک کر کے اس کی آنکھوں کے سامنے آجائیں گے اور ہر ایک کو اس کے کام کا بدلہ جس کا وہ مستحق ہے مل کر رہے گا۔

حاصل مقصود یہ کہ جب ایسا ہونا ہے تو آخرت نہایت درجہ فکر واہتمام کے لائق ہے۔ نہ کہ اس کی تکذیب اور انکار اور اس سے تغافل اور بےفکری۔ اب دنیا سے دل لگاؤ اور آخرت سے بےفکری یہ ہوتا ہے شیطان ابلیس کے اغوا اور اس کے بہکانے سکھانے سے اس لئے اگلی آیات میں پھر ابلیس کی شیطنت اور اس کی خباثت اور دشمنی کو ظاہر کیا گیا ہے تا کہ انسان اس دشمن سے متنبہ رہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی آخرت کا خاطر خواہ فکر ہمہ وقت رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قیامت سے ہمارے قلوب کو غافل نہ فرمائیں۔

یا اللہ قیامت اور میدان حشر کی حاضری سے اور وہاں کے حساب کتاب سے اب امت مسلمہ میں بھی غفلت آ گئی ہے جس کی وجہ سے فسق وعصیان دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ یا اللہ میدان حشر کی حاضری کا خوف دلوں میں ایسا ڈال دے کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں اور جو تقصیرات وکوتاہیاں ہم سے اب تک ہو چکی ہیں اس کا توبہ سے تدارک کر لیں تا کہ میدان حشر میں ندامت اور شرمندگی سے بچ جائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ کَانَ مِنَ الۡجِنِّ فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ

اور جب کہ ملائکہ کو ہم نے حکم دیا کہ آدم (علیہ السلام) کے سامنے سجدہ کرو۔ سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا

رَبِّہٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوۡنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗۤ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِیۡ وَہُمۡ لَکُمۡ عَدُوٌّ ؕ بِئۡسَ لِلظّٰلِمِیۡنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَاۤ اَشۡہَدۡتُّہُمۡ

سو کیا پھر بھی تم اُس کو اور اُس کے چیلے چانٹوں کو دوست بناتے ہو مجھ کو چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارے دُشمن ہیں، یہ ظالموں کیلئے بہت بُرا بدل ہے۔ میں نے اُنکو نہ تو

خَلۡقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَا خَلۡقَ اَنۡفُسِہِمۡ ۪ وَمَا کُنۡتُ مُتَّخِذَ الۡمُضِلِّیۡنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَیَوۡمَ

آسمان اور زمین پیدا کرنے کے وقت بُلایا اور نہ خود اُن کے پیدا کرنے کے وقت (بُلایا) اور میں ایسا (عاجز) نہ تھا کہ (کسی کو خصوص) گمراہ کرنیوالوں کو اپنا (دست و) بازو بناتا۔

یَقُوۡلُ نَادُوۡا شُرَکَآءِیَ الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ فَدَعَوۡہُمۡ فَلَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَہُمۡ وَجَعَلۡنَا بَیۡنَہُمۡ مَّوۡبِقًا ﴿۵۲﴾

اور اس دن کو یاد کرو کہ حق تعالیٰ فرما دے گا کہ جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو پکارو پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ ان کو جواب ہی نہ دیں گے اور ہم اُن کے درمیان میں ایک آڑ کر دیں گے۔

وَرَاَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ النَّارَ فَظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ مُّوَاقِعُوۡہَا وَلَمۡ یَجِدُوۡا عَنۡہَا مَصۡرِفًا ﴿۵۳﴾ ع

اور (اس وقت) مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کریں گے وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے کوئی بچنے کی راہ نہ پاویں گے۔

وَاِذۡ اور جب	قُلۡنَا ہم نے کہا	لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ فرشتوں سے	اسۡجُدُوۡا تم سجدہ کرو	لِاٰدَمَ آدمؑ کو	فَسَجَدُوۡا تو انہوں نے سجدہ کیا	اِلَّاۤ سوائے	اِبۡلِیۡسَ ابلیس	
کَانَ وہ تھا	مِنَ سے	الۡجِنِّ جن	فَفَسَقَ وہ نکل گیا	عَنۡ سے	اَمۡرِ رَبِّہٖ اپنے رب کا حکم	اَفَتَتَّخِذُوۡنَہٗ سو تم کیا اسکو بناتے ہو	وَذُرِّیَّتَہٗ اور اسکی اولاد	
اَوۡلِیَآءَ دوست	مِنۡ دُوۡنِیۡ میرے سوائے	وَہُمۡ اور وہ	لَکُمۡ تمہارے لئے	عَدُوٌّ دشمن	بِئۡسَ بُرا ہے	لِلظّٰلِمِیۡنَ ظالموں کیلئے	بَدَلًا بدل	مَا نہیں
اَشۡہَدۡتُّہُمۡ حاضر کیا میں نے اُنہیں	خَلۡقَ پیدا کرنا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالۡاَرۡضِ اور زمین	وَلَا خَلۡقَ اور نہ پیدا کرنا	اَنۡفُسِہِمۡ انکی جانیں			
وَمَا کُنۡتُ اور میں نہیں	مُتَّخِذَ بنانیوالا	الۡمُضِلِّیۡنَ گمراہ کرنے والے	عَضُدًا بازو	وَیَوۡمَ اور جس دن	یَقُوۡلُ وہ فرمائے گا	نَادُوۡا بلاؤ		
شُرَکَآءِیَ میرے شریک	الَّذِیۡنَ اور وہ جنہیں	زَعَمۡتُمۡ تم نے گمان کیا	فَدَعَوۡہُمۡ پس وہ انہیں پکاریں گے	فَلَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا تو ہو جواب نہ دینگے				
لَہُمۡ انہیں	وَجَعَلۡنَا اور ہم بنادینگے	بَیۡنَہُمۡ ان کے درمیان	مَّوۡبِقًا ہلاکت کی جگہ	وَرَاَ اور دیکھیں گے	الۡمُجۡرِمُوۡنَ مجرم	النَّارَ آگ		
فَظَنُّوۡۤا تو وہ سمجھ جائیں گے	اَنَّہُمۡ کہ وہ	مُّوَاقِعُوۡہَا گرنے والے ہیں اسمیں	وَلَمۡ یَجِدُوۡا اور وہ نہ پائیں گے	عَنۡہَا اس سے	مَصۡرِفًا کوئی راہ			

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں منکرین قیامت کو بعض واقعات قیامت سنا کر جتلایا گیا تھا کہ ایک دن قیامت ضرور آئے گی اور آخرت میں ہر انسان سے جو دنیا میں آیا ہے اس سے اس کی دنیوی زندگی کا حساب کتاب ہوگا اور ہر ایک کے عمل اس کے سامنے آجائیں گے پھر جو جس جزا یا سزا کا مستحق ہوگا وہ اسے ملے گی اس طرح انسانوں کو عالم آخرت کی طرف متوجہ کیا گیا تھا۔

اب انسان کو عالم آخرت سے غافل کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک تو دنیوی مال دولت کہ جس کے نشہ میں یہ ایسا سرشار ہوتا ہے کہ اس کو اس عالم سے جانے کی نہ فکر نہ عالم آخرت کے لئے زادراہ حاصل کرنے کی فرصت۔ دوسری چیز شیطان ابلیس اور اس کی ذریت کا دام وفریب ہے جو انسان کو عالم آخرت سے

غافل اور دنیوی زندگی اور اس کے سازوسامان اور مال و دولت کے چکر میں پھنسائے رکھتا ہے اور آدمی اس دشمن کو نہیں پہنچانتا اس لئے انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کی عداوت کا قصہ بار بار یاد دلایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی موقع کی مناسبت سے پھر انسانوں کی توجہ قصہ آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کی طرف دلائی گئی جس سے مقصود گمراہ انسانوں کو ان کی اس حماقت پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ قادر مطلق۔ پروردگار عالم اور بندوں پر شفیق ورحیم وکریم کارساز کی ذات عالی کو چھوڑ کر اپنے ازلی دشمن کے پھندے میں پھنس رہے ہیں۔ جو اول روز سے بنی نوع انسان کے خلاف حسد رکھتا ہے اور ان کو گمراہی میں مبتلا رکھنے کا بیڑہ اٹھا چکا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا انسانوں کو یاد نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جب پیدا ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے سامنے سجدہ میں گر پڑو۔ فرشتے حکم الٰہی پاتے ہی فوراً سجدہ میں چلے گئے لیکن ابلیس نے جو جنات میں سے تھا اور فرشتوں میں اپنی عبادت کی بدولت شامل کر لیا گیا تھا۔ انکار کر دیا اور اپنے رب کا حکم نہ مانا۔ کھلم کھلا سرکشی کر بیٹھا اور چونکہ اللہ عزوجل نے اسے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون قرار دے دیا تھا اس لئے وہ آدم علیہ السلام اور بنی نوع انسان کا جانی دشمن ہو گیا اور چونکہ اس پر یہ لعنت آدم علیہ السلام کی وجہ سے پڑی تھی اس لئے ان کو اور ان کی اولاد کو ستانے اور گمراہ کرنے پر کمر باندھ لی اب اس کا کام ہر وقت یہی ہے کہ اولاد آدم کو اللہ عزوجل کے مقرر کئے ہوئے سیدھے راستہ سے ہٹاتا رہے اور انسانوں کو دنیا کی ناپائیدار چیزوں ہی میں پھنسائے رکھے۔ تو تمام انسانوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ شیطان ابلیس کے یہ سارے حالات جاننے کے بعد کیا تم اس کو اور اس کے چیلے چانٹوں کو اپنا دوست اور رفیق بناؤ گے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہیں کے بہکانے اور پھسلانے پر چلو گے۔

آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے اظہار میں فرماتے ہیں کہ یہ زمین و آسمان پیدا کرتے وقت ہم نے ان شیاطین کو مدد یا مشورہ کے لئے تو بلایا نہ تھا کہ ذرا آکر دیکھ جائیں کہ ٹھیک بنا ہے یا کچھ اونچ نیچ رہ گئی۔ غرض نہ ان سے ایجاد عالم میں کچھ مشورہ لیا گیا نہ مدد طلب کی گئی۔ بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت سرے سے یہ شیاطین موجود ہی نہ تھے۔ خود ان کو پیدا کرتے وقت بھی نہیں پوچھا گیا کہ تمہیں کیا بنایا جائے یا تمہارے دوسرے ہم جنسوں کو کس طرح پیدا کیا جائے اور بفرض محال مدد بھی اللہ تعالیٰ لیتے اور قوت بازو بناتے تو کیا ان بدبخت اشقیا کو؟ جنہیں حق تعالیٰ جانتے ہوں کہ یہ لوگوں کو میری راہ سے بہکانے والے ہیں۔ پھر خدا جانے انسانوں نے انہیں خدائی کا درجہ کیسے دیدیا اور اپنے رب کو چھوڑ کر انہیں کیوں رفیق و مددگار بنانے لگے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن ان مشرکین سے کہا جائے گا کہ تم نے جن کو اللہ کا شریک بنا رکھا تھا اب ان کو بلاؤ تاکہ اس مصیبت کے وقت تمہاری مدد کریں تو اس وقت ان مشرکین پر غیر اللہ کی رفاقت اور دوستی کی ساری قلعی کھل جائے گی ایک دوسرے کے پاس بھی نہ جاسکیں گے اور کام آنا تو درکنار دونوں کے بیچ میں ایک عظیم و وسیع خندق آگ کی حائل ہوگی اور شروع شروع میں تو شاید ان مشرکین کو معافی کی کچھ امید بھی ہو لیکن جہنم کو دیکھتے ہی یقین ہو جائے گا کہ اب اس میں گرنا ہے اور فرار کا کوئی راستہ نہیں۔

اب آگے کفار و منکرین کو پھر قرآن کی حقانیت اور توحید و رسالت کے مضمون کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ عذاب نار سے ہم کو ہمارے ماں باپ اور تمام مومنین و مومنات کو بچا کر اپنی رحمت میں داخل فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں اور (اس پر بھی منکر) آدمی جھگڑے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور

مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ

لوگوں کو بعد اس کے کہ اُن کو ہدایت پہنچ چکی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے (کفر وغیرہ کی) مغفرت مانگنے سے اور کوئی امر مانع نہیں رہا بجز اسکے کہ انکو اسکا انتظار ہو

يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ

کہ اگلے لوگوں کا سا معاملہ ان کو بھی پیش آئے یا یہ کہ عذاب (الٰہی) رُو در رُو ان کے سامنے آ کھڑا ہو۔ اور رسولوں کو تو ہم صرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا کرتے ہیں

كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

اور کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ سے حق بات کو بچلا دیویں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے انکو ڈرایا گیا تھا اس کو دل لگی بنا رکھا ہے۔

وَ اور	لَقَدْ صَرَّفْنَا البتہ ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیا	فِيْ میں	هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	مِنْ سے	كُلِّ مَثَلٍ ہر مثالیں	وَكَانَ اور ہے		
الْاِنْسَانُ انسان	اَكْثَرَ شَيْءٍ ہر شے سے زیادہ	جَدَلًا جھگڑالو	وَمَا مَنَعَ اور نہیں روکا	النَّاسَ لوگ	اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا کہ وہ ایمان لائیں	اِذْ جَآءَهُمُ جب آگئی ان کے پاس			
الْهُدٰى ہدایت	وَيَسْتَغْفِرُوْا اور وہ بخشش مانگیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	اِلَّآ بجز	اَنْ یہ کہ	تَاْتِيَهُمْ انکے پاس آئے	سُنَّةُ روش	الْاَوَّلِيْنَ پہلوں کی	اَوْ یا	يَاْتِيَهُمُ آئے انکے پاس
الْعَذَابُ عذاب	قُبُلًا سامنے کا	وَمَا نُرْسِلُ اور ہم نہیں بھیجتے	الْمُرْسَلِيْنَ رسول	اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ مگر خوشخبری دینے والے	وَمُنْذِرِيْنَ اور ڈرسنانے والے				
وَيُجَادِلُ اور جھگڑا کرتے ہیں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا	بِالْبَاطِلِ ناحق سے	لِيُدْحِضُوْا تا کہ وہ پھسلادیں	بِهِ اس سے	الْحَقَّ حق				
وَاتَّخَذُوْٓا اور انہوں نے بنایا	اٰيٰتِيْ میری آیات	وَمَآ اور جس	اُنْذِرُوْا وہ ڈرائے گئے	هُزُوًا مذاق					

تفسیر وتشریح

دنیا کی بے ثباتی' دنیوی زندگی کی حقیقت' یہاں کے مال ودولت کا فانی ہونا اور اعمال صالحہ کا باقی رہنا۔ قیامت کا لازمی آنا اور وہاں اعمال کی جزا وسزا کا ملنا شیطان کے دام فریب میں پھنس کر آخرت سے غافل نہ ہونا۔ یہ سب مضامین گذشتہ آیات میں نہایت مؤثر طریقہ سے بیان فرمائے گئے تھے۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قرآن کریم کس طرح مختلف عنوانات اور قسم قسم کے دلائل اور مثالوں سے سچی باتیں سمجھاتا ہے مگر انسان کچھ ایسا جھگڑالو واقع ہوا ہے کہ صاف اور سیدھی باتوں میں بھی کٹ حجتی کے بغیر نہیں رہتا۔ جب دلائل کا جواب بن نہیں پڑتا تو مہمل اور دوراز کار فرمائشیں اور مطالبات شروع کر دیتا ہے منکرین کے اس ضد وعناد کی حالت کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کے ضد وعناد کو دیکھتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن جیسی عظیم الشان ہدایت پہنچ جانے کے بعد ایمان نہ لانے اور توبہ نہ کرنے کا کوئی معقول عذر ان کے پاس باقی نہیں۔ آخر قبول حق میں اب کیا دیر ہے اور کا ہے کا انتظار ہے۔ جہاں تک دلیل وحجت کا تعلق ہے قرآن نے حق واضح کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ اب کیا یہ منکرین یہی راہ دیکھ رہے ہیں کہ پہلی قوموں کی طرح خدا تعالیٰ ان کو بھی بلکل تباہ کر ڈالے یا اگر تباہ نہ کئے جائیں تو کم از کم مختلف صورتوں میں عذاب الٰہی آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہو۔ وبائیں

آئیں یا طوفان میں گھریں یا زلزلوں سے ہلاک ہوں یا قحط اور خشک سالی سے دوچار ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سمجھانے کا جو حق تھا وہ تو پورا ادا کردیا اب فقط یہی بات رہ گئی ہے کہ عذاب ہی سر پر آ پڑے۔ ان کو تو یہ چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت کو غنیمت سمجھتے اور اپنی عاقبت درست کرنے کی فکر میں لگتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول کا کام یہ ہے کہ انسان کے برے بھلے کو کھول کر بتلا دیں اور اللہ کے احکام ان کے سامنے پیش کر دیں جس میں بتا دیا گیا ہے کہ برے کاموں کی سزا جہنم ہے جو بڑی دکھ اور آزار کی جگہ ہے اور اچھے کاموں کی جزا جنت ہے جو بڑے آرام و راحت کا مقام ہے۔ اس سے زیادہ اللہ کے رسول سے کچھ اور طلب کرنا ضد اور ہٹ دھرمی کی نشانی ہے۔ یہ منکرین غلط اور جھوٹی باتیں پیش کر کے اپنے آپ کو جھگڑالو ثابت کر رہے ہیں ان کی غرض سوا اس کے کچھ نہیں کہ حقیقت پر پردہ ڈال دیں اور جھوٹی باتیں بنا کر سچی بات کو ٹال دیں۔ یہ کلام اللہ سے استہزا اور مذاق کرتے ہیں اور جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

یہاں یہ بات انتہائی قابل غور وفکر ہے کہ ان آیات میں جو مذمت کفار کی فرمائی گئی اور تنبیہ منکرین کو کی گئی ہے وہ اسی بناء پر ہے کہ وہ قرآن کو حق ماننے سے مجادلہ اور انکار کرتے تھے مگر جو اس کو مان کر اس کے خلاف کریں۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام نہ جانیں اس کے احکام کی خلاف ورزی کریں بلکہ اس سے بغاوت و سرکشی اختیار کریں اور اس اللہ کی عظیم الشان نعمت کی ناقدری اور کفران نعمت کریں تو یہ جرم کس درجہ ان منکرین کے جرم سے ہلکا اور کمتر ہوگا؟ حق تعالیٰ تو منکرین و مشرکین سے یہ مطالبہ فرما رہے ہیں کہ جب قرآنی ہدایت و تعلیم پہنچ چکی تو کوئی عذر اب نہیں کہ اس پر ایمان نہ لایا جائے اور اس کا اتباع نہ کیا جائے۔ اب جو بھی یہ کافر ایمان نہیں لاتے تو گویا یہ اسی کا انتظار کر رہے ہیں کہ یہ بھی وہی اگلے جھگڑالو انسانوں کی طرح ہلاک کئے جائیں یا یہ کہ زندہ تو رہیں لیکن عذاب در عذاب کے چکر میں ڈال دیئے جائیں تو جب یہ تنبیہ و وعید کفار و منکرین کو سنائی گئی ہے اور ان کا کوئی عذر قابل سماعت نہیں تو جو اس کو مان کر نہ ماننے کی برابر کر دیں ان کے پاس اس کا کیا عذر ہو سکتا ہے اور ان کا کون سا عذر قابل سماعت ہو سکتا ہے؟ تو پھر اس ناقدری اور حق ناشناسی پر جس سزا کے یہ مستحق قرار دیئے جائیں وہ تھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں ابھی منکرین کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ امت مسلمہ کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور مسلمانوں کو قرآن جیسی نعمت عظمیٰ کی قدردانی کی توفیق نصیب فرمائیں۔

بیشک قرآن پاک نے تو سمجھانے کا حق پورا ادا کر دیا اب جو کوتاہی ہے ہماری ہی ہے۔ اللہ پاک ہمیں دنیا میں قرآن کریم کا حقیقی اتباع نصیب فرماویں۔ اور اس کی نافرمانی سے کامل طور پر بچاویں۔ قرآن پاک کے حقوق کی ادائیگی میں ہم سے جو قصور سرزد ہو چکے ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں اور آئندہ کے لئے اس کے احکام پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم صادق ہمارے قلوب میں عطا فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى

اوراس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کواس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جاوے پھر وہ اس سے روگردانی کرے اور جو کچھ اپنے ہاتھوں (گناہ) سمیٹ رہا ہے اس (کے نتیجہ) کو بھول جائے

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا

ہم نے اس (حق بات) کے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور (اس کے سننے سے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور (اسی وجہ سے) اگر آپ ان کو راہ راست کی طرف بلاویں

اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ

تو ایسی حالت میں ہرگز بھی راہ پر نہ آویں۔ اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنیوالا (اور) بڑا رحمت والا ہے اگر ان سے ان کے اعمال پر داروگیر کرنے لگتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کردیتا

لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

(مگر ایسا نہیں کرتا) بلکہ ان کے واسطے ایک معین وقت ہے (یعنی یوم قیامت) کہ اس سے اس طرف (یعنی پہلے) کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاسکتے۔ اور یہ بستیاں جب انہوں نے شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک

لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

کردیا، اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لئے وقت معین کیا تھا۔

وَمَنْ اورکون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنْ اس سے جو	ذُكِّرَ سمجھایا گیا	بِاٰيٰتِ آیتوں سے	رَبِّهٖ اس کا رب	فَاَعْرَضَ تو اس نے منہ پھیرلیا	عَنْهَا اس سے		
وَ اور	نَسِيَ وہ بھول گیا	مَا قَدَّمَتْ جو آگے بھیجا	يَدٰهُ اسکے دونوں ہاتھ	اِنَّا جَعَلْنَا بیشک ہم نے ڈال دیئے	عَلٰى قُلُوْبِهِمْ انکے دلوں پر	اَكِنَّةً پردے	اَنْ کہ		
يَفْقَهُوْهُ وہ اسے سمجھ سکیں	وَ اور	فِيْٓ میں	اٰذَانِهِمْ ان کے کان	وَقْرًا گرانی	وَاِنْ اور اگر	تَدْعُهُمْ تم انہیں بلاؤ	اِلَى طرف	الْهُدٰى ہدایت	فَلَنْ تو وہ ہرگز
يَّهْتَدُوْٓا نہ پائیں ہدایت	اِذًا جب بھی	اَبَدًا کبھی بھی	وَرَبُّكَ اور تمہارا رب	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	ذُو الرَّحْمَةِ رحمت والا	لَوْ اگر	يُؤَاخِذُهُمْ انکا مواخذہ کرے		
بِمَا كَسَبُوْا اس پر جو انہوں نے کیا	لَعَجَّلَ تو وہ جلد بھیج دے	لَهُمُ ان کیلئے	الْعَذَابَ عذاب	بَلْ بلکہ	لَهُمْ ان کیلئے	مَّوْعِدٌ ایک وقت مقرر			
لَنْ يَّجِدُوْا وہ ہرگز نہ پائیں گے	مِنْ دُوْنِهٖ اس سے ورے	مَوْئِلًا پناہ کی جگہ	وَ اور	تِلْكَ یہ	الْقُرٰٓى بستیاں	اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے انہیں ہلاک کردیا			
لَمَّا جب	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	وَجَعَلْنَا اور ہم نے مقرر کیا	لِمَهْلِكِهِمْ انکی تباہی کیلئے	مَّوْعِدًا ایک مقررہ وقت					

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں منکرین حق کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ قرآن نے تو طریق فہمائش میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ہر مناسب طرز سے پیام ہدایت سنایا مگر منکرین کی طبعی کٹ حجتی قبول حق سے مانع رہی۔ اب آگے ان آیات میں بھی منکرین حق کے متعلق مضمون جاری ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ فی الحقیقت اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جس کے سامنے اس کے پالنے والے کا کلام پڑھا جائے اور وہ اس کی طرف التفات تک نہ کرے۔ اس سے مانوس نہ ہو بلکہ منہ پھیر کر انکار کر جائے اور جو بدعملیاں اور سیاہ کاریاں یا تکذیب حق اور استہزاء و تمسخر کا جو ذخیرہ آگے بھیج رہا ہے اس کا کبھی بھول کر بھی خیال نہ لائے کہ اس کی سزا کیا ہے۔ ان منکرین کے جدال اور استہزاء بالحق کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور کانوں میں ڈاٹ ٹھک جاتی ہے۔ اب یہ نہ حق کو سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ پھر یہ حق کی طرف متوجہ ہوں تو

کیسے ہوں اور انجام کا خیال کریں تو کیسے کریں۔ ایسے بدبختوں کے راہ پر آنے کی کبھی توقع نہیں۔ کرتوت تو ان کے ایسے ہیں کہ عذاب پہنچنے میں ذرا تاخیر نہ ہو مگر حق تعالیٰ کا حلم و کرم فوراً تباہ کر ڈالنے سے مانع ہے۔ اپنی رحمت عامہ سے خاص حد تک اللہ تعالیٰ درگزر فرماتے ہیں اور سخت سے سخت مجرم کو موقع دیتے ہیں کہ چاہے تو اب بھی توبہ کر کے پچھلی خطائیں بخشوالے اور ایمان لا کر رحمت عظیمہ کا مستحق بن جائے۔ اگر وہ گنہ گاروں کو سزا فوراً ہی دے دیا کرتا تو پھر زمین پر کوئی باقی نہ بچتا۔ وہ لوگوں کے ظلم سے درگزر کرتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ پکڑے گا ہی نہیں۔ یہ تاخیر عذاب ایک وقت معین تک ہے جب وقت آ جائے گا سب بندھے چلے آئیں گے۔ مجال نہیں کوئی روپوش ہو سکے یا ادھر ادھر کہیں کھسک جائے۔ عاد و ثمود گذشتہ قوموں کی بستیاں جن کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔ دیکھ لو جب ظلم پر ڈٹے رہے تو کس طرح اپنے وقت معین پر تباہ و برباد کر دی گئیں۔ اسی طرح اے منکرین تم کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ وقت آنے پر عذاب الٰہی سے کہیں پناہ نہ ملے گی۔ پس جو تاخیر وقت کے نہ آنے کے سبب ہو رہی ہے اس سے ان کو دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔

مفسرین نے یہاں صراحت کی ہے کہ ان آیات میں کفار مکہ کو نزول عذاب کی دھمکی ہے اور اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ تمہاری سرکشی ایک دن رنگ لائے گی۔ تمہاری بربادی کا وقت مقرر ہے۔ تاخیر سے دھوکہ نہ کھانا اور یہ نہ سمجھنا کہ اگر عذاب آنے والا ہوتا تو اب تک کیوں نہ آیا۔ اگر تاخیر عذاب کے متعلق کسی کو وسوسہ ہو تو یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال ایسے پر اسرار اور غامض ہوتے ہیں جن کی حکمت تک عوام تو عوام خواص کے فہم کی بھی رسائی نہیں ہوتی چنانچہ اس کے ثبوت کے لئے ایک قصہ موسیٰؑ کا بیان کیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی معمولی باتوں میں وہ اسرار اور راز ہوتے ہیں کہ جن کے سمجھنے سے موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی فہم بھی عاجز ہوتی ہے (حل القرآن) چنانچہ اگلی آیات سے موسیٰ علیہ السلام کے اس قصہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے۔ جس کا بیان مسلسل دو رکوع میں ہوتا چلا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت عامہ و خاصہ کے طفیل سے ہمارے گذشتہ گناہوں اور خطاؤں سے درگزر فرماویں اور ہر حال میں ہم کو اپنی حالت پر توبہ و استغفار کی توفیق عطا فرماویں اور ہماری تقصیرات پر ہماری گرفت نہ فرماویں۔

یا اللہ آپ کے جو احکام اور نصیحتیں ہم تک پہنچیں ان پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ یا اللہ آپ کے احکام سے روگردانی جو خالص کافرانہ خصلت ہے اس سے امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچا لیجئے اور گذشتہ زندگی میں جو اس میں کوتاہی ہوئی ہے اس پر توبہ کی توفیق عطا فرما دیجئے اور اپنی شان مغفرت و رحمت سے ہماری تقصیرات سے درگزر فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۝۶۰

اور وہ وقت یاد کرو جب کہ موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں (اس سفر میں) برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	مُوْسٰى موسیٰ	لِفَتٰىهُ اپنے جوان سے	لَآ اَبْرَحُ میں نہ ہٹوں گا	حَتّٰى یہاں تک	اَبْلُغَ میں پہنچ جاؤں
	مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ	اَوْ یا	اَمْضِيَ چلتا رہوں گا	حُقُبًا مدتِ دراز		

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں منکرین ومشرکین مکہ کو تنبیہ کی گئی تھی کہ تمہاری سرکشی ایک دن ضرور رنگ لائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت عامہ کے سبب عذاب کو ٹال رہا ہے مگر جب وقت آجائے گا تو پھر بچ نہیں سکتے۔ تاخیر عذاب کی حکمت تو وہ حق تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔ ان کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہے اور ان کے ہر کام میں ایسے راز اور اسرار پوشیدہ ہیں کہ جن کی حکمت تک عوام کی تو کیا خواص کے فہم کی بھی رسائی نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس امر کی تائید میں ایک قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان کیا جاتا ہے جس میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں وہ اسرار ہوتے ہیں جن کے سمجھنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی فہم بھی عاجز رہی۔ تفصیل اس قصہ کی احادیث میں اس طرح آئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو نہایت موثر اور بیش بہا نصیحتیں فرما رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ اس وقت آدمیوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے جواب میں آپ کے منہ سے نکلا کہ میں سب سے زیادہ علم والا ہوں۔ یہ جواب واقع میں صحیح بھی تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت کے اولوالعزم پیغمبر تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کے زمانہ میں علوم شرعیہ کا علم ان سے زیادہ کس کو ہوسکتا تھا لیکن حق تعالیٰ کو ان کے یہ الفاظ پسند نہ آئے۔ گو مراد صحیح تھی تاہم عنوان جواب کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے کہ روئے زمین پر آپ اپنے کو اعلم الناس خیال کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ کو احتیاط فی الکلام کی تعلیم دیجائے کہ اس سوال کے جواب کو علم الٰہی کے سپرد کرنا چاہئے تھا۔ غرض کہ ارشاد الٰہی ہوا کہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین میں بعض امور میں تم سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ مجھے ان کا پورا پتہ ونشان بتایا جائے تاکہ میں وہاں جاکر کچھ علمی استفادہ کروں۔ حکم ہوا کہ اس بندہ کی تلاش میں نکلو تو ایک مچھلی تل کر ساتھ رکھ لو۔ جہاں وہ مچھلی گم ہوجائے اور تم سے چھوٹ کر علیحدہ ہوجائے اسی جگہ کے قریب سمجھنا کہ وہ بندہ موجود ہے۔ گویا مجمع البحرین سے جو ایک وسیع قطعہ مراد ہوسکتا تھا اس کی پوری تعیین کے لئے یہ علامت مقرر فرما دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق ایک نمکین تلی ہوئی مچھلی توشہ دان میں رکھ کر اپنے خادم خاص حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر سفر شروع کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے خادم خاص اور رفیق حضرت یوشع سے فرمایا کہ مجھ کو مجمع البحرین پر جانا ہے جب تک وہاں نہ پہنچ جاؤں سفر ختم نہ کروں گا چاہے وہاں پہنچنے میں کتنی ہی مدت لگ جائے۔

محقق مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت سے سفر کے بعض آداب اور پیغمبرانہ عزم کا ایک نمونہ ظاہر ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے خادم ورفیق سفر سے اپنے سفر کا رخ اور منزل مقصود بتلایا جس سے معلوم ہوا کہ سفر کی ضروری باتوں سے اپنے رفیق اور خادم کو بھی باخبر کردینا چاہئے۔ متکبرین کی تو یہ عادت ہوتی ہے کہ اپنے خادموں اور نوکروں کو نہ قابل خطاب سمجھتے ہیں نہ اپنے سفر کے متعلق ان کو کچھ بتاتے ہیں اور پیغمبرانہ عزم کا اظہار اس طرح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق کو یہ

بتلا کر کہ مجھے مجمع البحرین کی اس جگہ پر پہنچنا ہے جہاں کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے یہ عزم ظاہر فرمایا کہ کتنا ہی زمانہ کیوں نہ سفر میں گزر جائے جب تک اس منزل مقصود پر نہ پہنچوں گا سفر برابر جاری رہے گا (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

نیز اس قصہ کی تفصیل جو احادیث سے معلوم ہوتی ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس کو سب چیزیں معلوم ہوں اور وہ تمام اخبار وقصص کا عالم ہو۔ بلکہ نبوت کے لئے وحی اور علوم ہدایت کی معرفت ضروری ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام باوجود کلیم اللہ ہونے کے ان بعض علوم سے واقف نہ تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو عطا کئے تھے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے سفر کیا تا کہ ان سے وہ علوم حاصل کریں جو اللہ تعالیٰ نے خاص حضرت خضر علیہ السلام کو عطا کئے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ نبی اور رسول کے لئے تمام علوم کا عالم ہونا اور تمام واقعات وحالات اور قصص سے باخبر ہونا اور ہر قسم کے علم سے واقف ہونا ضروری نہیں البتہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان علوم ہدایت سے پورا باخبر ہو جن کو رضائے خداوندی اور قرب خداوندی اور امت کی اصلاح اور تربیت میں دخل ہو اور اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو جو علم دیا تھا وہ اس قسم کا نہ تھا۔ بلکہ وہ دوسری قسم کا تھا۔ اس قسم کے علوم میں خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر تھے مگر عند اللہ افضلیت اور تقرب کا دارومدار علوم ہدایت اور علوم شریعت پر ہے۔ ان علوم میں موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت میں بے شک سب سے اعلیٰ اور افضل تھے اور سب سے بالا و برتر تھے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

یہاں آیت میں مجمع البحرین یعنی دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ جس کو اردو زبان میں سنگم کہتے ہیں یا دو سمندروں کے ملاپ کی جگہ سے کونسی جگہ مراد ہے تو اس مقام کا تعین جزم و یقین کے ساتھ مشکل ہے۔ اسی لئے مفسرین اور ارباب سیرت سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ یہ سفر اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دوران قیام مصر میں پیش آیا تھا تو دریائے نیل کی دونوں شاخوں کی جگہ مراد ہو سکتی ہے اور اگر یہ سفر مصر سے نکلنے کے بعد جزیرۂ نما سینا کے دوران قیام میں پیش آیا تو عجب نہیں کہ بحر قلزم کے دو شاخہ کے اتصال کی جگہ مراد ہو یعنی خلیج عقبہ یا خلیج سوئز۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مقام وہ ہے جو آج کل عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔ بہر حال کوئی قول قول فیصل کی حیثیت نہیں رکھتا۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جن بزرگ عالم سے مجمع البحرین پر ملاقات کا ذکر ہے ان کا نام نہیں بتایا گیا۔ احادیث کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خضر علیہ السلام تھے اور جملہ محققین کا یہی قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام کا سلسلہ نسب اور آپ نبی تھے یا ولی اور آیا آپ اب زندہ ہیں یا وفات پا گئے اس کے متعلق ان شاء اللہ اگلی آیات کے سلسلہ میں تفصیلی بیان ہوگا۔

دعا کیجئے: ان قرآنی قصص سے جو حقیقی مقصود و مطلوب ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے دلوں میں جانشین فرمائیں اور ہم کو قرآن پاک کی جملہ نصیحتوں اور احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقبول ومحبوب اولیاء اللہ کی ملاقات و زیارت کا ہم کو بھی ذوق وشوق نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم اپنی زبان سے وہی الفاظ وکلمات نکالیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں ہماری مدد فرمائیں۔ یا اللہ آپ کے راز اور اسرار اور آپ کی حکمتیں کس کی سمجھ میں آسکتی ہیں ہم کو ہر حال میں آپ کے ساتھ حسن ظن رکھنا نصیب ہو اور آپ کی حکمتوں پر دل وجان سے راضی رہنا نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ

پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے اُس اپنی مچھلی کو بھول گئے۔ اور مچھلی نے اپنی راہ لی اور چل دی۔ پھر جب دونوں (وہاں سے)

لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ

آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر میں بڑی تکلیف پہنچی۔ خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے جب ہم اُس پتھر کے قریب ٹھیرے تھے

نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ

سو میں اُس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا اور (وہ قصہ یہ ہوا کہ) اُس مچھلی نے (زندہ ہونے کے بعد) دریا میں عجیب طور

ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً

پر اپنی راہ لی۔ موسیٰ نے (یہ سُن کر) فرمایا یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے اُلٹے لوٹے۔ سو (وہاں پہنچ کر انہوں نے ہمارے بندوں

مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾

میں سے ایک بندہ کو پایا جن کو ہم نے اپنی خالص رحمت دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا۔

فَلَمَّا پھر جب	بَلَغَا وہ دونوں پہنچے	مَجْمَعَ ملنے کا مقام	بَيْنِهِمَا دونوں کے درمیان	نَسِيَا وہ بھول گئے	حُوتَهُمَا اپنی مچھلی	فَاتَّخَذَ تو اس نے بنالیا	
سَبِيلَهُ اپنا راستہ	فِي الْبَحْرِ دریا میں	سَرَبًا سُرنگ کی طرح	فَلَمَّا پھر جب	جَاوَزَا وہ آگے چلے	قَالَ اس نے کہا	لِفَتٰىهُ اپنے شاگرد کو	
اٰتِنَا ہمارے پاس لاؤ	غَدَآءَنَا ہمارا صبح کا کھانا	لَقَدْ لَقِيْنَا البتہ ہم نے پائی	مِنْ سے	سَفَرِنَا اپنا سفر	هٰذَا اس	نَصَبًا تکلیف	قَالَ اس نے کہا
اَرَءَيْتَ کیا آپ نے دیکھا؟	اِذْ جب	اَوَيْنَآ ہم ٹھہرے	اِلَى طرف	الصَّخْرَةِ پتھر	فَاِنِّيْ تو بیشک میں	نَسِيْتُ بھول گیا	الْحُوْتَ مچھلی	وَ اور
مَآ اَنْسٰنِيْهُ نہیں بھلایا مجھے	اِلَّا مگر	الشَّيْطٰنُ شیطان	اَنْ اَذْكُرَهٗ کہ میں اسکا ذکر کروں	وَاتَّخَذَ اور اس نے بنالیا	سَبِيْلَهٗ اپنا راستہ		
فِي الْبَحْرِ دریا میں	عَجَبًا عجیب طرح	قَالَ اس نے کہا	ذٰلِكَ یہ	مَا كُنَّا نَبْغِ جو ہم چاہتے تھے	فَارْتَدَّا پھر وہ دونوں لوٹے	عَلٰى پر	
اٰثَارِهِمَا اپنے نشاناتِ	قَصَصًا دیکھتے ہوئے	فَوَجَدَا پھر دونوں نے پایا	عَبْدًا ایک بندہ	مِّنْ سے	عِبَادِنَآ ہمارے بندے	اٰتَيْنٰهُ ہم نے دی اسے	
رَحْمَةً رحمت	مِّنْ سے	عِنْدِنَا اپنے پاس	وَ اور	عَلَّمْنٰهُ ہم نے علم دیا اسے	مِنْ لَّدُنَّا اپنے پاس سے	عِلْمًا علم	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ کی ابتدا اس طرح فرمائی گئی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا شوق حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا بارگاہ خداوندی میں ظاہر فرمایا تو مجمع البحرین کا پتہ بتایا گیا اور اس خاص جگہ کی نشان جہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہونی تھی۔ یہ بتلائی گئی کہ ایک تلی ہوئی مچھلی ناشتہ میں ساتھ لے لو جہاں یہ مچھلی زندہ ہو کر غائب ہو جائے وہیں ان سے (یعنی حضرت خضرؑ سے ملاقات ہو گی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر اس سفر پر روانہ ہو گئے۔ اب آگے واقعہ یہ ہوا کہ یہ دونوں حضرات دن رات چلتے رہے اور اخیر رات میں مجمع البحرین پر پہنچ گئے اور ایک بڑے پتھر کے پاس دونوں حضرات سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت یوشع جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ

تھے بیدار ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ تلی ہوئی مچھلی باذن اللہ زندہ ہو کر جھولی سے نکل پڑی اور عجیب طریقہ سے پاس پانی میں ایک سرنگ سی بناتی ہوئی چلی گئی۔ حضرت یوشع کو دیکھ کر تعجب ہوا اور چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوں تو ان سے کہوں۔ جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو دونوں حضرات آگے چل کھڑے ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفیق سفر حضرت یوشع نہ معلوم کن خیالات میں پڑ کر مچھلی کا زندہ ہو کر پانی میں چلا جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنا بھول گئے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ مچھلی ہے یا نہیں اور جلدی سے آگے چل دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو مجمع البحرین کا پتہ بتلا دیا تھا اور حضرت خضر کے ملنے کی خاص جگہ کی نشانی بھی بتلا دی تھی کہ مچھلی جس جگہ گم ہو جائے وہیں ملیں گے۔ تو جب تک یہاں پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام کو سفر کی تکان اور ماندگی کچھ بھی معلوم نہیں ہوئی تھی لیکن یہاں سے آگے کو چلتے چلتے جب دوپہر ہو گئی تو موسیٰ علیہ السلام تھک گئے اور حضرت یوشع سے کہا کہ لاؤ کسی جگہ بیٹھ کر کھانا کھالیں۔ ہم کو تو سفر سے بہت تکان ہو گئی۔ اس وقت رفیق سفر حضرت یوشع کو یاد آیا اور کہنے لگے کہ مچھلی تو وہیں زندہ ہو کر پانی میں کود گئی تھی جس جگہ آپ ٹھہر کر سو گئے تھے لیکن آپ سے خبر کرنا بھول گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ تو بڑی غلطی ہوئی۔ ہمیں تو اسی جگہ جانا مقصود تھا۔ فضول اتنی دور آگے آکر حیران ہوئے۔ چونکہ ایسے ویران بیابان میں سفر کر رہے تھے جس میں نہ کوئی راستہ تھا اور نہ کوئی علامت و نشان اس لئے جس طرف سے آئے تھے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے ہوئے اسی طرف کو لوٹے۔ اب یہاں اصل مضمون سے ہٹ کر ایک بات یہ غور کیجئے کہ اگر انبیاء علیہم السلام غیب داں ہوتے جیسا کہ ایک فرقہ کا دعویٰ ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں جا چکی ہے اور آپ خادم سے اس کے سامنے لانے کو نہ کہتے اور نہ ہی بے خبری کی حالت میں اپنی

منزل مقصود سے آگے نکل جاتے۔ تو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام جو تمام انبیائے بنی اسرائیل سے افضل تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلیم اللہ کے لقب سے سرفراز ہوئے عالم الغیب وہ بھی نہ تھے یہ صفت یعنی کلی و تفصیلی غیب و شہادت کا علم خاصہ خداوندی ہی ہے۔ غرض جب اسی جگہ پر واپس پہنچے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سو کر آرام فرمایا تھا تو حضرت یوشع نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ جگہ دکھلائی جہاں مچھلی پانی میں زندہ ہو کر کود گئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو یہی جگہ ملاقات کے لئے بتلائی گئی ہے۔ یہاں آس پاس کہیں نہ کہیں وہ یعنی حضرت خضر ضرور ہوں گے۔ یہ کہہ کر موسیٰ علیہ السلام نے ادھر ادھر تلاش کرنا شروع کیا اور ایک بلند پتھر پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر دوڑائی تو ایک شخص کو لیٹا ہوا دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ خضر علیہ السلام زمین پر چھوٹا سا سبز بچھونا بچھائے ہوئے ایک کمبل اوڑھے ہوئے لیٹے ہیں۔ اور پاس ہی ایک عصا یعنی لاٹھی ہے۔ قریب کھڑے ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''السلام علیکم'' خضر علیہ السلام نے کمبل سے منہ کھول کر سلام کا جواب دیا اور تعجب سے کہا کہ اس سرزمین پر سلام کرنے والا کون آ گیا۔ اس کے بعد خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کون؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ کون سے موسیٰ۔ کیا بنی اسرائیل والے موسیٰ یعنی بنی اسرائیل کے مشہور نبی۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہاں وہی موسیٰ ہوں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ خضر علیہ السلام نے سلام کے جواب میں کہا وعلیکم السلام یا موسیٰ۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ میں موسیٰ ہوں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے تم کو میرا پتہ و نشان بتلایا اسی نے مجھ کو یہ بتلا دیا کہ تم موسیٰ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ حضرت خضر علیہ السلام کے اعلیٰ قدر و منزلت سے واقف تھے اس لئے باوجود اپنی عظمت و فضیلت کے نہایت ہی

ادب اور تعظیم سے ان سے معاملہ فرماتے ہیں۔
یہاں آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جن بزرگ عالم سے ملاقات کا ذکر ہے ان کا نام نہیں بتایا گیا ہے۔ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔ قرآن کریم میں یہاں ان کا تذکرہ عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَآ کہہ کر فرمایا کہ انہوں نے یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفیق سفر نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور پر کا علم سکھلایا تھا۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے اس خاص بندہ (جن سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں) کے دو وصف بیان کئے ہیں۔ اول اٰتَیۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا یعنی ہم نے ان کو اپنی خاص رحمت اور خاص عنایت سے سرفراز کیا تھا۔ دوسرا وصف فرمایا وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص علم عطا کیا تھا یعنی ہم نے ان کو پاس سے ایک باطنی علم سکھایا تھا۔ وہ علم ہمارے ساتھ خاص ہے جو ہمارے بغیر سکھائے و بتائے کوئی اس علم کو نہیں جان سکتا۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں جس میں اسباب ظاہری کا دخل اور واسطہ نہ ہو اور عالم غیب سے براہ راست علم اس کے قلب میں داخل ہو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو اسرار غیبی اور باطنی حکمتوں اور مصلحتوں کا علم عطا فرمایا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو احکام شریعت و ہدایت کا علم عطا فرمایا تھا۔ بہرحال اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضرت خضر خداوند تعالیٰ کے ایک نہایت برگزیدہ اور مقبول بندے اور مخصوص عباد صالحین میں سے ہیں۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ آپ صرف ولی تھے یا نبی۔

اس سلسلہ میں بہترین قول حضرت ابن عباسؓ کا ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے ان کی نبوت یا ولایت کے معاملہ کو مبہم رکھا ہے اسی طرح ہم کو خاموش رہنا چاہئے۔ خضر آپ کا نام نہیں لقب ہے۔ خضر کے معنیٰ سبز کے ہیں اور اس لقب کی وجہ جو عام مفسرین نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ جس جگہ بیٹھ جاتے تو کیسی ہی زمین ہو وہاں گھاس اگ جاتی تھی۔

بزرگان دین و صلحائے امت کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات و زیارت کرنے کے قصے اور روایات نہایت کثرت سے منقول ہیں اور عام بندگان خدا پر ظاہر ہونے اور مصائب میں امداد کرنے کی حکایتیں بھی بے شمار ہیں۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب خضر حیات میں وہ روایات بیان کی ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین کے زمانہ میں حضرت خضرؑ کا موجود ہونا یا ان سے ملاقات ہونا ثابت ہے۔ کتاب کے اخیر میں مولانا لکھتے ہیں کہ باوجود اس طویل عمر اور طول بقا کے ایک روز حضرت خضر بھی جام فنا اور شربت مرگ نوش کر کے تمام دنیا کی طرح فنا ہو جائیں گے۔

كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ

غرض کہ موسیٰ علیہ السلام نے سلام کے بعد حضرت خضر علیہ السلام سے گفتگو اپنے مقصد سفر کے متعلق شروع کی اور اس کا کیا جواب خضرؑ نے دیا اور ان دونوں حضرات میں کیا گفتگو ہوئی یہ ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مقبولین سے وابستگی نصیب فرمائیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ آپ نے جو زندگی ہمیں عطا فرمائی ہے اس میں اپنی مرضیات کے عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ

موسیٰ نے اُن سے فرمایا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط سے کہ جو علم مفید آپکو (منجانب اللہ) سکھلایا گیا ہے اسمیں سے آپ مجھکو بھی سکھلا دیں۔ ان بزرگ نے جواب دیا

مَعِیَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا

آپ سے میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا۔ اور ایسے امور پر آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے احاطۂ واقفیت سے باہر ہیں۔ موسیٰ نے فرمایا ان شاء اللہ آپ مجھ کو صابر پاویں گے

وَّلَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾

اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اتنا خیال رہے کہ مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ اسکے متعلق

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ

میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کر دوں۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو ان بزرگ نے اس کشتی میں چھید کر دیا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس کشتی میں اسلئے

شَيْئًا اِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِيْتُ وَ

چھید کیا ہوگا کہ اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں آپ نے بڑی بھاری بات کی۔ ان بزرگ نے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے

لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿٧٣﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا

اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک (کمسن) لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے آپ نے

زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾

ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا بے بدلے کسی جان کے۔ بیشک آپ نے بڑی بے جا حرکت کی۔

لفظی ترجمہ: قَالَ (کہا) لَهٗ (اسکو) مُوْسٰی (موسیٰ) هَلْ (کیا)
اَتَّبِعُكَ (میں تمہارے ساتھ چلوں) عَلٰی (پر) اَنْ (کہ) تُعَلِّمَنِ (تم سکھادو مجھے)
مِمَّا (اس سے جو) عُلِّمْتَ (تمہیں سکھایا گیا ہے) رُشْدًا (بھلی راہ) قَالَ
(اس نے کہا) اِنَّكَ (بیشک تو) لَنْ تَسْتَطِيْعَ (ہرگز نہ کر سکے گا تو) مَعِیَ
(میرے ساتھ) صَبْرًا (صبر) وَكَيْفَ (اور کیسے) تَصْبِرُ (تو صبر کرے گا)
عَلٰی (اس پر) مَا (جو) لَمْ تُحِطْ بِهٖ (تو نے احاطہ نہیں کیا اسکا) خُبْرًا (واقفیت سے)
قَالَ (اس نے کہا) سَتَجِدُنِیْ (تم مجھے پاؤ گے جلد) اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (اگر چاہا اللہ نے)
صَابِرًا (صبر کرنیوالا) وَلَاۤ اَعْصِیْ (اور میں نافرمانی نہ کروں گا) لَكَ (تمہارے)
اَمْرًا (کسی بات) قَالَ (اس نے کہا) فَاِنِ (پس اگر) اتَّبَعْتَنِیْ
(تجھے میرے ساتھ چلنا ہے) فَلَا تَسْئَلْنِیْ (تو مجھ سے نہ پوچھنا) عَنْ (سے)
شَیْءٍ (کسی چیز) حَتّٰی (یہانتک کہ) اُحْدِثَ (میں بیان کروں) لَكَ (تجھ سے)
مِنْهُ (اس کا) ذِكْرًا (ذکر) فَانْطَلَقَا (پھر وہ دونوں چلے) حَتّٰی (یہاں تک کہ)
اِذَا (جب) رَكِبَا (وہ دونوں سوار ہوئے) فِی السَّفِيْنَةِ (کشتی میں) خَرَقَهَا
(اس نے سوراخ کردیا اس میں) قَالَ (اس نے کہا) اَخَرَقْتَهَا
(تم نے اس میں سوراخ کردیا) لِتُغْرِقَ (کہ تم غرق کردو) اَهْلَهَا (اس کے سوار)
لَقَدْ جِئْتَ (البتہ تو لایا) شَيْئًا (ایک بات) اِمْرًا (بھاری) قَالَ (اس نے کہا)
اَلَمْ اَقُلْ (کیا میں نے نہیں کہا) اِنَّكَ (بیشک تو) لَنْ تَسْتَطِيْعَ (ہرگز نہ کر سکے گا تو)
مَعِیَ (میرے ساتھ) صَبْرًا (صبر) قَالَ (اس نے کہا) لَا تُؤَاخِذْنِیْ

(آپ میرا مواخذہ نہ کریں) بِمَا (اس پر جو) نَسِيْتُ (میں بھول گیا)

وَلَا تُرْهِقْنِىْ (اور مجھ پر نہ ڈالیں) مِنْ (سے) اَمْرِىْ (میرا معاملہ)

عُسْرًا (مشکل) فَانْطَلَقَا (پھر وہ دونوں چلے) حَتّٰى (یہاں تک کہ) اِذَا

(جب) لَقِيَا (وہ ملے) غُلٰمًا (ایک لڑکا) فَقَتَلَهٗ (تو اس نے اس کو قتل کردیا)

قَالَ (اس نے کہا) اَقَتَلْتَ (کیا تم نے قتل کردیا) نَفْسًا (ایک جان)

زَكِيَّةً (پاک) بِغَيْرِ (بغیر) نَفْسٍ (جان) لَقَدْ جِئْتَ (البتہ تم آئے)

(تم نے کہا) شَيْئًا (ایک کام) نُكْرًا (ناپسندیدہ)

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں یہاں تک بیان ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی خضر علیہ السلام سے ملاقات اور سلام دعا ہوئی۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ کیا میں چند روز آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھ کو علم وحکمت کی وہ پوشیدہ باتیں تعلیم فرمائیں جو آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے تعلیم کی گئی ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو تکوینی رموز واسرار کا وہ علم عطا کیا ہے جو آپ کو نہیں دیا گیا اور اس نے آپ کو تشریعی علوم کا جو علم عطا فرمایا ہے وہ مجھ کو عطا نہیں ہوا۔ حضرت خضر علیہ السلام چونکہ اپنے علم وکمال کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کام شریعت خداوندی کی پابندی کرانا اور ظاہر شریعت اور احکام خداوندی کے خلاف کرنے والوں کو سختی سے روکنا ہے۔ اگر کوئی ذرا سی بات ظاہری احکام شریعت کے خلاف دیکھ پاویں گے تو برداشت نہ کرسکیں گے اور حقیقت حال معلوم ہونے سے پہلے رنجیدہ خاطر ہوں گے اس لئے پہلے ہی اشارۃً مطلع کردیا کہ بعض امور خلاف طبع اور ناگوار خاطر پیش آئیں گے اور فرمایا کہ ساتھ رہنے اور علم حاصل کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن آپ میرے ان افعال کو دیکھ کر جو مخفی حکمتوں پر مبنی ہوں گے اپنے قواعد اور احکام ظاہری کے خلاف سمجھ کو بتقاضائے شان نبوت صبر نہ کرسکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چونکہ آپ سے علوم کو حاصل کرنا مقصود ہے اور امر خداوندی یہی ہے اس لئے میں ایسے امور پر صبر کروں گا خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ جن باتوں کا علم آپ کو عطا نہیں کیا گیا اور ان کی حقیقت آپ پر منکشف نہیں کی گئی آپ ان پر صبر کر ہی نہیں سکتے۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام تمام امور میں ارادہ وتقدیر خداوندی کے دخل کو پوری طرح سمجھتے ہیں اور اپنے اختیار اور ارادہ کو بہت ہی ہیچ اور بے اعتبار جانتے ہیں اس لئے اپنے اوپر کوئی اعتماد و بھروسہ نہ کرکے ہر ایک کام کو اسی مالک الملک کے حوالہ کرتے ہیں اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر خدا نے چاہا تو میں ضرور صبر کروں گا اور آپ کی رائے کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے جب سمجھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کسی طرح چھوڑنے والے نہیں ضرور ساتھ ہوں گے اور موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ بھی کرلیا کہ ہر کام میں آپ کی اطاعت کریں گے تب فرمایا کہ اچھا آپ میرے ساتھ چلیں لیکن شرط یہ ہے کہ اس سفر میں میرے بعض قول وفعل اگر آپ کو ناگوار اور عجیب معلوم ہوں اور ان کی حقیقت آپ نہ سمجھ سکیں تو آپ اس کے متعلق کچھ دریافت نہ کریں اور نہ کوئی اعتراض کریں۔ جب تک کہ میں خود ہی اس کی تشریح نہ کردوں اور سبب وحکمت نہ بتلادوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ وہ خاص پوشیدہ علوم حاصل کرنے کا نہایت ہی شوق تھا جو ان کو معلوم نہ تھے اور ان کی تحصیل کو خدا تعالیٰ کا حکم سمجھتے تھے اور علاوہ خضر علیہ السلام کی نبوت وفضیلت بہ لحاظ استاذی بھی ان کا ادب فرماتے تھے لہٰذا یہ شرط بھی قبول کی اور حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر سفر حضرت خضر علیہ السلام کی ہمراہی میں شروع کیا۔ دریا یا سمندر کے کنارے

کنارے جا رہے تھے کہ ایک کشتی نظر پڑی جو کنارے سے دور نکل گئی تھی۔ خضر علیہ السلام نے کشتی والوں کو آواز دی۔ یہ کشتی چلانے والے چند غریب ملاح تھے جو کشتی کے کرایہ پر گزر کر کے نہایت عسرت سے بسر کرتے تھے۔ آواز سن کر ملاح کشتی کنارہ پر لائے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم تینوں کو سوار کر لو جو کرایہ فی آدمی پہلے مسافروں سے لیا ہے ہم تینوں اس کا دگنا کرایہ ادا کر دیں گے۔ کشتی والے مسافروں نے کہا کہ یہ بالکل اجنبی آدمی ہیں اور ایک غیر آباد خوفناک جگہ سے سوار ہوتے ہیں۔ نہ کچھ اسباب ساتھ ہے نہ توشہ ایسا نہ ہو کہ چور قزاق ہوں اور کچھ نہ کچھ فریب کر کے ہم کو کسی مصیبت میں مبتلا کریں۔ لیکن ملاح نے ان کی بات نہ مانی اور کہا کہ ان کی مقدس صورتوں پر تو نور برستا ہے۔ کسی فساد کا اندیشہ نہیں ہوسکتا ان کو ضرور سوار کروں گا اور تینوں کو سوار کر لیا بعد میں ملاح اور مسافروں میں سے بعض آدمیوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور لوگوں سے بھی کہہ دیا کہ یہ تو خضر ہیں۔ تمام لوگ ان کا نام سن کر خوش ہو گئے کہ سبحان اللہ! خدا کے ایک مقبول بندے ہمارے ساتھ ہو گئے۔ ملاحوں نے ان کو قابل تعظیم اور متبرک سمجھ کر کرایہ بھی نہ لیا اور تینوں حضرات کو مفت سوار رکھا۔ کشتی کے بادبان پر ایک چڑیا آ بیٹھی اور نیچے اتر کر دریا یا سمندر میں سے ایک دو قطرے پانی پی لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے اپنی عنایت سے تم کو اور مجھ کو بہت سے قابل قدر اور عظیم الشان علم عطا فرمائے ہیں لیکن ہمارے علم کی حقیقت خدا تعالیٰ کے علم کے سامنے اتنی ہی ہے جیسے اس جانور کی چونچ میں لگے ہوئے پانی کو سمندر سے نسبت ہے۔ کشتی چلتے چلتے ایک بادشاہ کی سلطنت کے سرحد کے قریب پہنچی تو خضر علیہ السلام نے بسولہ لے کر کشتی والوں سے نظر بچا کر کشتی میں سے ایک تختہ توڑ ڈالا۔ خضر علیہ السلام نے یہ کام ایسی جلدی سے کیا کہ کسی نے دیکھا بھی نہیں ورنہ خضر علیہ السلام کو ضرور روکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ کارروائی دیکھی تو للّٰہی جوش بھڑک اٹھا جو ان کے اندر خدا تعالیٰ کی طرف سے امانت رکھا گیا تھا اور وہ بالکل بھول گئے کہ خضر علیہ السلام سے کیا وعدہ کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضرؑ سے کہا کہ آپ نے یہ کیا غضب کر دیا۔ کیا اتنے لوگوں کے غرق کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر آپ ان کو ڈبوتے ہیں تو خود ان سے پہلے ہلاک ہوں گے۔ ان غریب ملاحوں نے آپ کے ساتھ یہ احسان کیا کہ اجرت بھی نہ لی اور بڑی تعظیم سے مفت سوار کر لیا۔ آپ نے ان سے یہ سلوک کیا کہ ان کی کشتی جو ان کے معاش اور گزارہ کی صورت تھی توڑ کر ان کو ہلاک کرنے اور ڈبونے کا بھی سامان کر دیا۔ حضرت یوشع رفیق سفر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آہستہ سے کہا کہ آپ کو اپنا عہد و پیمان یاد نہیں رہا۔ اور خضر علیہ السلام نے پاس آ کر فرمایا کہ میں نے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ہمراہ رہ کر صبر نہ کر سکیں گے۔ اب موسیٰ علیہ السلام کا جوش ٹھنڈا ہوا اور وعدے کو یاد کر کے اور خضر علیہ السلام کی شکایت کو سن کر خاموش ہوئے اور حضرت خضر علیہ السلام سے عذر کیا کہ مجھ سے بھول کر یہ غلطی ہو گئی۔ معاف کیجئے۔ چونکہ اول ہی مرتبہ کا اعتراض تھا اور خضر علیہ السلام بھی واقف تھے کہ نسیان سے ایسا ہوا ہے۔ لہذا خضر علیہ السلام نے درگزر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ رکھا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے معذرت فرمائی کہ مجھ سے بھول سے غلطی ہو گئی معاف کیجئے اور چونکہ اول ہی مرتبہ کا اعتراض تھا اور خضر علیہ السلام بھی واقف تھے کہ بھول سے ایسا ہوا ہے اس لئے خضر علیہ السلام نے درگذر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی ہمراہی میں سفر جاری رہا۔ لکھا ہے کہ کشتی نے ابھی تھوڑی ہی مسافت آگے کو طے کی تھی کہ

ملک رُوم کے بادشاہ کی ایک بندرگاہ آ گئی۔ یہ ظالم بادشاہ یہاں سے گذرنے والی کشتیوں کو جبراً پکڑ کر چھین لیتا تھا جس سے کشتی کے مالک اور مسافر ناگہاں مصیبت میں مبتلا ہو کر پریشان ہوتے تھے بندرگاہ پر کشتی پہنچتے ہی بادشاہ کے ملازم اور سپاہی آ چڑھے کہ مسافروں کو اتار دیں اور کشتی پر قبضہ کر لیں۔ لیکن ٹوٹی ہوئی دیکھ کر اور بیکار سمجھ کر چھوڑ گئے۔ خضر علیہ السلام نے ملاح سے کہدیا کہ ہم نے تمہاری کشتی اسی ظالم کے ہاتھ سے بچانے کیلئے توڑ کر عیب دار کر دی تھی اب ہم اس کو درست کر دیں گے۔ کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کا بہت شکر ادا کیا اور بڑی دعائیں دیں کہ آپ نے بڑی مصیبت اور نقصان سے بچایا وہاں سے تھوڑی دور آگے چلنے کے بعد خضر علیہ السلام نے اُسی تختہ کو اپنی جگہ پر لگا کر درست کر دیا اور اہل کشتی دعائیں دیتے ہوئے اور خضر علیہ السلام کی جدائی پر افسوس کرتے ہوئے چھوڑ کر اُن سے رخصت ہو گئے، کشتی سے اترنے کے بعد دو واقعات اِن آیات زیر تفسیر میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہ حضرات کشتی سے اترنے کے بعد پیادہ چلتے ہوئے ایک بستی کے قریب پہنچے وہاں ایک جگہ چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ خضر علیہ السلام نے اُن میں سے ایک خوبصورت ہنستے کھیلتے ہوئے نوعمر نابالغ لڑکے کو پکڑ کر بلا تامل زمین پر لٹا دیا اور چاقو سے ذبح کر کے سر کو گردن سے جدا کر کے ڈال دیا۔ موسیٰ علیہ السلام میں شان نبوت اور نہی عن المنکر کا ظہور اور غلبہ تھا وہ اس واقعہ کو دیکھ کر جو بظاہر کشتی کے واقعہ سے بھی سخت ظلم تھا کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ فوراً گھبرا کر حضرت خضر علیہ السلام سے کہنے لگے کہ آپ نے یہ کیا ظلم کیا۔ بلا قصور ایک ایسی جان کا خون کر دیا جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یہ تو آپ نے بڑی بے جا حرکت کی۔ اِس وعدہ خلافی کو دیکھ کر خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آپ سے اُسی وقت کہدیا تھا کہ آپ سے میرے ہمراہ رہ کر خاموش نہ رہا جائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس مرتبہ وعدہ یاد تھا لیکن فرض منصبی ادا کرنے کا جو جوش اللہ تعالیٰ نے طبیعت میں رکھا تھا اُس نے مجبور کر دیا اور خاموش نہ رہ سکے اس لئے اب کی دفعہ بھولنے کا عذر اور معافی کی درخواست نہیں کی بلکہ فرمایا کہ خیر اب تو غلطی ہو گئی۔ آپ پچھلی مرتبہ درگذر کر چکے ہیں کہ آئندہ معذور سمجھنے اور درگذر کرنے کی گنجائش نہیں۔ آئندہ اس قسم کا اعتراض کروں تو آپ اپنے سے مجھ کو جُدا کر دیں۔ ایک حدیث میں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیا خوب ہوتا کہ موسیٰ علیہ السلام کسی قدر اور صبر کرتے تا کہ اِن دونوں کے پرحکمت حالات قرآن مجید میں ہم کو اس سے زیادہ سنائے جاتے لیکن بار بار خلاف وعدہ ہو جانے اور عذر کرنے سے اُن کو شرم آ گئی اس لئے جدائی کو تجویز کر لیا۔ بہر حال حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو قبول کیا اور اب بھی اپنی ہمراہی میں رکھا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کی حکمت اور اسرار کے راز اور بھید اسی کی سمجھ میں آ سکتے ہیں جس کو آپ یہ علم عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو آپ نے احکام شرعیہ کا مکلف بنایا ہے ہم کو ہر حال میں ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کا پابند رکھئے اور ان کی خلاف ورزی سے بچایئے۔ ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم شریعت کے ظاہری احکام کی پابندی لازم جانیں اور اوامر و نواہی شرعیہ کے مطابق اپنی زندگی گزاریں یا اللہ ہم کو اس کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ